ہمجولی
مصنفہ خواجہ محمد عبد الرؤف عشرت لکھنوی
ملنے کا پتہ
ایس عبد الرشید اینڈ برادرز تاجران کتب لوہاری گیٹ لاہور
گیلانی برقی پریس لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر چھپی

دیباچہ

مجھے ابتدا مین اخبار و رسائل مین مضمون لکھنے کا بہت شوق تھا ہر قسم کے متعدد مضامین لکھے اسکے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ اردو زبان کے قواعد اور اصول کی کچھ کتابین لکھون تاکہ اپنے اہل وطن کو کچھ علمی فائدہ بھی پہونچے۔ اسی زمانے مین میرے ایک لائق شاگرد نے جن کو میرے مضامین سے بہت دلچسپی تھی اور جو میرے مضامین کو بہت حفاظت سے رکھتے تھے۔

یعنی ملک کے مشہور انشا پرداز نقاد معانی مرزا جعفر علی خان اثر لکھنوی نے مجھپر بڑا احسان کیا کہ میرے مضامین کو مختلف اصناف مین جمع کر کے کئی کتابین مرتب کین اس بارے مین مین انکا شکر گزار ہون ایک کتاب تو تذکرہ آب بقا ہے جسمین شعرا کے حالات ہین۔ دوسری کتاب یہی انجولی ہے جو دو مرتبہ شائع ہو چکی اور طبقۂ نسوان مین بہت پسند کی گئی مگر اسپر بھی میرا جی چاہتا تھا کہ مین اسمین کچھ ترمیم اور کچھ اضافہ کر کے ملک مین پیش کرون علاوہ اسکے اسکی لکھائی چھپائی بھی ایسی معمولی تھی جو عورتون کے لیے موزون نہ تھی۔

لوگون کے بیحد تقاضے سے مینے اس کتاب مین اپنی مرضی کے موافق بہت کچھ اضافہ کیا اور مجھے امید ہے کہ یہ کتاب اب بہت کچھ دلچسپی سے دیکھی جائے اور شریف عورتون کے لیا یہ مین ہار زیور ہوگی اردو مصنفین مین ایک مین ایسا خوش قسمت ہون کہ میری کتابین میری حیات مین مکرر سہ کرر شائع ہوئین اور بہت دلچسپی سے لوگون نے دیکھین۔

اس کتاب کے لکھنے سے میری یہ غرض ہے کہ عورتون مین شریفانہ خیالات کی اشاعت اور خانہ داری کے اصول اور تربیت کے ضروری پہلو سے انھین واقفیت حاصل ہو۔ اسی کے ساتھ ان کو زبان اردو کے محاورے اور ہندوستان کے طرز تمدن سے بھی آگاہی ہو۔ مجھے امید ہے کہ یہ کتاب بہو بیٹیون مین نہایت پسند کی جائے اور ان کے خیالات مین ایک شریفانہ تربیت کا اثر پیدا ہو۔

خواجہ محمد عبد الرؤف عشرت لکھنوی

قمر النسا بیگم

لڑکیو میری کہانی تمھارے لیے خوش نما زیور ہے اسکو اپنے کان کا بندہ بناؤگی تو دنیا مین آرام سے بسر کرو گی ماباپ کی آنکھ کا تارا بنو گی - اور سسرال مین بھی سب آنکھون پر بٹھاین گے اچھی عادت جب دل مین جگہ پاتی ہے تو زندگی ہر طرح عیش و آرام سے بسر ہوتی ہے -

میرا نام قمر النسا ہے - باپ مولوی سید علی مدرسۂ اسلامیہ کے مدرس اعلے تھے دس روپیہ ماہوار پاتے تھے - ایک بھائی مجھ سے بھی چھوٹا تھا جسکی عمر چار برس کی تھی - ہمارے گھر مین دن رات خدا رسول کا تذکرہ رہتا تھا - نماز روزے کی سخت پابندی تھی ممکن کیا تھا کہ کسی وقت کی نماز قضا ہو جائے - آفتاب نکلنے تک تو جا نماز گھر مین بچھی رہتی تھی - اسکے بعد اشراق کی نماز سے فراغت کرکے سب اپنے اپنے کام مین مصروف ہوتے تھے اناج بھی سستا تھا ہمارے ابا تنخواہ ملتے ہی موٹا جھوٹا اناج جو مہینہ بھر کو کافی ہو خرید لاتے تھے - امان اپنے سلیقہ سے اسی کو بنا چنا کر پکاتی تھین - مونگ کی دال کو دھو بیس کر کچھ بڑیان توڑ لیتی تھین - ماش کی دال کی بھی بڑیان بنا لیتی تھین - چنے کو دلکر اسکا بیسن پیس لیتی تھین - یہان تک کہ آٹا بھی بازار سے نہین آتا تھا - گیہون کو پھٹک کر صاف کرتی تھین اور اسے پیس کر آٹا چھان لیتی تھین - ایسا اچھا آٹا ہوتا تھا کہ بازار کا میدہ بھی اسکے آگے مات تھا - ذرا نرم گوندھ کر اسی کے پھلکے پکاتی تھین - کبھی کٹے ملیٹے کبھی رکھو نچے کبھی پھلکیان سالن کی طرح پکا کر کھلاتی تھین - دال بھی پکاتی تھین تو اس خوش سلیقگی سے کہ سالن کا مزا ملتا تھا - دوسرے تیسرے دہی بڑے اور پھلکیان ضرور ہوتی تھین اتوار کے دن سالن پکتا تھا -

مہینے مین دو دفعہ ابا خود منڈی جاتے تھے - لسن - پیاز - مرچین - دھنیا - پودینا - ادرک - لیمون - گاجر - آلو - اروی - شکرقندین امرود وغیرہ خرید لاتے تھے - غرض کہ اس مختصر آمدنی پر ہمارے گھر مین کھانے کا سامان بہت اچھا تھا -

لباس کی حالت بھی آمدنی کے موافق گزی گاڑھا پہنتے تھے - نارکین کے پائجامے دوپٹے

کے کرتے - تنزیب کے انگرکھے - جاڑون مین روئی دار دگلے ابا کے واسطے بنتے تھے -
اور عورتون کے واسطے تنزیب کے دوپٹے - جالی دار انگیا کرتی - ہمارے واسطے کرتے او
اوڑھنی چار چار کلیون کے پائجامے - سردی مین رضائی - روئی دار تشلوکے -
زیور کے قسم سے ہمارے گھر مین کوئی ایسی چیز نہ تھی جسکا نام ہم فخر کے ساتھ لے سکین - امان
کے ہاتھ مین سونے کے کھوکھلے کڑے - کانون مین چار چار بالیان - ناک مین ناک کی کیل تھی
ہمارے کان اوپر کے نہین چھدے تھے - کان کی لوؤن مین دو بالیان تھین -
امان نے ایک دن ناک چھدوانے کو کہا تو ابا کان چھیدنے والے کو بلا لائے - ڈھائی پاؤ بتاشے
سوا پاؤ گڑ پانچ آنے پیسے ایک طباق مین لیجا کر اس کے سامنے رکھدیے - اس نے جست
کی بالی سے ناک چھیددی -
ابھی میرا سن سات برس کا تھا - قرآن شریف کے پندرہ پارے پڑھ چکی تھی اردو کی حرف شناس
تھی - نماز بھی ٹوٹی پھوٹی پڑھ لیتی تھی - ہم لوگون کی دیکھا دیکھی بھائی بھی نماز کے واسطے اکھڑا
ہوتا تھا اور بار بار جانماز پر ٹکرین مارتا تھا - بغیر عشا کی نماز پڑھے سوتا نہ تھا صبح کو سویرے نماز
کے واسطے اٹھتا تھا -
ابا بعد نماز کے کچھ وظیفہ پڑھتے تھے - اسکے بعد اشراق اور چاشت سے فراغت کر کے گھر کی
ضروریات کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے - بازار سے سودا سلف خرید لاتے تھے -
امان کھانا پکانے مین مشغول ہو جاتی تھین - دس بجتے بجتے ہم سب لوگ کھانا کھا چکتے تھے
ابا تو مدرسے چلے جاتے تھے - امان سینا لیکر بیٹھ جاتی تھین - اور فرصت ملتی تھی تو چکن کاڑھتی
تھین - انکے ہاتھ کی کاڑھی ہوئی ٹوپی بازار مین چار آنے کو بک جاتی تھی یہ ٹوپی دو دن
کی محنت مین تیار ہوتی تھی - اس لیے دو آنے روز کی مزدور دار تھین -
خدانخواستہ کسی کی طبیعت بیمار ہوتی تھی تو یونانی حکیم کا علاج ہوتا تھا اور یہی پیسے دو پیسے
کی دوا مین بیمار اچھے ہو جاتے تھے -
گھر مختصر تھا مگر ہمیشہ صاف ستھرا رہتا تھا -
جب میرا سن چودہ برس کا ہوا تو ابا کو شادی کی فکر ہوئی اور چاہتے تھے کسی بھرے پُرے
گھر مین لڑکی کو بیاہ دون کہ آرام سے رہے -
ہمارے عزیزون مین ایک سید محمد حسن تھے - انھون نے اپنے بیٹے شریف الحسن کا پیام

بھیجا۔ سید محمد حسن نہایت نیک آدمی تھے اور بساط خانے کی تجارت کرتے تھے چوک مین انکی دکان تھی۔ آمدنی بھی پچاس روپیہ ماہوار کی تھی۔ مہاجنون سے روپیہ سودی لیکر کاربار مین لگاتے تھے۔

ان کے لڑکے کی عمر بیس برس کی تھی معمولی لیاقت کا آدمی تھا پڑھنا لکھنا بھی واجبی واجبی تھا یہ نسبت سب کو بہت پسند آئی۔ ربیع الاول کے مہینے مین ابا نے ہمارا نکاح کر دیا رخصتی کے وقت جو کچھ رونا دھونا ہوا اور مجھے جس قدر ماں باپ سے چھٹنے کا غم ہوا اس کا حال تو خدا پر خوب روشن ہے۔

نئے گھر مین آئی نئے لوگون سے سابقہ پڑا نئے دستور دیکھے نئی روش دیکھی ابھی گھونگھٹ نہین اُٹھا تھا لیکن مجھے ذرا ذرا سی بات کی خبر ملجاتی تھی۔

یہان نہ نماز کا ذکر تھا نہ روزے کا۔ امّی جان بیچاری نہایت سادہ دل آدمی تھین۔ یہی ایک لڑکا تھا جسکے ساتھ میری شادی ہوئی تھی۔ نہایت نازون سے پلا ہوا۔ میسر شریف الحسن کو دنیا کی فکر نہ تھی۔ باپ بیچارے تو صبح آٹھ بجے چلے جاتے تھے اور کہہ جاتے تھے کہ شریف کے ہاتھ ہمارا کھانا بھیجدینا۔ شریف الحسن اپنے یار دوستون مین جوسر گنجفہ کھیلنے چلے جاتے تھے۔ دوپہر کو کھانا کھانے آتے تھے۔ کھانا کھاچکے تو ماں نے کہا بیٹا ابا کو بھی کھانا دے آؤ۔ کون سنتا تھا۔ پہرون ٹالتے تھے۔ صبح کا کھانا اُنکو دو بجے پہونچتا تھا۔ دیر کا سبب باپ پوچھتے تھے تو کہدیتے تھے کھانا ابھی تیار ہوا۔ گھر مین ماما نوکر تھی مگر اتنا خراب کھانا پکاتی تھی کہ حلق سے اُترنا دشوار ہوتا تھا۔ کپڑے بھی درزی سے سلوائے جاتے تھے اور جو کچھ وہ اُلٹے سیدھے بیونت دیتا تھا وہی پہن لیتے تھے۔

اسپر قرضداری بڑھتی جاتی تھی اور خرچ ایسا بے تکا تھا کہ آمدنی کی برکت غایب ہوگئی تھی۔ مہاجنون کا تقاضا جدا لگا تھا۔ ہمارے سسرے کا خیال تھا کہ دکان اُٹھا کر مہاجنون کا حساب بیباق کردین اور کہین نوکری کرلین۔ مگر دکان کے اسباب کا بیچنا بھی مشکل تھا اور سود در سود چڑھا جاتا تھا۔

مین سب حال سنا کرتی تھی۔ ایک دن امّی جان نے مجھ سے کہا کہ بٹیا اپنے باپ سے کہنا کہ کسی جگہ کوئی اچھی نوکری ملجائے تو تمھارے سسر کو دلوا دین۔ کیونکہ ہمارا کام اب نہین چلتا۔ مال بکتا نہین اور مہاجنون کا سود بڑھا جاتا ہے۔ ان کا ارادہ ہے کہ دکان کا اسباب

اونے پونے بیچ کر مہاجنوں کو بے باق کر دیں اور کہیں نوکری کرکے اوقات بسر کریں
شریف الحسن تو کسی کام کا نہیں نکلا۔ دن بھر لڑکوں میں کھیلا کرتا ہے۔ بازار سے کھانے
پینے کا سودا بھی قرض آتا ہے۔ دن رات ہڈیاں پیلتے ہیں لیکن پھر بھی جان کو آرام نہیں ملتا
مینے کہا جناب بات تو یہ ہے کہ آپ کی آمدنی کم نہیں ہے اور تجارت سے بہتر کوئی پیشہ
نہیں ہے مگر دو باتیں اس گھر میں ایسی خراب ہیں جس سے سرسبز ہونا مشکل ہے۔
ایک تو سودی روپیہ لینا جسکی ممانعت خدا اور رسول نے کی ہے۔ دوسرے ہاتھ پاؤں
نہ ہلانا۔ آپ کے صاحبزادے ماشاء اللہ جوان ہیں ان کے کام کرنے کے دن ہیں انکی
حالت یہ ہے کہ باپ کو کھانا پہونچانا مشکل ہے۔ گھر کا دھندا آپ کو دیکھنا چاہیے ماما کا
پکایا ہوا کھانا کس قدر بے مزا ہوتا ہے مگر خدا جانے کس طرح آپ کے حلق سے اترتا ہے
اگر آپ خود کھانا پکنے کے وقت دو گھڑی چولھے کے پاس کھڑی ہو جائیں تو یہی کھانا نعمت
بن جائے۔ ایسے گھر میں اگر سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہوگی جب بھی آرام نصیب نہ ہوگا۔
امی جان نے بہت مایوسی سے کہا بیٹا پھر تم ہی کچھ بتاؤ کیا کرنا چاہیے۔ میری تو عقل
کچھ کام نہیں کرتی آج کل پیسے کی ایسی تنگی ہے کہ کچھ بیان نہیں کیا جاتا۔
مینے کہا اس تکلیف سے بچنے کی دو صورتیں ہیں۔ اول تو اس گھر میں نماز روزے کا ذکر
نہیں مینے تو کسی کو خدا کا نام لیتے نہیں سنا۔ خدا جانے کلمہ بھی صبح کو کوئی پڑھتا ہے یا نہیں
دن رات دنیا کی باتیں سنا کرتی ہوں۔ اسی سے گھر کی برکت اٹھ گئی ہے۔ اگر آپ ہمت
کرکے نماز کی پابندی کو فرض سمجھیں تو کسی کی مجال نہیں کہ نماز نہ پڑھے۔ جو نماز نہ پڑھے
کھانا بھی نہ کھائے۔ خدا کو کس قدر برا معلوم ہوتا ہوگا کہ جن بندوں کو ہم بے منت خلق
روزی پہونچاتے ہیں وہ ہمیں بھول کر بھی یاد نہیں کرتے۔
دوسرے سب سے پہلے مہاجن کا روپیہ کچھ فیصلہ کرکے بیباق کیا جائے اس کے بعد
آپ کے پیسے میں برکت ہوگی۔
امی جان نے کہا یہ تو ممکن ہے کہ میں اپنی ذات سے جمعہ کو نہا کر نماز شروع کر دوں دوسروں
پر تو میرا اختیار نہیں ہے۔ تم دیکھتی ہو کہ میاں شریف کس مشکل سے تو باپ کی روٹی لیکر
جاتے ہیں۔ مینے کہا تو آپ کا فرض یہ ہے جو نماز نہ پڑھے اسکو روٹی نہ دیجیے خدا کے یہاں
تو آپ کو جواب دینا ہوگا۔

امّی جان۔ اچھا یہ تو بتاؤ کہ مہاجن کا قرضہ کس طرح ادا ہو۔ اب یہی صورت باقی رہ گئی
ہے کہ مکان گروی رکھدین یا بیچ ڈالین۔

مین۔ جی نہین گروی رکھنا تو مجھے پسند نہین اور شریعت کے بھی خلاف ہے بیچنا آسان
ہے۔ لیکن پھر مکان ملنا غیر ممکن ہے۔ اس لیے کہ زمین کی قیمت آج کل لکھنؤ مین بڑھتی
جاتی ہے۔ تیری میری دہلیز پر پڑنا اپنی عزت کے خلاف ہے ورنہ ہمارا گھر بھی آپ ہی کا
تھا اسمین آپ آرام سے رہ سکتی ہین اور ہمارے ابا کو بھی آپ کے رہنے سے نہایت خوشی
ہوتی۔ لیکن پھر بھی کیسا ہی عزیز ہو دوسرے کے گھر مین وہ آرام نہین مل سکتا جو اپنے کھنڈل مین ہے

امّی جان۔ پھر آخر اس مصیبت سے نجات کیونکر ملے نہ مکان راہن رکھون نہ بیچون۔ تم
عزت کو دیکھتی ہو۔ جب پیسہ نہین تو عزت کیسی۔ عزت تو دولت سے ہے۔

مین۔ جی نہین یہ آپ کا خیال غلط ہے۔ عزت تو نیک چلنی اور نیک افعال سے ملتی
ہے۔ عزت دولت سے نہین حاصل ہوتی۔ ہان قرضداری مین عزت باقی نہین رہتی
اگر آپ نے قرض نہ لیا ہوتا تو آج آپ سے بڑھ کے کوئی شریف نہ تھا۔

امّی جان۔ بیٹا پھر قرضداری کیونکر ادا ہو۔

مین۔ میری سمجھ مین ایک صورت آتی ہے دکان پر تو اپنے صاحبزادے کو بٹھائیے اور انپر
تاکید کیجیے کہ جس قدر نفع سے آمدنی ہو وہ ماہ بماہ مہاجن کو پہونچاتے رہین اور مہاجن
سے کل قرضہ کا بندوبست کر کے قسط بندی کرا لیجیے تا کہ آئندہ سود در سود نہ ہو۔
ابا میان کے لیے کوئی ملازمت تلاش کیجائے۔

امّی جان۔ مہاجن اتنا صبر کیونکر کریگا۔

مین۔ اسکا بندوبست مین ابا کی معرفت کرا سکتی ہون۔ بہت سے مہاجنون کے
لڑکے ان کے شاگرد ہین۔

امّی جان۔ تو پھر خدا کے واسطے تم ہی کچھ بندوبست کر دو مجھے تو اس فکر مین راتون کو
نیند نہین آتی۔
تمھارے سسر کا تو یہ خیال تھا کہ مکان کو رہن رکھین یا بیچ ڈالین تا کہ مہاجنون سے
جان بچے اور جو روپیہ باقی رہے اس کا بندوبست یہ ہو کہ دکان کا اسباب بیچ کر
کوڑی کوڑی چکا دین۔

مین - آپ کو اختیار ہے مگر میری صلاح جو تھی مینے آپ سے کہدی -
دوسرے دن ابا جان سے امی جان نے میری سب باتین دُہرائین وہ سنکر کہنے لگے
لڑکی تو نہایت سمجھدار معلوم ہوتی ہے - نماز کے بارے مین تو میرا بھی یہی خیال تھا کہ ہم پر
نماز نہ پڑھنے کی شامت سوار ہے - قرض کے متعلق مین سمجھتا ہون کہ مہاجن ایسا فیصلہ
قبول نہ کریگا لیکن صلاح یہ ہے کہ ایک دن بہو صاحب اپنے میکے مین جائین اور مولوی
صاحب سے مشورہ کرین اگر درگا داس رستوگی پچیس روپیہ ماہوار پر فیصلہ کرلے تو اس کا
آج تک آٹھ سو روپیہ ہم پر واجب الادا ہے ہم تین برس کے اندر ادا کر سکتے ہین -
غرضکہ دوسرے دن سوار ہو کر مین اپنے گھر مین آئی - امان نے گھبرا کر پوچھا بیٹی خیر تو ہے
ابھی آٹھ دن بھی نہین ہوے کہ تم گئی تھین - آج کیا سبب ہوا کہ بغیر اطلاع دیے ہو چلی آئین
میرا کلیجہ ہلتا ہے کچھ سبب تو بیان کرو -
مین - جی سب خیریت ہے آپ مطمئن رہین - مین ابا جان کے ایک کام سے آئی ہون
ابا آلین تو اُن سے کچھ مشورہ کرنا ہے - درگا داس رستوگی سے کچھ قرضے کا معاملہ ہے
اسکے ادا کرنے کی صورت نکالی جائیگی -
امان - خیر بیٹا میری جان تو سن سے ہو گئی تھی کہ خدانخواستہ کوئی بات ایسی تو
نہین ہوئی جس سے دلون مین فرق پڑ گیا ہو -
چار بجے ابا آئے تو انھون نے بھی کہا آج تم خلاف امید کہان آئین -
مینے اول سے آخر تک سارا قصہ بیان کیا - انھون نے سنکر کہا درگا داس رستوگی تو میرا
شاگرد ہے مین اس معاملے کو کل ہی جمعہ کے روز طے کرا دون گا مجھے یقین ہے کہ وہ میرا
کہنا بے عذر مان لیگا نہ مانے گا تو دوسرے مہاجنون سے کہکر اسپر زور ڈالونگا -
جمعہ کو ابا نے کسی شاگرد کے ہاتھ درگا داس کو بلوایا اور ابا جان کو بھی طلب کیا - دس بجے
پوجا پاٹ سے فراغت کرکے درگا داس آیا - تو ابا نے کہا تم تو جانتے ہو کہ یہ سید محمد حسن
ہمارے سمدھی یعنی تمھاری بہن کے سسر ہین انکے کاروبار مین کچھ نقصان آگیا ہے اور
آمدنی قلیل رہ گئی ہے - اب انکی مرضی ہے کہ تمھارے روپے کی کوئی معقول سبیل کردیجائے
مین چاہتا ہون کہ تمھارے ان کے کوئی ایسا فیصلہ ہو جائے جس سے تمھارا بھی نقصان
نہو اور یہ بھی جلدی سبکدوش ہو جائین پہلے تو یہ بتاؤ کہ کس قدر روپیہ انکے متعلق واجب الادا

ہے اس نے کہا آج تک سب اصل مع سود ملا کر آٹھ سو روپیہ واجب الادا ہے۔

مین تو آپ کا شاگرد ہون مجھے آپ سے کیا عذر ہو سکتا ہے اگر پورا روپیہ اسی وقت ادا کر دین تو بیس پچیس روپیہ جو آپ فرمائین مین کم لے سکتا ہون۔

مولوی صاحب۔ نہین بھائی مین تمھارا نقصان بھی نہین چاہتا۔ کم کرنے کو مین نہین کہتا۔ یہ پورا آٹھ سو روپیہ دین گے مگر پچیس روپیہ ماہوار کر کے بتیس مہینے مین ادا کر دینگے اسمین کوئی مہینہ تمھارا ناغہ نہ ہوگا۔ بس اتنی مہربانی تمھاری کافی ہے چاہو ان سے کاغذ لکھوا لو یا زبان پر اعتبار کرو اسمین فرق نہ ہوگا۔

درگا داس نے اس معاملے کو طوعًا و کرہًا منظور کیا اور کہا مولوی صاحب اگرچہ بتیس مہینے کا سود میرا مارا جاتا ہے لیکن حضور کے فرمانے سے مجھے کوئی عذر نہین ہے اور کاغذ تو آپ کی زبان ہے۔ آپ جو کچھ فرمائین مجھے منظور ہے۔ ابا نے نہایت شکر گزاری کے ساتھ مہاجن کو رخصت کیا۔

اور ابا جان سے کہا لیجیے جناب مہاجن سے تو آپ کا فیصلہ ہو گیا۔ اب میری صلاح یہ ہے کہ ایک سوداگر کو اپنی دکان کے حساب کتاب کے لیے ایک منشی کی ضرورت ہے۔ پندرہ روپیہ ماہوار دینے پر راضی ہے اُسکا کارخانہ بھی بساطخانے کا ہے۔ اس قسم کے کامون مین آپ کو بہت کچھ تجربہ حاصل ہے مالک کارخانہ میرا دوست ہے اگر آپ فرمائین تو اس سے طے کر لون۔ ابا جان نے کہا اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے مجھے آپکی رائے سے اتفاق ہے۔

ابا ان کو بعد نماز جمعہ اپنے ساتھ لیکر سوداگر کی دکان پر پہونچے اور اُن سے کہا آپ نے جس معاملے کے واسطے مجھ سے کہا تھا اسکے لیے میرے عزیز سید محمد حسن بہت موزون ہین غالبًا انکو تو آپ بھی جانتے ہون گے۔

سوداگر نے کہا مولوی صاحب آپ نے بڑا احسان کیا لیکن اُنکی دکان تو خود موجود ہے اور اچھا کاروبار چلتا ہے انکو نوکری کی کیا پروا ہوگی۔

مولوی صاحب۔ بات یہ ہے کہ سود کی شامت سے ان کے کاروبار مین ٹوٹا آگیا ہے کچھ روپیہ مہاجن کا نکلتا تھا اسکا سخت تقاضا تھا۔ آج اسکا تصفیہ ہو گیا اب ارادہ ہے کہ انکے صاحبزادہ دکان پر بیٹھین گے اور یہ خود ملازمت کرین گے۔

سوداگر۔ اچھا تو بہتر ہے آج دن بھی مبارک ہے۔ ہمارے یہان کارخانے مین آٹھ بجے

سے حاضری ہے اور چار بجے چھٹی مل جاتی ہے۔ دکانداروں کی بیچاپ بنانا ہوتی ہے
پندرہ روپیہ مہینا اور دوپہر کا کھانا ملتا ہے اگر آپ کو منظور ہے تو بسم اللہ آج ہی سے
تشریف رکھیے۔ ابا جان تو وہین رہ گئے۔ ہمارے ابا خوشی خوشی گھر واپس آئے اور
سب ماجرا مجھ سے بیان کیا۔ مین اسی دن شام کو سوار ہو کر گھر گئی تو سارے گھر کو اپنا شکر گزار پایا۔

امی جان ۔ بیٹی سچ تو یہ ہے کہ تمھارے سبب سے ہماری مصیبت کٹ گئی۔ مجھے
تو قرضے کے سبب سے کھانا پینا حرام تھا۔ تمھارے ابا جان کو راتون کو نیند نہین آتی تھی

ابا جان ۔ تمھارے والد نے ہمارے ساتھ ایسا احسان کیا ہے جسے ہم عمر بھر نہین
بھول سکتے۔ نوکری تو ایسی دلوادی جسکی ہمین امید بھی نہ تھی۔ مینے قصد کیا ہے کہ آج سے
سارا گھر نماز پڑھے اور جو کوئی نماز مین تساہل کرے اسے کھانا نہ دیا جائے۔

مین ۔ احسان کیسا آپ کوئی ابا کے غیر ہین۔ انسان انسان کے کام آتا ہے جو عزیز
کام نہ آئے وہ کس کام کا۔ اور اس مین احسان ہی کا ہیکا محنت آپ کرین گے صرف
زبان ہلا دینے مین انکا کیا نقصان ہو گیا۔

ابا جان ۔ احسان کیون نہین بھا جی تو کبھی مجھ سے ایسا معاملہ نہ کرتا۔ اُنکے لحاظ سے
یہ فیصلہ ہو گیا۔ سوداگر نے جو نوکری مجھے دی انھین کی مروت سے ورنہ وہ مجھے اس سے
پہلے بھی جانتا تھا۔ آج تک کبھی مجھ سے اسکا ذکر بھی نہین کیا۔

مین ۔ ابھی ایک بات اور رہگئی ہے۔ اب جتنے کپڑے آپ درزی سے سلواتے ہین وہ
مجھے دیدیا کیجیے۔ مین سب سی دیا کرونگی۔

ابا جان ۔ شاباش۔ خدا تمھاری عمر مین ترقی کرے اس گھر کے بھلے دن تھے
جو تم ایسی بہو کے قدم آئے۔ لیکن مین ایسا بے غیرت نہین ہون جو چار دن کی بیاہی
ہوئی لڑکی پر ایسی مصیبت ڈال دون جسے دیکھکر چار محلے والے نام رکھین۔

مین ۔ اس مین نام رکھنے کی کونسی بات ہے۔ اگر گھر بھر ملکر کام نہ کرے تو ہم لوگ کبھی
سرسبز نہین ہو سکتے سب کو اپنی لیاقت کے موافق ہاتھ پاؤن ہلانا چاہیے۔

ابا جان ۔ بھائی تم تو ایسی بات کہتی ہو جو نہایت معقول ہوتی ہے مگر اتنا تو سمجھو ابھی اس
گھر مین آئے ہوئے تم کو نہ دس برس ہوے نہ پانچ برس۔ لوگ کیا کہین گے کہ سال بھر
کی بیاہی ہوئی بہو کو روٹی تو دے سکے اور اس سے بھی درزی کا کام لینا شروع کیا۔

مین لوگون کو کہنے دیجیے جب وقت پڑتا ہے تو کوئی کسی کے کام نہین آتا نام رکھنے کو
سب مستعد ہو جاتے ہین - اپنے گھر کا کام کون نہین کرتا - سینا پرونا تو عورتون کا کام
ہے اسمین شرم کی کون سی بات ہے آخر اباجان کو ماننا پڑا اور انھون نے کہا تمھاری خوشی
رات کو مینے اُنسے کہا کہ گھر بھر جس مصیبت مین گرفتار ہے کچھ تمھین بھی اسکی خبر ہے - ابا
کا بال بال قرضے مین گندھا ہوا ہے کہنے لگے پھر ہمکو کیا اور تمکو کیا - غرض جو لوگ فکر مین
مبتلا ہین ان کو مبتلا رہنے دو -

مینے کہا واہ اسکا اثر ایک دن پھیر تم پر دونون پر پڑنے والا ہے جب ابا کے پاس
پیسا نہ رہے گا تو کھانے کو کہان سے آئیگا - اسی دور اندیشی سے تو انھون نے نوکری کر لی
کیونکہ دو چار روز مین مکان بکنے والا تھا اگر تم ان کا ہاتھ بٹاتے ہوتے تو یہ مصیبت کیون پڑتی
اب مین تم سے ایک بات کہتی ہون - شاید تم کو کل سے اباجان دکان کی کنجیان دین
تو ذرا جی لگا کر کام کرنا - سب چیزون کو احتیاط سے رکھنا دوست احباب جمع نہ کرنا خریدار
کا خیال رکھنا - اور آمدنی مین سے پہلے ہر مہینے کی شروع تاریخ مین مہاجن کو پچیس روپیہ دیدیا
کرنا تا کہ وہ گھر پر تقاضا کرنے نہ آئے - پانچون وقت کی نماز پڑھنا گھر سے دس بجے کھانا
کھا کر جایا کرو - شام کو دکان بند کرکے آیا کرو -

وہی ہوا کہ اباجان نے دوسرے روز دکان کی کنجیان ان کے حوالے کین اور کہا ہر چیز کی
قیمت بکس پر لکھی ہے اس سے کم کسی خریدار کو نہ دینا اور قرض ایک پیسہ کا نہ بیچنا اور جو سودا
ختم ہو جائے مجھے اس کی فہرست دینا کھانا کھا کر کنجیان لیکر دکان گئے اور وہان سے
شام کو نہایت خوش خوش آئے - پندرہ روپیہ کی بکری ہوئی - نماز بھی پڑھنا شروع کی -
آٹھ دن کے بعد ایک فہرست اباجان کو دی کہ اتنی چیزین کم ہو گئی ہین انکو خرید دیجیے -
قاعدہ کے موافق جمعہ کو دو بجے تک دکان بند رہتی تھی - اور اباجان کو بھی جمعہ کو دو بجے
تک چھٹی ملتی تھی -

اباجان نے مناسب سمجھا کہ جہان مین ملازم ہون - اسی کارخانے سے سب سودا
خریدا جائے مالک کارخانہ کو سیچک دکھایا مطلوبہ اشیا سب موجود تھے ان کے سامنے
سب چیزین لیکر قیمت دیدی - دو چار دفعہ ایسا ہی کیا -
کارخانہ دار نے اباجان سے کہا اس پھٹکل خریداری کی ضرورت کیا ہے - آپ پانچ سو روپیہ کا

مال ہمارے کارخانے سے لیکر دکان پر رکھین۔ اور اس کے بعد جو ضرورت ہوا کرے نقد خرید لیا کرین اس مین آپ کو سہولت ہوگی۔

ابا جان نے اسے غنیمت سمجھا۔ اس ترکیب سے دکان کی آمدنی مین اضافہ ہوگیا اور تجارت چمکنے لگی ظہر عصر مغرب کی نماز دکان کے قریب جو مسجد تھی اسی مین پڑھتے تھے۔ اکثر لوگ ان کو پیش امام بناتے تھے۔ مہاجن کو ہر مہینے پچیس روپیہ پہونچ جاتا تھا یہان تک کہ اس کا سب روپیہ ادا ہوگیا۔ اب دکان کی آمدنی مین اضافہ ہونے لگا۔ گھر کے خرچ کا مین نے یہ بندوبست کیا کہ جو تنخواہ ابا جان کو ملتی تھی اسی مین سب جنس آٹا دال وغیرہ مہینہ بھر کے لیے منگوا لیتی تھی۔ وہ سب سودا جمعہ کو لادیتے تھے

اور جمعہ جمعہ کو گوشت پکتا تھا۔ ہنڈیا پکانے کے وقت مین خود جا کھڑی ہوتی تھی۔ اور نمک مرچ مصالہ۔ انداز سے ایسا ڈالتی تھی کہ اسی دال روٹی کو سب مزے مزے سے کھاتے تھے

جب دکان پر مال کثرت سے ہوگیا تو ایک غریب شریف لڑکے کو پانچ روپیہ ماہوار پر نوکر رکھ لیا۔ خدا نے مجھے بھی ایک بیٹا عنایت کیا۔

دکان پر جب آٹھ سو روپیہ تحویل مین جمع ہوگیا تو مین نے کہا اب کارخانہ کا پانچ سو روپیہ بھی دیدیا جائے اسپر گھر مین کوئی راضی نہ تھا مگر ابا جان نے میری رائے کو پسند کیا اور مالک کارخانہ کا روپیہ ادا کر دیا۔ انھون نے کہا اب آپ ہم سے ایک ہزار روپیہ کا مال لیجایے ابا جان نے کہا جناب مین آپ کا بہت ممنون ہون کہ آپ نے ضرورت کے وقت میری مدد کی لیکن اب مجھے اس کی ضرورت نہین ہے۔ جو کچھ ضرورت ہوگی۔ آپ سے نقد خریدا جائیگا۔ اور کسی جگہ سے مال نہین لیا جائیگا۔

مالک کارخانہ نے کہا اچھا ہم آپ کو اجازت دیتے ہین کہ ہمارے تاجرانہ نرخ سے ایک آنہ فی روپیہ آپ کو زائد کمیشن دیا جائیگا تاکہ آپ دوسرے دکانداروں کے ہاتھ مال فروخت کرسکین اس سے کچھ ایسا فائدہ ہوا کہ بازار کے سب دکاندار ہماری دکان سے مال خریدنے لگے۔ دو ڈھائی سو روپیہ کی روزانہ بکری ہونے لگی۔ اب ضرورت ہوئی کہ ایک اور آدمی حساب لکھنے کے لیے نوکر رکھا جائے۔ ابا جان نے مالک کارخانہ سے درخواست کی کہ اب جناب کی نوازش سے میرا کارخانہ بھی چلنے لگا ہے اور وہان ایک آدمی کی سخت ضرورت ہے اگر آپ اس دیرینہ خادم کو آزاد فرمالین تو عین مہربانی ہے سوداگر نے انکی ترک ملازمت کا بہت افسوس

کیا اور کہا میر صاحب آپ نے جس دیانت اور ایمانداری سے ہمارا کام انجام دیا اس کے ہم بہت ممنون ہین - اور ہم نے قصد کیا تھا کہ اس مہینے سے آپ کی تنخواہ مین اضافہ کر دینگے مگر جبکہ آپ کو خود اپنے کام کی ضرورت لاحق ہے تو ہم کچھ نہین کہہ سکتے - آپ کی درخواست منظور کرتے ہین - ہمارے یہان سے آپ کو دس روپیہ ماہوار تاحیات ملتا رہیگا -

ابا جان دکان پر بیٹھنے لگے - آمدنی دونی چوگنی ہو گئی - سوداگر صاحب سے ہر قسم کا مال بکفایت تمام ملنے لگا بازار مین اعتبار بڑھ گیا -

دو چار برس مین ابا جان نے کچھ املاک خریدلی اور مجھسے زبردستی کہا بیٹا اب تمکو سینے پرونے کی ضرورت نہین - ماشاءاللہ سے تم خود عیالدار ہو مین - تمھاری خدمت کے واسطے ایک ماما مین نے بلوائی ہے کھانا تو بغیر تمھارے دیکھے مجھے پسند نہ آئیگا - اسے تو تمکو دیکھنا ضرور ہے - ضرورت کے موافق زیور بھی بنوا دیا - خود حج بھی کر آئے -

خدا کی شان اس نیکی کے بدلے میرے ابا کو بھی ایک رئیس کے یہان لڑکے پڑھانے پر تیس روپیہ ماہوار اور کھانے کی نوکری مل گئی - میرا بھائی بھی ابا جان کی فہمایش سے کچھ دنون تو ان کی دکان پر بیٹھا - اسکے بعد خود چھوٹے سے سن مین دکاندار ہو گیا اور سو پچاس روپیہ مہینہ کمانے لگا اس کی شادی بہت دھوم دھام سے سوداگر صاحب کی لڑکی سے ہو گئی - خدا نے ہم سب کے دن نماز کی برکت سے پھیر دیے - ابا جان نے اپنے محلے مین ایک مسجد بنوائی - اور موذن کو دونون وقت کھانا گھر سے جاتا تھا -

عورت اگر سلیقہ مند ہو اور گھر کے لوگ محنت کے عادی ہون اور خدا کو نہ بھول جائین تو جلدی ترقی کر سکتے ہین - امیر ہونے پر غریبی کو نہ بھولنا چاہیے - ایک غریب آدمی محنت کر کے آمدنی کے موافق خرچ رکھکر امیر بن سکتا ہے - ہماری ابتدائی مصیبتون کو دیکھو باپ کے گھر چکی پیسی - کپڑا سینا سیکھا - کام کی عادت ڈالی - نماز کی پابندی حاصل کی سسرال مین آئے تو سب کو قرض کی مصیبت مین مبتلا پایا - کہان تو مکان بکنے کی فکر ہو رہی تھی کہان آج سارے محلے مین ہمارے مکان نظر آتے ہین اور انکے کرایہ کی آمدنی کافی ہے ابا کا گھر بھی دولت سے معمور نظر آتا ہے دو دو مامائین نوکر ہین -

سچ ہے اتفاق اور محنت دیکھدی عجیب چیز ہے

بی ممتازی خانم

حضرت محمد واجد علی شاہ بہادر کے زمانے مین لکھنؤ پرستان بنا ہوا تھا۔ دن رات مینہ برستا تھا۔ جو لوگ ملکون سے خالی ہاتھ آتے لکھنؤ سے بھرے پُرے جاتے تھے۔

بی حیدری خانم زنانی ڈیوڑھی کی چٹھی نویسنی تھین۔ سارا عملہ ان کے اختیار مین تھا اَنّا۔ ددا۔ ماماؤن کی تنخواہین انھین کے ہاتھ سے تقسیم ہوتی تھین۔ کچھ دنون بعد محل کی نوکری چھوڑ کر گھر مین بیٹھ رہین۔ نواب مخدرۂ عالیہ نواب خاص محل کو بہت رنج ہوا کہ ایسی دیانت دار، پابند صوم و صلوٰۃ، نیک طینت، پڑھی لکھی عورت اب ملنا مشکل ہے۔ دست قلم عورتون کا تو ہندوستان مین کال ہے۔ مگر بی حیدری خانم مجبور تھین اس لیے کہ ان کے شوہر بہت بیمار تھے اور کمزور زیادہ ہوتے جاتے تھے۔ میان بیوی مین بہت محبت تھی کاظم علی خان ان کے شوہر بہت نیک مزاج اور پرانی وضع کے آدمی تھے۔ باپ دادا کی جائداد تلف کر چکے تھے۔ آپ عدالت دیوانی کے منشیون مین ملازم تھے۔ بیس روپے ماہوار تنخواہ ملتی تھی لیکن شاہی کا زمانہ تھا۔ تنخواہ سے دس گنا مل رہتا تھا۔ کاظمین کے قریب عالی شان مکان تھا اور دولت مندون مین ان کا شمار تھا۔ بیوی نے کچھ کم روپیہ نہ کمایا تھا اب ان کو نوکری کی پروا نہ تھی۔ خود گھر مین نوکر چاکر موجود تھے۔

ایک میان اور ایک بیوی صرف دُو دم اور اس قدر دولت! بیوی نے دل کھول کر علاج کیا۔ اور شہر کے نامی حکیمون کو بلوایا۔ آخر حکیم مرزا محمد علی مرتعش کا علاج راس آیا اور انھین کی دوا سے خدا نے صحت دی۔ اسی مدت مین خدا کی قدرت سے بیوی کو پیٹ ہو گیا گویا سوکھے دھانون پانی پڑا اور نو مہینے کے بعد لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام ممتازی خانم رکھا گیا۔ مان باپ دونون کو بہت خوشی ہوئی اور لڑکی کی پرورش بہت اچھی طرح ہونے لگی جب لڑکی سات برس کی ہوئی تو باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ خان صاحب کچھ ایسے بیمار نہ تھے جس سے گمان ہوتا کہ اتنے جلد مر جائین گے۔ ابھی ایک مہلک مرض سے اچھے ہو چکے تھے اور بہت توانا و تندرست تھے۔ دفعتہً بخار آنے لگا۔ اس کے بعد سرسامی حالت ہو گئی حکیمون نے بہت کچھ ہاتھ پاؤن مارے لیکن قابو نہ چلا اور جمعہ کے دن صبح کو انتقال کیا حیدری خانم نے اُن کا مرنا بہت دل کھول کے کیا۔ اور چلیم مین خان صاحب کی ساری چیزین

کپڑے، رومال، دوشالے، اچھا خاصا جہیز، کئی ہزار کا اسباب انکے نام پر مسجد کے ملا کو خیرات مین دیدیا۔ سال بھر تک برابر رونا پیٹنا رہا۔ آخر صبر کر کے بیٹھ رہین۔

ممتازی خانم سات برس کے سن سے ہمیشہ پڑھنے لکھنے مین رہتی تھی اور سینے پرونے کا ایسا شوق تھا کہ گیارہ برس کے سن مین بہت مشاق ہو گئی۔ قطع برید مین ہاتھ بہت روان تھا۔ بیونتنے کی راہ خوب جانتی تھی۔ زنانے مردانے کپڑے، گوکھرو، بنت، چٹکی، گوٹ، مغزی، کارچوبی، کلابتونی کام، چکن، کامدانی سب جانتی تھی سب طرح کے کھانے پکانا آتے تھے۔ عمدہ عمدہ مربّے، تحفہ تحفہ اچار بنا لیتی تھی۔ خوش خطی مین ماں سے کم نہ تھی۔ صورت بھی اچھی تھی۔ اور بات چیت بھی عقلمندی کے ساتھ تھی ملنسار ایسی تھی کہ ہر بی بی کو اس کی باتون مین مزا ملتا تھا۔ چال ڈھال چھب تختی ہزارون مین ایک تھی۔ کم سن لڑکیان ہر وقت چمٹی رہتی تھین ہمجولیون کو کہانیان سنایا کرتی تھی لیکن کہانیون مین بھی نصیحت کی باتین ہوا کرتی تھین۔ کھانا پکانے کی کتاب "خوان نعمت" کھولی اور بہت سی باتین اُس کی غلط بتائین۔ نئی نئی ترکیبین کھانون کی ایجاد کین۔ دسون انگلیان دسون چراغ۔ ماں کا دل ہر وقت باغ باغ رہتا تھا۔ ماں نے بھی اسکو اردو کی کتابین گھول کر پلادی تھین۔ قرآن شریف فرفر پڑھتی تھی۔ بعض عربی جملون کا ترجمہ بھی کر لیتی تھی۔ فارسی کی ابتدائی کتابین بخوبی پڑھا سکتی تھی۔ جاہل عورتون کی طرح بدمزاجی خودستائی کی اُس مین بو بھی نہ آئی تھی۔ عموماً لڑکیان کم سنی سے پان کھانا شروع کرتی ہین مگر ممتازی خانم کو اس سے کچھ نفرت سی تھی۔

اب ماں کو یہ فکر تھی کہ کہین اچھے خاندان سے بات چیت آئے جو دال روٹی سے خوش ہون اور نیک اطوار پڑھے لکھے ہون تو اس کے دو بول کر دون۔ رات دن یہی دعا تھی کہ ممتازی خانم کی خانہ آبادی ہو سہرے کے پھول ہین جلد کھلین ہم بھی اپنی زندگی مین ان کو خوش حال دیکھ لین اور جو خدانخواستہ ہم نہ ہوے تو انکی بڑی خرابی ہو جائیگی۔ آجکل کے عزیز یزید سے بدتر ہین۔ آنکھ بند ہوتے ہی گھر گرستی کھسکا دین گے اور دائی بندی کو گھر سے نکال دین گے۔

تمام شہر مین ممتازی کی ہنرمندی اور سلیقہ شعاری مشہور تھی۔ دور دور سے پیام سلام آنے لگے۔ روز ایک نئی مشاطہ آتی تھی۔ اونچے اونچے گھرون سے نسبت کے رقعے آنے لگے

حیدری خانم حیران تھی کہ کیا کروں کوئی مرد گھر میں نہیں۔ جو بات چیت کرے لڑکے کا
چال چلن دریافت کرے۔ ذات پات پوچھے۔ صورت شکل دیکھے۔ حسب نسب کا پتہ
لگائے۔ میں عورت ذات کیا کر سکتی ہوں۔ اس وقت میں کوئی عزیز ایسا نہیں جو اپنے
کام آئے۔ اپنے طور پر اس نے بہت چھان بین کی۔ مگر عورت ذات تھی مشاطہ کی چال کو
نہ سمجھی۔ یہ قوم زمین آسمان کے قلابے ملانے میں مشہور ہے۔ ایک پردہ دار عورت کو دم جھانسے
میں لانا کتنا بڑا کام تھا۔ مردوں کے تو کان کاٹتی ہیں۔ جہاں سے اُن کو چار پیسے زیادہ ملنے
کی امید ہوتی ہے اسکی کی سب سے زیادہ تعریف کرتی ہیں۔ آخر ایک نسبت بی حیدری خانم کو
پسند آئی۔ دولھا والوں کی طرف سے جلدی ہونے لگی۔ نکاح کی تاریخ ٹھہر گئی۔ سانچھا گیا
ساچق ہوئی۔ شادی کے بلاوے گئے۔ برات آئی۔ جب دُلھن گھر سے رخصت ہونے لگی تو ماں
کی روتے روتے حالت غیر ہو گئی۔ سب بیبیاں آب دیدہ ہوئیں۔ جتنی ہجولیاں تھیں ان کی
روتے روتے ہچکی بندھ گئی۔ ڈومنیاں بداگی (وداعی) گا رہی تھیں۔

نگوڑی ماں کی ایک ہی بیٹی تھی۔ خوب جی کھولکر حوصلہ نکالا۔ اپنے مقدور سے زیادہ
دیا۔ کھانے جوڑے کے پانچ سو روپے دیے۔ چاندی کا پلنگ، کارچوبی پلنگ پوش، اوچھہ
تکیہ، چادر، لحاف، سیج بند، جوڑے بھاری بھاری پُرزر، سر سے پانوں تک سونے کا زیور،
پاندان، چوگھڑا، تھالی جوڑ، چاندی کے حسن دان، خاصدان، گرہ گردی، اُگالدان، چھپر کھٹ
چاندی کا، مسند تکیہ، دوشالہ، چاندی کے ساز سمیت گھوڑا، سلامی میں پانچ سو روپے سمدھن کو
نفیس جوڑا۔ تانبے اور چینی کے برتنوں کی تو انتہا نہ تھی۔

جب لڑکی رخصت ہونے لگی تو ساس نے داماد سے رو کر کہا "واری میرے پاس کچھ دھن
دولت نہیں ہے۔ میری کمائی یہی بچی ہے۔ یہی میری زندگی کا سہارا ہے۔ تم سے ہاتھ جوڑ کر
کہتی ہوں۔ میری بچی بہت نازوں کی پالی ہے۔ اس کا دل نہ توڑنا۔ میں واری جاؤں یہ بھی
تمھارے خلاف نہ کریگی۔ بدمزاجی سے اس کو معاف رکھنا۔ ماشاء اللہ پڑھی لکھی ہے۔ تم کو
اس کے ساتھ آدمیت سے پیش آنا چاہیے۔ میری عزت تمھارے ہاتھ ہے منھ دھلانے کو لونڈی
دی ہوں" دولھا ساس کے آگے ہاتھ باندھکر کہنے لگا "یہ میری مالک ہیں اور مختار ہیں میں
ان کا ہمیشہ تابعدار رہوں گا اگر میری کھال کی جوتیاں بنوائیں گی تو بھی مجھکو عذر نہ ہو گا"
ساس نے خوش ہو کر جھٹ چٹ بلائیں لیں اور کہا بیٹا میں نثار میں واری۔ الٰہی یہ سہاگ

ہمیشہ قائم رہے۔تم سے بیاہ کر۔اسکے بھاگ جاگ گئے۔الٰہی تمھاری سیکڑون برس کی عمر ہو رچا بسنا نصیب۔دشمنون کا بال بیکا نہو۔

جب سلامی ہو چکی۔دُلھن سکھپال مین سوار ہونے لگی زار و قطار رو رہی تھی پہلے جہیز نکلا بھوڑے کا کھانا ساتھ تھا جب دُلھن دُولھا گھر پر آئے۔ساس کو سب نے مبارکباد دی ساس نے پہلے بلائین لیکر بہو بیٹے کو دعائین دین۔دونون پر سے وار کر پانی پیا چوتھی چالے سے فرصت ہوئی تو گھر گرستی دیکھنے کی نوبت آئی۔دُلھن نے آنکھ کھول کر دیکھا تو سسرال بالکل مفلس ہے۔ایک ٹوٹا پھوٹا مکان ہے جس کی دیوار چارون طرف سے گری ہوئی ہے چھتون کی دھنیان کمان ہو رہی ہین۔برسات مین انگنائی اور دالان ایک ہو جاتا ہے چھانپ کے بدلے چٹائیان چھت مین پڑی ہین۔ایک دالان ہے اسی مین باورچی خانہ ہے اسی مین آبدارخانہ ہے۔اسی مین غسل خانہ ہے۔اسی مین بڑی بی کے رہنے کا ٹھکانا ہے۔بغل مین ایک صحنچی ہے جسمین ممتازی خانم کا چھپر کھٹ لگایا گیا ہے ساس ایک سیدھے مزاج کی عورت ہے اُسکو کچھ بُرے بھلے سے مطلب نہین۔

سرفراز علی خان شوہر نشہ باز افیونی اور مدکیا ہے۔نہ کچھ پڑھا نہ لکھا نرا جاہل اچھے لوگون کی صحبت سے نفرت۔کاہلی اور جاہلی نے پلنگ پر پڑے پڑے روٹی کھانے کا خوگر بنا دیا تھا۔محنت سے پیسہ کمانے کی مطلق فکر نہ تھی۔کسی وقت مین باپ دادا کے زمانہ کی اگلی کھرچن تھی وہ گھر مین بیٹھے بیٹھے کھا چکے تھے۔اب جہیز پر دار و مدار تھا۔گھوڑا تو گھر پر بندھنا نصیب نہ ہوا اور بہی اور یہ بک گیا۔جہیز بھی آہستہ آہستہ کھسکنے لگا۔کچھ چنڈو باز افیونی آتے تھے وہی پیسے کی چیز دمڑی کو بیچ لاتے تھے۔ممتازی خانم کو اس بات کا بہت ملال تھا لیکن کیا کر سکتی تھی۔کچھ بولتی ہے تو عمر بھر کا ساتھ چھوٹتا ہے۔اسی غم مین گھلی جاتی تھی مگر دانشمند ایسی تھی کہ ذرا بھی چہرے پر میل نہ آنے دیا۔خاوند سے بہت خندہ پیشانی سے بولتی بات کرتی اور اُس کا دل ہر وقت ہاتھ مین لیے رہتی اُس نے فیصلہ کر لیا کہ جو کچھ ہماری قسمت مین لکھا تھا وہی ہوا۔اب داویلا کرنے سے دونون کی رسوائی اور نکا فضیحتی ہے۔جوتیون مین دال بٹی تو کیا فائدہ؟ بندھا ہوا خوب مار کھاتا ہے۔رونے پیٹنے سے خاوند جاہل سے عالم نہین بن سکتا۔بلکہ اور دلون مین نزاع پیدا ہو جائیگی۔ابھی تک تو ہر طرح زندگی ہنسی خوشی سے کٹتی ہے عقلمندی اسی مین ہے کہ دنیا مین رسوائی نہ ہو اور چار آدمی الزام نہ دین۔اماں

بے چاری کا کوئی قصور نہین۔ اُس غریب نے تو خوب چھان پٹک کی مگر ان کمبخت کٹنیون کے جال فریب مین اچھے اچھے مرد آجاتے ہین۔ وہ تو عورت ذات تھین بظاہر سب طرح ٹھونک بجا لیا تھا۔ ہم کو بھی معلوم تھا کہ ہم اچھے خاصے شریف رئیس عالی خاندان کے گھر جاتے ہین۔ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا۔ اب تو زندگی بھر پاپڑ بیلنا پڑے اگر اماں سن پائین کہ مین اس مصیبت مین ہون تو جیتے جی مر جائین۔

کوئی بات ہو چھپی نہین رہتی۔ ممتازی خانم نے قسم کھانے کو ایک حرف تک نہین کہا لیکن شدہ شدہ سارا کچا چٹھا اہل محلہ نے بی حیدری خانم کے گوش گذار کیا اور کنبہ والون نے تو خوب نون مرچ لگا کر کہا۔

سنتے ہی چراغ پا ہو گئین۔ اُسی وقت ڈولی مین سوار ہو کر سمدھیانے آ کودین۔ گھر کا وہی نقشہ تھا جیسا لوگون نے بیان کیا تھا۔ غصے مین تھر تھر سارے بدن سے کانپ رہی تھی۔ آخر نہ رہا گیا کلیجے سے شعلے اُٹھنے لگے اور برافروختہ ہو کر کہنے لگی "لوگو! یہی گھر تھا جس مین میری زندگی بھر کی کمائی دھن دولت موس لی گئی۔

ہے ہے! کیسے میری بچی کے نصیب پھوٹ گئے۔ اے بی سمدھن دیکھنے کی تو تم بھولی مگر ٹھگنے کے فن تم کو خوب یاد ہین۔ خوب کٹنیون کو پڑھا پڑھا کر میرے گھر بھیجا۔ سال بھر تک دہلیز کی خاک لے ڈالی۔ نوج ایسا بیاہ ہوتا۔ اس بے حیائی کو آگ لگے۔ کوئی ایسا مکر کرتا ہے۔ دیکھو تو اس جعل سازی کی مین کیسی سزا تم لوگون کو دیتی ہون۔ عدالت مین ٹنڈیان نہ کسوائی ہون تو سہی۔ اشراف زادون کے یہی لچھن ہوتے ہین۔ یہ بیل کیا منڈھے چڑھے گی۔ سارا جہیز ملیامیٹ کر دیا۔ ایک ایک چیز خال سے لگا دی۔

جو نی بھوسی کھا کر مجھ دکھیا نے ایک ایک کوڑی جمع کی۔ میری بچی نے خود سوئی مار کر آٹھ پہر آنکھین پھوڑ کر مال جمع کیا۔ ساری پونجی یہی جہیز تھا۔ وہ اس طرح خاک سیاہ کیا جاتا ہے کیا یہ رونے کا مقام نہین ہے کہ سارا جہیز افیون اور مدک مین برباد ہو رہا ہے؟ پانؤن مین چھاگل تک نہین رہی۔ اے لو چاندی کی کوئی چیز باقی نہین ہے۔ کس غضب کا شہدپن ہے۔ مردوے کو شرم نہ آئی۔ بی بی کے پائجامے دو بٹے نخاس مین

نیچے - اور کوئی ہوتی تو میاں کو مزا چکھا دیتی - میری بچی تو بالکل نوبی ہے - ہائے ہائے!
بیچ والوں نے چل دیا - اسی سے موئی کٹنیوں نے گھر گھیرا تھا - مجھ کمبخت ماری کو اس
گھڑی کی خبر نہ تھی - سیر استیاناس کر دیا - اگر عدالت نے میری فریاد سن لی تو شہر میں رہنا
مشکل ہو جائے گا - موئی کٹنی پر تو قیامت ٹوٹے گی - ناک چوٹی کاٹی جائے گی - کورے
استرے سے سر مونڈا جائیگا - گدھے پر سوار کر کے شہر میں ہنڈوائی جائے گی - یہ اور
کسی کا زمانہ نہیں ہے + مرزا واجد علی شاہ بہادر کا عہد سلطنت ہے - سب کو چھٹی
کا دودھ یاد آجائے گا - نام کو شادی ہوئی - لیکن در اصل خانہ بربادی ہوئی -
نوشہ بنتے کے بھی سب ڈھنگ معلوم ہو گئے - دن رات پلنگ میں پڑے رہتے ہیں
نوکری چاکری کیسی - چارپائی کے بان توڑا کرتے ہیں - نہ پڑھے نہ لکھے جاہل لٹھ - محنت
مزدوری سے شرماتے ہیں - بات کرنے کا شعور نہیں - صحبت میں ردوے خدوے
رذائے کمینے جمع رہتے ہیں - سلامتی سے جو ادا ہے نرالی ہے - پوری بات تو کرنی نہیں آتی
نوکری اور مزدوری کیسی - ایسوں سے تو کوئی بیچانے میں لوٹا بھی نہ رکھوائے -
سمدھن نے جو یہ تقریر سنی منھ فق ہو گیا - شرم سے گردن جھکالی - پسینے میں ڈوب گئی
ہوش حواس جاتے رہے - بوٹی بوٹی کانپنے لگی -
ممتازی خانم یہ حال دیکھکر دل میں کہنے لگی - لو غضب ہو گیا - اماں کو رتی رتی خبر
ہو گئی - بھلا اُن کو ضبط کہاں - یہ ہمیں تھے جو کلیجہ مسوسے دکھ جھیل رہے تھے - مگر اب
ان باتوں سے فائدہ کیا؟ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا - صحنچی سے اُٹھکر آئی اور کہنے لگی -
بی اماں! آج تمکو کیا ہو گیا ہے جو اس قدر برہم ہو رہی ہو - کسی کو الزام دینے سے کیا
فائدہ؟ میری قسمت میں یہی لکھا تھا - جو ہونا تھا سو ہو چکا اب چاہتی ہو کہ سارے شہر
میں رسوائی ہو - نابی بی - اپنی بدنامی مجھے منظور نہیں ہے - اب ان باتوں میں کیا
دھرا ہے - تم نے تو اپنے نزدیک کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی - میں بھی تمھاری بیٹی ہوں
جس طرح ہو گا مصیبت جھیلوں نگی - اور عزت پر حرف نہ آنے دونگی - میں ضرور یہ
کہتی ہوں کہ تم کو کٹنیوں نے دھوکا دیا - اور زمین آسمان کے قلابے ملائے -

اب ان کے آگے کوئی ایسی بات نہ چلے مجھکو تو انھین سے کام ہے۔ برُے ہون یا بھلے
سنگ آمد سخت آمد۔ آدمی کو ہر مشکل کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ یہ مین جانتی ہون کہ ان کو
اتنا مقدور نہین ہے کہ روٹی کپڑا دے سکین مگر اس کے ساتھ ایک بات شکر کی ہے کہ وہ
بد مزاج نہین ہین۔ ہر طرح میرے تابعدار رہین ۔ مین اکثر جان جان کر ان کے آزمانے کو بگڑ
بگڑ کر لڑتی ہون۔ مگر وہ بندۂ خدا کبھی میرے آگے ہونٹ نہین کھولتا۔ اور کوئی بات بڑھکر
نہین کہتا۔ جس کی برائی کہنا چاہیے اُس کی اچھائی بھی ضرور بیان کرنا چاہیے۔ تم انھین
باتون کو غنیمت سمجھو اور خدا کا شکر بھیجو۔ تم کیون بے تاب ہو کر چلی آئین۔ نگوڑا مال اسباب
صدقے کیا تھا۔ ہماری تقدیر مین عیش لکھا ہے تو وہی عیش بھی کرائین گے۔ وہ کما کر لائینگے
اور ہم بیٹھے بیٹھے کھائین گے۔ اور محنت مزدوری کو مین کیا کم ہون۔ مین تو کہتی ہون
وہ خوش مزاجی سے رہین تو اُن کو روٹی کپڑا مین بیٹھے بیٹھے دے سکتی ہون۔ مال کیا چیز
ہے۔ آدمی کی زندگی عیش و آرام سے گذرنا چاہیے۔ میل ملاپ سے رہین ہنسی خوشی سے
دن کٹین۔ یہی لاکھون روپے ہین۔

بی حیدری خانم بیٹی کی باتین سن کر باغ باغ ہوگئین اور کہنے لگین اب میری خاطر نشان
ہوگئی۔ خدا کرے تم دونون ہمیشہ شاد آباد رہو۔ رنج و ملال اور ٹھکا فضیحتی کے ساتھ اگر عیش
بھی ہوا تو کس کام کا۔ اتفاق اور ملنساری کے ساتھ دُکھ بھی کٹ جاتا ہے۔ کسی کا درد دُکھ
کوئی ٹال نہین سکتا۔ روٹی دینے والا تو اللہ ہی ہے۔

ساس نے جب بہو کی گفتگو سنی تو سمدھن کے سامنے اُس کی جھٹ جھٹ بلائین لینے لگی
اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی۔ مین واری تم اپنا دل بھاری نہ کرو۔ مجھکو اپنے بیٹے سے تم سوا ہو
جو کچھ دال دلیا میسر ہوگا پہلے تم کو کھلا لون گی پھر مین کھاؤن گی۔
مین یہ نہین کہتی کہ میرا لڑکا اچھا ہے۔ لیکن شریف زادہ ہے۔ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا
کوئی سرپرست نہ رہا جس کے دباؤ مین رہتا اور تعلیم پاتا۔ بری صحبتون مین بیٹھکر نشہ پانی
مین پھنس گیا۔ میرے پاس جو کچھ تھا یہی ایک لڑکا ہے۔ سب بیچ بیچ کر کھلا دیا۔ اب ایسی
بات کرو جس مین گھر بدنام نہ ہو۔ مین تمھاری زندگی بھر کی لونڈی ہون۔ اور وہ بھی اگر شریف

ہے تو تمہاری تابعداری سے باہر نہ ہوگا۔

بی حیدری خانم تو اپنے گھر چلی آئیں۔ شام کو سرفراز علی خان اپنے گھر آئے۔ ان کو سب خبر باہر مل چکی تھی۔ بہت اُداس تھے۔ چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ سارا نشہ کرکرا ہو گیا تھا۔ بھوک پیاس کہاں تھی۔ اسی غم کے مارے کھانا بھی نہیں کھایا اور منہ لپیٹ کر پڑ رہے

ممتازی خانم نے مسکرا کر مزاج پوچھا۔ اور کہا معلوم ہوتا ہے آج کچھ نشہ پانی نہیں ہوا۔ اب مین سمجھی تم کو کچھ روپے کی فکر ہے۔ بھلا اس کا چھپانا کیا تھا۔ آخر یہ سب زیور کس کا ہے بجلیاں اور کنگن اُتار کر سامنے رکھدیے اور کہا لو شوق سے اپنا نشہ پانی کرو۔ تمھارے دشمن تشویش کریں۔ تم گھبراؤ نہیں میں زندہ ہوں تو روٹی اور نشہ پانی کی فکر تم کو نہ ہونے دونگی۔

خان صاحب نے کہا سچ تو یہ ہے کہ مین تم سے بہت شرمندہ ہوں اور درحقیقت تمھارے احسان اس قدر ہیں کہ جنکو مین زندگی بھر نہیں بھول سکتا۔ ایسی نیک بیوی کس کو ملتی ہے تم نے میری بہت خاطر کی۔ آج تک گھر کا خرچ تمھارے سر رہا مین نے ایک کوڑی بھی نہیں کمائی۔ لیکن تم کو اس پر بھی خوش پایا۔ کمبخت افیون نے مجھکو کسی کام کا نہ رکھا۔ ایسی بے غیرتی کی زندگی کس کام کی۔ جی چاہتا ہے اب لکھنؤ چھوڑ کر کسی ایسے شہر کو چلا جاؤن جہان کوئی جان پہچان نہ ہو پہلے تو افیون کی عادت رفتہ رفتہ ترک کرون پھر مصیبت جھیل کر محنت مزدوری کر کے چار پیسے کماؤن۔

بی بی نے کہا اس کے لیے لکھنؤ چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ تم آج سے گھر مین بیٹھے رہو اور باہر جانا یک قلم ترک کردو۔ کسی سے نہ ملو۔ افیون بھی اپنی معتاد سے کم مقدار مین کھاؤ ایک ہفتہ مین یہ عادت کم ہو جائے گی اور چھ مہینے مین بالکل چھوٹ جائیگی۔ رہا نوکری کا۔ سو ماشاء اللہ تم کچھ شدبُد پڑھ لیتے ہو۔ لکھنے مین ہاتھ ذرا کچا ہے۔ وہ گھر مین مشق کروگے تو مین بھی کچھ بتا دونگی اور تمھاری وجہ سے میرا خط پختہ ہو جائیگا۔ پھر دردولت پر جانا دربار مین عرضی دینا۔ کم سے کم کتب خانہ کے منشیوں مین نوکر ہو جاؤ گے تو دس پندرہ روپیہ مہینا مقرر ہو جائیگا۔ آدمی ترقی کرنا چاہے تو ہم سکے لیے ذرا مستقل محنت کی ضرورت ہے۔ تم اگر میرے کہنے پر چلو تو چند روز مین گھر کی حیثیت درست ہو جائے۔

سرفراز علی خان کو بیوی کی رائے بہت پسند آئی اور اُس نے کہا بے شک تم نے دانشمندی کی بات کہی ہے۔ آج سے مین تمھاری مرضی پر چلونگا۔ دو پیسے روز کی افیون تھی۔ ایک ہی مہینے مین کم کرتے کرتے ایک پیسے کی رہ گئی۔ گھر مین بیٹھا ہوا دن رات لکھا کرتا۔ رات کو کھانے پینے کا سودا خرید لاتا جو کچھ گھر مین ڈال دلیا پکا کھا کر خدا کا شکر بھیجتا۔ دوست احباب افیونی بھائی جسقدر ملنے آتے اُنکو صاف جواب دیدیا جاتا۔ آخر چھ مہینے مین افیون کے عذاب سے غریب سرفراز علیخان نے نجات پائی اور مشق کر کے اپنا ہاتھ بھی کچھ صاف کر لیا۔ پھر حافظ نور اللہ سے جلی کی اصلاح لینا شروع کی اور چند روز مین قطعات کی مشق کر کے اچھا خاصہ خوشنویس ہو گیا۔

خوجہ آفتاب الدولہ قلق کے ذریعہ سے بادشاہ کو عرضی دی۔ عدالت دیوانی کے منشیون مین دس روپے ماہوار مقرر ہو گیا۔ ایک دن اُن کا خط بادشاہ نے بغور ملاحظہ فرمایا۔ شیرین خط بہت پسند آئی اور اپنے کتب خانہ کے منشیون کا افسر بنا دیا پچیس روپیہ مقرر ہوے۔ پھر خواجہ قلق کے ساتھ دربار مین کبھی کبھی جاتے تھے۔ اور نہایت بذلہ سنجی سے کلام کرتے تھے۔ بادشاہ کو ان سے بہت دلچسپی ہوتی تھی۔

اس وقت ثابت الدولہ وبہاج الدولہ مقربان خاص کسی نواب ناظر کی مخالفت سے عتاب مین آئے اور موقوف ہوئے۔ وظیفۂ مقرر ملتوی ہو گیا۔ سرفراز علی خان یاوری قسمت سے اُن کی جگہ پر مقربان خاص مین شامل کر لیے گئے۔ سرفراز علی خان نے بادشاہ کے مزاج مین یہان تک رسوخ پیدا کیا کہ پنج ہزاری مین شامل ہو گئے (انتہا ہو گئی کہ (چند ساعت خواب راحت کے سوا) بادشاہ کو انکی مفارقت گوارا نہ تھی۔

بی ممتازی خانم کا اب کیا پوچھنا ہے۔ پہلے تو غریب نے چھاتی پر صبر کی سل رکھ کے ٹھنڈے پیٹون کاہل میان کو سارا جہیز اونے پونے بیچ کر کھلا دیا۔ یہان تک کہ زیور کی قسم سے ایک پوت کا چھلا بھی نہ رہا۔ پھر آپ مزدوری پر اُتار و ہوئی۔ دن بھر سوئی مار کے جو چار پیسے جمع کرتی۔ پہلے خان صاحب کے آگے پکا کے رکھتی پھر ساس کو کھلاتی پھر آپ بچا کھچا کھا کر خدا کا شکر بجا لاتی۔ پانچون وقت نماز خود بھی پڑھتی تھی اور میان

بھی اور ساس بھی نماز کے پابند ہو گئے۔ رفتہ رفتہ ایک چھوٹا مدرسہ قائم کیا جسمین محلے کے غریب غربا کی لڑکیان لکھنے پڑھنے اور کتر بیونت سلائی کڑھائی سیکھنے آتی تھین۔ تمام شہر سے نفیس اور عمدہ کام ممتازی خانم کے کارخانے مین تیار ہوتا تھا۔ درزی اپنے کان پکڑتے تھے۔ نواب خاص محل نے ان کے مکتب کی تعریف سُن کر چھ سو روپیہ سال بمد اعانت مقرر کر دیا تھا اور وہی ان کی تنخواہ تھی۔ لڑکیون کی محنت سے جو روپیہ آتا وہ ماہ بماہ ان پر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ پڑھنا لکھنا محض معمولی تھا۔ جتنا شریف بی بیون کے لیے موزون ہے چھوٹی چھوٹی اردو مسائل کی چند کتابین اور اردو خوشنویسی۔ برائے نام فارسی باقی کڑھائی سلائی کھانا پکانے کی ترکیبین۔ اگرچہ پچاس روپیہ ان کے لیے کافی تھا مگر اس عقلمند عورت نے شوہر کو ناصحانہ پیرایے مین سمجھا بجھا کر پڑھنے لکھنے کی طرف مائل کیا۔ اور کچھ دنون تک تو آپ پڑھایا اس کے بعد معلمون کی خدمت مین بھیج کر تعلیم دلوائی۔ یہان تک کہ رفتہ رفتہ سرفراز علی خان بھی اس اعلے مرتبہ پر پہونچ گیا اور پانچ ہزار روپیہ مہینا کمانے لگا۔ یہ سب بی ممتازی خانم کی جوتیون کا صدقہ ہے جو میان کو خاک سے پاک کر دیا۔

چاہیے تو یہ تھا کہ سرفراز علی خان بی بی کے پاؤن دھو دھو کر پیتے اور بہت قدر کرتے مگر دولت پاکر آدمی کی آنکھ بدل جاتی ہے۔ بیوی کے ساتھ ان کا وہ طرز نہ رہا تاہم یہ دل مین بیوی کا احسان مانتے تھے اور اب بھی سامنے چار آنکھ نہ کر سکتے تھے۔ روپیہ پاکر ممتازی خانم کے حسن انتظام کا کیا پوچھنا۔ سرفراز باغ سرفراز گنج انھین کے حسن انتظام سے آج تک لکھنؤ مین مشہور ہین۔ ٹکیت رائے کے تالاب کے قریب اس کی عالی شان کوٹھی عالی شان مسجد اس کے نام کی عمدہ یادگار ہے۔ یہ سب کارنامے پکار پکار کر کہہ رہے ہین کہ خوش مزاج۔ نیک عورت وہ شمع ہے جس سے سارا گھر روشن ہو جاتا ہے۔ اور علم و ہنر وہ دولت ہے جو ایک نہ ایک دقت ریاست اور امارت کے زینے پر پہونچا دیتی ہے۔ خدا کی شان ہے وہی ممتازی خانم جو ایک افیونی کاہل آدمی کے ساتھ مصیبت اور تکلیف جھیلنے کے لیے آئی تھی۔ اور جس نے

اپنا تمام جہیز کوڑیوں کے مول بکتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور منھ سے اُف نہ کی۔ ٹوٹے پھوٹے کچے مکان مین تکلیف اُٹھائی اور خدا کا شکر بھیجا کی۔ نیک مزاجی اور عقلمندی نے اُس کو اس بات پر آمادہ کیا کہ مزدوری کر کے خاوند کی پرورش کرے۔ خدا کو یہ بات اُس کی پسند آگئی۔ سُن لی اور ایسی سن لی کہ آج تک بی ممتازی خانم اپنے محل مین دس نوکرون سے براج رہی ہین۔ اور زمانے نے کچھ ایسا ساتھ دیا ہے کہ ہر ایک چھوٹا بڑا ان کا معترف و مداح ہے۔

سرفراز علی خان عجب صاحب اقبال آدمی ہین۔ بیوی ایسی نیک پائی ہے جس کا جواب نہین۔ اُسی کے صدقے مین اتنا عروج حاصل ہوا۔ دیندار ایسے کہ امرا مین آج تک کوئی ایسا پابند صوم وصلوۃ دیکھنے مین نہین آیا۔ مزاج مین خیرات بھی ہے۔ ایک غریب خانہ بنوایا ہے جس مین اندھے لولے لنگڑے پرورش پاتے ہین۔

غدر کے بعد سے اگرچہ ان کو شاہی کی طرح آمدنی تو نہین رہی ہے لیکن مزاج مین ایثار نفسی سوا ہو گئی ہے۔ پائین باغ مین سہ پہر کو بیٹھتے ہین۔ دوست احباب جمع ہوتے ہین اور ہر قسم کی علمی باتون کا چرچا رہتا ہے۔ اکثر لوگون کی دستگیری کرنے کو اپنا فخر سمجھتے ہین۔ مسجد کے مسافرون کی ہفتے مین ایک مرتبہ ضرور دعوت کرتے ہین۔ لوگون مین ان کا وقار سبت ہے۔ اب اگلے لوگون مین ایک انھین کا دم ہے۔

آخری وقت مین خدا نے اولاد سے بھی محروم نہ رکھا۔ ایک بیٹا قادر علی خان کالج مین زیر تعلیم ہے۔ اور ایک لڑکی قمر جہانی جس کی عمر ابھی پانچ برس کی ہے۔ مان کے پہلو سے لگی بیٹھی رہتی ہے اور کچھ ایسی پیاری پیاری باتین کرتی ہے کہ گھر بھرا سے بہت چاہتا ہے۔

لیکن سچ تو یہ ہے کہ سرفراز علی خان کو سرفراز علی خان بی ممتازی خانم کے حسن عمل نے بنا دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ لڑکیون کے لیے تعلیم اور تربیت ضروری چیز ہے۔

افضل النساء

افضل النساء — دھنیا مہری ایک غریب ماہی گیر کی بیٹی تھی جو لکھنؤ مین چکمنڈی کے قریب رہتا تھا اور عسرت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اس زمانے مین بادشاہ کے دربار مین اس کے خاندان کے بہت سے لوگ کہارون مین نوکر تھے، مگر اس غریب نے ہمیشہ ماہی گیری کے پیشہ مین اپنی زندگی بسر کی۔ اور آخری وقت مین اسی تجارت مین اُسے کچھ ترقی نصیب ہوئی۔ جب دھنیا مہری پیدا ہوئی تو اس کی آمدنی معقول تھی۔ لڑکی ایک ہی تھی اور باپ کی آخری عمر مین پیدا ہوئی تھی۔ اس لیے باپ کو اس سے بہت محبت تھی۔ ایک سبب اور بھی تھا یعنی ابتدا ہی مین ہونہار معلوم ہوتی تھی۔ ناک نقشہ سے درست تھی۔ سب سے زیادہ عمدہ بات یہ تھی کہ ایسے خاندان مین اتنی تمیزدار لڑکی آج تک دیکھنے مین نہین آئی۔

سات برس کے سن مین باپ نے پڑھنے بٹھا دیا اور دو برس مین قرآن شریف ختم کر کے مسئلہ مسائل کی دو کتابین بھی پڑھ لین۔ نماز کی پابند تھی۔ دس برس کے سن مین پہونچی تھی کہ باپ نے انتقال کیا، مان نے اپنے خاندان کے کسی لڑکے سے شادی کر دی ساس تو بادشاہ کے محل مین کہاریون مین نوکر تھی۔ گھر کا کھانا، سینا پرونا، دھنیا بیچاری کے سر تھا۔ آخر لالچ مین آکر ساس اسے بھی محل مین لے گئی۔ شاہی محلات نے اسے پسند کیا اور ہر ایک کو یہ خواہش ہوئی کہ ہمارے محل مین رہے۔

لیکن نصیر الدین حیدر بادشاہ نے اسے دانشمند پاکر ڈیوڑھی کے جلوس کی مہریون کا اس کو مختار کل بنا دیا۔

اس زمانے مین دو سو کہاریان بادشاہ کی سواری مین نوکر تھین۔ اور ان سب کے عزل و نصب کا اختیار ڈلو کہاری کو تھا۔

کہاری اور مہریون مین بین تفاوت تھا یعنی کہاریان بادشاہی بوجھ اٹھاتی تھین

ان کی وردی سبز ہوتی تھی۔ سبز مخمل کی تکیئیان ان کے کندھون پر رکھی جاتی تھین۔ سبز گرنٹ کے نیم آستین کے شلوکے۔ سبز دوپٹے۔ سبز گرنٹ کے لہنگے۔ یہان تک کہ پانوئن مین سبز جوتی ہوتی تھی۔

مہریان بادشاہی محل کا کل کام انجام دیتی تھین اور سواری کے وقت بادشاہ کے بوچے کے ساتھ مورچل۔ پنکھے۔ خاصدان۔ اگالدان۔ سورج مکھی۔ چنور۔ چتر۔ لیکر چلتی تھین دو سو مہریون کی افسری دھنیا مہری کو حاصل تھی۔ مہریون کی پوشاک مختلف رنگون کی ہوتی تھی۔ پچاس پچاس گز کے گلبدن کے لہنگے۔ جن مین چھ چھ بالشت کی ٹپاخے کی گرنٹ کی گوٹ۔ ٹول کے نیفے۔ ریشمی ازاربند۔ ماتھے پر سونے کا چھپکا۔ سونے کی مچھلی کانون مین جڑاؤ بالیان۔ پانوئن مین جھڑے۔ ہاتھون مین کنگن کڑے۔ زردوزی جوتی یہ گویا انکی وردی تھی جو بادشاہ کی طرف سے ملتی تھی۔ اور خاص سواری کے وقت ملتی تھی یا دربار مین جانے کے وقت پہن لیتی تھین۔ ورنہ محل مین گھٹنے پائجامے پہنکر کام کرتی تھین

دن بھر مین دو وقت بادشاہ بوچہ پر سوار ہوتے تھے۔ صبح کو دس بجے جب محل سے برآمد ہوتے تھے اور دربار مین تشریف فرما ہوتے تھے۔

سہ پہر کو چار بجے جب دربار برخاست فرما کے محل مین تشریف لیجاتے تھے۔ کبھی کبھی خلاف وقت بھی سوار ہوتے تھے۔

اس کے علاوہ جب دربار سے باہر تشریف لیجاتے تھے۔ اور بوچہ پر سوار ہونا چاہتے تھے تو اس سواری کے لیے دوسرے کہار نوکر تھے ان کا انتظام راجہ مہرا کے ہاتھ مین تھا۔ دھنیا مہری کے حسن انتظام سے۔ اس کا عروج ہونے لگا۔ اور بادشاہ نے اسے افضل النساء خانم کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ تمام عملہ انھین خانم صاحب۔ اور خود بادشاہ اور شاہی محل خانم خانم کہتے تھے۔

بادشاہ اس کی تمیزداری اور حسن ادب سے خوش ہوکر ہزارون روپیہ کا انعام دیتے تھے۔ بڑے بڑے متوسلین دربار اسکی خوشامد مین رہتے تھے، دھنیا مہری ایسی نیک مزاج تھی کہ کبھی کسیکے بارے مین اس نے بادشاہ کے روبرو شکایت کا لفظ منھ سے نہین نکالا حالانکہ اسکے

عروج سے خائف ہوکر لوگون نے اس پر بہت سی تہمتین تراشین لیکن دھنیا مہری کے استقلال مزاج نے سب کو نیچا دکھایا۔

خطاب کے ساتھ چودہ پارچے کا خلعت مع سپر و شمشیر بادشاہ نے اسے عنایت فرمایا تھا

دھنیا مہری اپنے حسن خدمت سے محلات کی ناظر مقرر ہوئی۔ تمام محلات شاہی کو بادشاہ کے احکام پہونچانا۔ اور ان کو ہدایت کرنا۔ خواصون کو بحال اور برخاست کرنا اس کے اختیار مین تھا۔

باوجود ان اختیارات کے کسی محل کی بدخواہی بدگوئی نہین کی۔ بلکہ ان کو مناسب فہمایش کرتی رہی۔

جب محل کے کامون سے فرصت ملتی تو بادشاہ کے سر پر سر دربار چنور لیکر کھڑی ہوجاتی اسکی خدمتون نے بادشاہ کے دل مین گہرا نقش کردیا تھا۔

اپنے شوہر کی بہت مطیع تھی۔ کم سنی مین خدا نے اسے ایک بیٹا عطا کیا تھا جس پر آتا نوکر تھی۔ اپنی ذات برادری کے ساتھ بہت حسن سلوک سے پیش آتی تھی۔

سب سے پہلے جو عمارت اس نے بنوائی وہ خدا کا گھر تھا۔ چک منڈی کی مسجد اسکی پہلی یادگار ہے جو آج کل سر راہ ہونے سے بہت بارونق ہے۔ مسجد کے نیچے کچھ دکانین بھی بنوادی تھین جنکی آمدنی مسجد کے خرچ کو کافی ہے۔

اس کے بعد بادشاہ سے زمین حاصل کرکے اپنے اعزا اور ہم قومون کے لیے شہ درے کے قریب ایک محلہ آباد کیا۔ اور بہت سے مکان تعمیر کرکے غریب لوگون کو مفت دیدیے عالم نگر کے پاس ایک پل تعمیر کیا۔ یہان برسات مین لوگون کو آمدرفت مین بہت دقت ہوتی تھی۔ اسی پل کے پاس ایک مسجد بنوائی جو آج کل شکستہ حالت مین ہے۔ مسجد سے کچھ فاصلے پر ایک امام باڑہ بنوایا جس مین بہت تکلف سے چالیس دن تک تعزیہ داری ہوتی تھی۔ امام باڑے کے پاس ایک لنگر خانہ بنوانا چاہتی تھی۔ مگر کوئی جگہ نہ تھی اسلیے فقیر محمد خان رسالدار سے اس نے درخواست کی کہ آپ کے شترخانہ مین افتادہ زمین بہت ہے۔ اگر تھوڑی زمین مجھے مل جائے تو یہان ایک لنگر خانہ بنوادون۔ اسکا ثواب آپ کو او

مجھے دونون کو ہوگا مگر خانصاحب نے اسے قبول نہ فرمایا۔

کچھ دنون کے بعد بر سبیل تذکرہ بادشاہ سے ذکر آیا تو کہنے لگی کہ میرا ارادہ تھا کہ امام بارے کے قریب ایک لنگر خانہ بھی بنوادون۔ لیکن حضور کی عطا کی ہوئی زمین تو مسجد اور امام بارے مین ختم ہوگئی۔ رسالدار صاحب سے شترخانے کی سوگز زمین مانگی تھی۔ انھین دینے مین انکار ہوا۔ اس لیے مجبور ہوگئی۔

بادشاہ نے ترش رُو ہو کر کہا حب کہ تمام قلمرو کے ہم مالک ہین تو خان صاحب کو ایسے نیک کام مین زمین دینے سے کیون عذر ہوا۔

فوراً راجہ درشن سنگھ کو حکم دیا کہ ابھی رسالہ دار سے زمین لیکر لنگر خانہ تیار کرایا جائے فقیر محمد خان کو یہ امر نہایت شاق گذرا مگر قہر درویش برجان درویش۔ بے چون وچرا تعمیل احکام کی۔ اور موقع کے منتظر رہے۔

حسن اتفاق سے ایک مرتبہ دھنیا مہری سے بادشاہ کچھ ناخوش ہو گئے اور وہ اپنے گھر بیٹھ رہی۔ خان صاحب نے موقع کو غنیمت سمجھ کر لنگر خانہ کھدوا کر زمین شترخانے مین شامل کر لی۔

کچھ دنون بعد اُس کی خطا معاف ہوئی اور دربار مین داخل ہوئی تو اُس نے یہ قصہ بادشاہ سے دُہرایا۔ سنتے ہی آگ ہو گئے اور فوراً نواب روشن الدولہ کو بلا کر سارا قصہ خان صاحب کی شرارت کا سنایا۔ اور کہا کہ خان صاحب کیا سمجھتے ہین۔ مین نے ابھی ان کو برطرف کیا۔ ابھی دم شہر سے نکل جائین۔

روشن الدولہ تو بادشاہ کے مزاج سے واقف تھے۔ خانصاحب سے صورت حال من وعن بیان کی اور کہا مناسب یہ ہے کہ ابھی وقت اپنے تمام متعلقین کو مرزا گنج بھجوا دو اور تم تن تنہا یہان رہو۔ دو چار روز مین بادشاہ کا غصہ کم ہو جائیگا تو تمھاری تقصیر معاف کرا دیجائے گی۔ ورنہ تمکو بھی شہر چھوڑنا پڑیگا۔

اسکے بعد نواب روشن الدولہ بہادر نے دھنیا مہری کو بہت سمجھایا اور کہا مجھے معلوم ہے کہ تم نے آج تک کسی کی شکایت بادشاہ سے نہین کی ورنہ تمکو بہت کچھ اختیار

تھا۔ لیکن اس معاملے مین تم نے مجبور ہو کر ایسی جرأت کی۔ اب ایک شریف کی عزت کا معاملہ ہے۔ تمکو اپنے کام سے مطلب ہے۔ لنگر خانے کے واسطے اس سے دونی زمین لے لو۔ مگر اس معاملے کا اب دوبارہ بادشاہ سے ذکر نہ کرنا۔ اس نے سب کے سمجھانے سے اس بات کو قبول کر لیا۔ سبحان علی خان نے کہا یہ نہین، میرے سامنے اس بات پر قسم کھاؤ کہ اب بادشاہ سے اس کا ذکر نہ کرون گی۔ دھنیا مہری نے کہا مین اس بات کی قسم نہین کھا سکتی، اس لیے کہ اگر بادشاہ خود پوچھ بیٹھے تو صورت حال بیان کرنا ضرور ہو گی۔ لیکن اس قدر بہ قسم اقرار کرتی ہون کہ از خود اس قصہ کو نہ چھیڑونگی۔ کچھ دنون کے بعد بادشاہ نے نائب سے دریافت کیا رسالدار چلا گیا یا شہر مین چھپا بیٹھا ہے۔ نواب نے عرض کیا بموجب حکم عالی اسی روز خارج البلد ہو گیا۔ اور فقیر محمد خان کو خبر دی کہ تم آج ہی لکھنؤ سے باہر چلے جاؤ۔ خان صاحب نے کبیدہ خاطر ہو کر اپنا تمام اسباب خانہ داری۔ غلہ۔ اناج۔ محتاجون کو تقسیم کر دیا اور آپ مرزا گنج چلے گئے۔ دھنیا مہری کا لنگر خانہ بدستور قائم ہو گیا۔

کہاریون مین بہت کم ایسی تھین جن کا تعلق اہل دربار سے نہ ہو۔ چنانچہ ڈلوی کہاری نواب روشن الدولہ سے تعلق رکھتی تھی۔ مگر دھنیا مہری کا دامان عصمت ان ناواجبی کتون کے لوث سے پاک تھا۔ وہ ان اہم ذمہ داریون کے ساتھ بھی پابند صلوۃ تھی اس کا روپیہ ہمیشہ نیک کامون کے لیے وقف تھا۔ کتنی نا کتخدا غریب لڑکیون کی شادیان کرا دین۔ بہت سے کنوین تعمیر کرائے۔ نصیر الدین ایسے پر غضب بادشاہ کو اسپر اعتماد کلی تھا۔ محلات شاہی کی خفیہ خبر رسانی اسکے متعلق تھی۔ مگر وہ اس سخت ذمہ داری کو اسنا بوجوہ احسن انجام دیتی تھی کہ کسی متنفس کو اسپر اعتراض کرنے کا موقع نہ ملتا تھا۔

اسے حسن خوبی نے اس ریاست اور دولت پر پہونچایا وہ حسن طلب تھا۔ اس جوہر نے اسے بہت مالدار بنا دیا تھا

ایک دن بادشاہ نے آہستہ ایک پھول کی چھڑی اسے چھوا دی۔ کہنے لگی قربان جاؤن۔ پھول کی چھڑی سے کیا مارتے ہو۔ اس مین اگر موتی ٹنکے ہوتے تو کچھ لونڈی کا بھلا

بھی ہوتا۔ بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ متعدد عمدہ موتیوں کی چھڑیاں تیار ہوں۔ حکم کی دیر تھی چھڑیاں بات کہتے میں آگئیں جن میں بیش قیمت موتی ٹکے ہوئے تھے۔ بادشاہ ایک انداز خاص سے ایک چھڑی مارتے تھے۔ دھنیا مہری شوخی سے چھین لیتی تھی۔ اسی طرح سب چھڑیاں حاصل کیں۔

نواب قدسیہ محل نے سنا کہ دہلی کی بیگم نے ایک لاکھ کا جوڑا تیار کرا کے زیب تن کیا ہے۔ انھوں نے بھی بادشاہ سے فرمایش کی۔ بادشاہ نے مکا درزی کو بلوا کر حکم دیا کہ ایک لاکھ روپیہ کا ایک جوڑا ایسا تیار کرو جس کی نظیر نہ ہو۔ مکا نے چھ مہینے کی مدت میں بہت درزیوں کی صلاح اور مشورے سے پوشاک تیار کی۔ اس جوڑے کا کیا پوچھنا تھا۔ جابجا لعل و گوہر ٹکے تھے۔ مکا درزی اسے بہت آرایش و زیبایش کے ساتھ کشتی میں لگا کر روشن چوکی کے ساتھ لیکر حاضر ہوا۔ قدسیہ محل حمام میں تشریف لے گئیں اور نہا دھو کر پوشاک زیب بدن کی۔ اس لباس کی تعریف کیا ہو سکے جس میں لاکھ روپیہ صرف ہوا ہو۔

دھنیا مہری نے دیکھکر فوراً کہا بیگم صاحب مبارک ہو جیسی تم فیاض بیگم ہو ویسا ہی بیش بہا جوڑا بھی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس جوڑے کے لیے ایسی ہی بیگم چاہیے تھی۔ خدا اس سے زیادہ ترقی مدارج کرے اور وہ دن دکھائے کہ تم ایسے جوڑے ہم غریبوں کو بانٹو۔ یہ کلمہ سنتے ہی بیگم نے جوڑا اتار کر دھنیا مہری کو دیدیا۔ ہر چند وہ غریب کہا کی کہ حضور میری یہ غرض نہیں تھی کہ حضور مجھے پوشاک عطا کریں۔ بلکہ میرا دل دیکھکر خوش ہو گیا۔ لونڈی بھلا ایسی پوشاک کیونکر لے سکتی ہے۔ بیگم خدا کے واسطے اسے پہنے رہو۔ ورنہ بادشاہ سلامت ناخوش ہوں گے۔ ابھی تو انھوں نے تم کو پوشاک پہنے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔ اور میں بغیر حکم بادشاہ کے اتنی قیمتی چیز کیونکر لے سکتی ہوں۔

بیگم فرمانے لگیں میں نے کچھ اس غرض سے نہیں دی کہ تم نے پسند کی بلکہ مجھے تمہارا ہی جوڑا بہت گراں معلوم ہوا [illegible] تمہیں میرے سر کی قسم اسی وقت اس جوڑے کو پہن کر دربار میں حضور کو سلام کر آؤ۔ اس نے کہا لو اور سنو بیگم تم تو ستم پر ستم کرتی ہو۔ بادشاہ سلامت

مجھے یہ پوشاک پہنے ہوے دیکھکر یا تو گولی ماردین گے۔ یا زندہ چنوا کر تیرباران کرادین گے
مین ہاتھ جوڑتی ہون مجھے تو معاف رکھو۔ تم چاہتی ہو مجھ نگوڑی کی ناک کاٹی جائے۔ اور
گدھے پر سوار کی جاؤن۔

بیگم نے کہا بلا سے ہمارا حکم پورا کرو۔ چار و ناچار دھنیا مہری نہا دھو کر جوڑا پہن کر بڑے
ٹھسے سے بادشاہ سلامت کے روبرو جوڑا پہنے ہوئے گئی۔ اور نہایت ادب سے خمیدہ
ہو کر تین مرتبہ فراشی سلام کیا اور ہاتھ باندھکر عرض کی کہ حضور تقصیر معاف ہو۔ قربان جاؤن
بیگم صاحب کا حکم بجا لائی ہون۔ تمام اہل دربار دیکھکر زرد ہو گئے۔ بادشاہ بھی کسی قدر
منغص ہوے مگر خاموش رہے۔

شام کو جب محل مین تشریف لائے تو قدسیہ محل کو مخاطب کر کے فرمایا بیگم تم نے وہ جوڑا
پہن کر ہمین نہ دکھایا اور خیرات کر دیا۔

بیگم نے کہا خدا جانے ایسے ایسے کتنے جوڑے آپ کی سلامتی مین پہنون گی مگر پہنے کا
نام نہین ہوتا ہے۔ دینے کا نام ہوتا ہے۔ مین پہنتی تو صرف تم دیکھکر خوش ہوتے دوسرے
محلون کو صدمہ ہوتا کہ ان پر مجھے شرف حاصل ہوتا۔ خانم نے پہنا تم نے دیکھا خوش ہوے
اہل دربار نے دیکھا خوش ہوے۔ محلات نے دیکھا خوش ہوئین۔ اس فیاضی کا نام دلی
تک پہونچ گیا۔

اور شاید یہی غرض تمھاری بھی تھی۔ مجھے تو اپنے پہننے سے دیدینا اچھا معلوم
ہوتا ہے۔ وہ بیچاری تو لیتی نہ تھی کہ خلاف مزاج بادشاہ ہوگا۔ مین نے کہا کچھ دیوانی
ہوئی ہے۔ ان کی سیر چشمی کے آگے یہ جوڑا نگوڑا کیا چیز ہے۔ ایسے ہزارون جوڑے تقسیم
کر چکے ہون گے۔ تو نے ابھی دیکھا کیا ہے۔

یہ تو تیری آنکھون دیکھی بات ہے کہ سوا لاکھ روپیہ کا چبوترہ انھون نے لات مار کر لٹا دیا تھا
تب وہ ڈرتے ڈرتے دربار مین سلام کرنے گئی۔ اور سلام کر کے الٹے پانون بھاگ آئی۔
بادشاہ نے فرمایا کہ بیگم تمھاری یہ فیاضی تو اولوالعزم بیگمون کی فیاضی پر شرف لیگئی
اس کے بعد مسکرا کر خاموش ہو رہے۔

بادشاہ جانتے تھے کہ ایسی کارگزار دیانت دار تجربہ کار دانشمند عورت دوسری نہیں مل سکتی۔ محلات کے کیل کانٹے کا بندوبست اسی کے ہاتھ مین تھا۔ شام کو گرجنون کو پہرہ تقسیم کرتی تھی۔ یہ بہادر قوم کی عورتین بندوق لیے ہوے محلات کی چھتون پر گشت کرتی تھین۔ ممکن نہ تھا کہ وہان کوئی پرندہ پر مار سکے۔

باری والیون کو چپتی کا کام تقسیم کرنا۔ مغلانیون کو چھٹی دینا۔ پیش خدمتون کو کام پر بلانا قصہ خوانیون کی طلبی۔ مرثیہ خوانون کی حصہ رسانی۔ باورچنون کی دیکھ بھال سب دھنیا مہری کے سپرد تھا۔

راجہ درشن سنگھ غالب جنگ قوم کے کرمی تھے۔ رفتہ رفتہ بادشاہ کے فراج مین اتنے دخیل ہوے کہ ڈیوڑھی خاص کا انتظام جو کی پہرے کی نگرانی ان کے متعلق ہو گئی تھی۔

فقیر محمد خان رسالدار کے معاملے مین دھنیا مہری سے زک اٹھا چکے تھے۔ ہمیشہ اس کی فکر مین رہتے تھے۔

ایک دفعہ عشرہ محرم کے زمانے مین نذر امام کا کھانا محل مین لیجانا چاہتی تھی کہ آپ نے اعتراض کیا اور کہا بے اجازت بادشاہ کے تم کھانا نہین لیجا سکتی ہو۔ اس نے کہا بیٹھو بھی چار چوکیدارون کے بھروسے پر اتنا نہ بھولو۔ محل کا اختیار تم کو نہین ہے۔ لو اور سنو اب اتنے ہوے کہ میرے منہ چڑھنے لگے۔ جاؤ بادشاہ سے کہدو مین کھانا ضرور بھیجونگی یہ سمجھے ہوئے تھے کہ خانم سے تکرار ہوگی تو محل کی گرجنین غضب کر دین گی۔ اس امر کی بادشاہ سے شکایت کی۔

بادشاہ نے کہا تم کو اس معاملے مین دخل نہ دینا چاہیے۔ دھنیا مہری قدیم الخدمت دیانت دار عورت ہے۔ اسکے متعلق ہابدولت کوئی شکایت سننا نہین چاہتے۔

راجہ درشن سنگھ کو معلوم ہوا کہ سبحان علی خان کی ریشہ دوانی سے مجھے یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ ورنہ دھنیا مہری ایسی سخت گفتگو نہ کرتی۔

بادشاہ کو جو محلات سے شکایت ہوتی تھی۔ اس کا فیصلہ بھی خانم کے ذریعہ سے ہوتا تھا اور یہ بوجوہ احسن سمجھا دیتی تھی۔

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خان کی معرفت بادشاہ نے پانچ سو جوڑے طلائی کنگن بنوائے کہ پیش خدمتون کو انعام مین دیے جائین گے۔ آپ نے چاندی کے کنگن بنوائے۔ اون پر سونے کا ملمع کرادیا۔ یہ کنگن خانم کے ہاتھ سے تقسیم ہوئے۔ اس نے اسی وقت دیکھکر اس بات کا اندازہ کرلیا کہ کنگن طلائی نہین ہین۔

مگر حکیم صاحب کی مروت سے خاموش ہو رہی چند روز کے بعد یہ راز کھلا اور حکیم صاحب پر الزام آیا تو حکیم صاحب نے جواب دیا کہ مین نے محض سرکار کی خیر خواہی کے سبب سے ملمع کے بنوادیے چنانچہ حساب مین بھی وہی قیمت درج ہے۔ انھین طرفداریون سے خانم ہر دلعزیز تھی۔ عملے کے کسی شخص کو اس سے شکایت نہ تھی۔

خانم نے ایک عالی شان مکان کاظمین اور دیانت الدولہ کی کربلا کے درمیان مین بنوایا تھا۔ آخر وقت مین اسی مکان مین رہتی تھی۔ اس کے بعد ورثا نے اس عمارت کو مولا تمباکو والے کے ہاتھ بیچ ڈالا۔ اب یہ مکان سڑک مین آگیا اور اس عمارت کا نام نشان بھی باقی نہ رہا۔

نصیر الدین حیدر بادشاہ شراب نوشی کے سبب سے مختلف امراض مین مبتلا ہو گئے تمام عملہ بادشاہ کی فضول خرچی سے عاجز تھا۔ پہلی بار یہ ہوا کہ بادشاہ کو جو ساقی شراب پلاتا تھا اس نے شراب مین بمشورہ اکابرین سلطنت زہر ملا دیا۔ شراب جس وقت گلاس مین انڈیلی گلاس ٹوٹ گیا۔ بادشاہ نہایت متحیر ہوئے۔ اور اس عملے کو موقوف کردیا جان کے خوف سے خاصہ بھی تناول نہ فرماتے تھے۔ جب کئی فاقے ہوچکے تھے تو پہرے کے تلنگون سے چبینا مانگ کر کھالیتے تھے۔ اعزہ بے رخی دیکھکر کنارہ کش ہوئے روشن الدولہ ہر وقت خدمت مین حاضر رہتے تھے۔ محل مین جانا موقوف کردیا۔ ڈلو کہاری۔ اور دھنیا مہری ہر وقت خدمت مین حاضر رہتی تھیں۔ آخرین استسقا ہوگیا۔ ربیع الثانی ۱۲۵۳ھ تک اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی۔ حسن اتفاق سے آناجی نے کر۔۔۔ وہ کھاتے ہی طبیعت بدمزہ ہوگئی۔ چوکی پر گئے وہان سے بمشکل مسہری تک آئے ہاتھ پانون سرد ہوگئے۔ کچھ کچھ حواس باقی تھے تشنگی معلوم ہوئی۔ دھنیا مہری نے تردد کا

پانی ایک گلاس مین دیا، پیتے ہی حالت دگرگون ہوگئی۔ اور چوتھی تاریخ ربیع الثانی ہفتہ کے روز انتقال فرمایا۔

جو لوگ دربار سے الگ ہو چکے تھے اور خانہ نشین ہوگئے تھے انھون نے راے قائم کی کہ اناجی نے زہر دیا۔

بعض کہتے تھے نہین دھنیا مہری نے تربوز کے پانی مین زہر ملا دیا تھا بعض کہتے ہین ڈلو نے روشن الدولہ کی سازش سے ایسا کیا۔

غرضکہ بادشاہ کے تمام آخر وقت کے رفیق بدنام اور مورد الزام تھے مگر دھنیا مہری کا نام کھلے لفظون مین لیا جاتا تھا۔

بادشاہ کی وفات کے بعد مرزا رفیع الدین حیدر منّا جان زبردستی تخت نشین ہوے اور فوراً حکم دیا کہ سبحان علی خان کا مکان کھدڑا لو اور تمام اسباب لوٹ لو روشن الدولہ کو گرفتار کرکے ابھی لاؤ۔ روشن الدولہ گرفتار ہوے۔ مگر مشکل سے قادر بخش جمعدار نے ان کو قتل ہونے سے بچا لیا۔ راجہ شیو درشن کو بھی قید کیا۔ رفیق الدولہ عظیم اللہ خان بھی قید ہوگئے۔

دھنیا مہری کا تمام مال واسباب لوٹ لیا۔ اور اسے بھی گرفتار کرکے لائے۔

آخر جب رزیڈنٹ نے منّا جان کو گرفتار کر لیا۔ روشن الدولہ۔ سبحان علی خان۔ دھنیا مہری قید ستم سے رہا ہوے۔ اور دھنیا مہری نے کچھ دنون کان پور مین قیام کیا اس کے بعد لکھنؤ مین آئی۔ عہد محمد علی شاہ تک زندہ تھی۔ یہ معلوم نہین کس سنہ مین انتقال کیا۔

بہرحال افضل النساء خانم عرف بی دھنیا مہری بھی لکھنؤ کے قبرستان کے کسی گوشہ مین آرام کر رہی ہین۔ مگر اب تو ان کی قبر کا پتہ بھی نہین ملتا۔ کوئی کہتا ہے اپنے امام باڑے مین دفن ہے۔ اور کوئی خدا بخش کی کربلا کا پتہ دیتا ہے۔

عورت تھی نیک دل۔ اس لیے مسجدین۔ پل۔ امام باڑہ۔ لنگر خانہ۔ کنوین۔ آج تک اس کے زندہ ہونے کا ثبوت دے رہے ہین۔ اور یہی نیک اعمال کام آتے ہین۔

جعفری خانم

نہایت عقل مند تیز مزاج لڑکی تھی۔ باپ سکندر خان فوج کے رسالدار تھے پنشن ملنے کے بعد سے کپڑے کی تجارت کرنے لگے تھے۔ نہایت خوشحال رئیس تھے بہت سی املاک خرید لی تھی جس کی آمدنی معقول تھی۔

دو بھائی تھے۔ ایک کم ہمت بخیل۔ کنجوس۔ اسکا نام علی بہادر۔ دوسرا چالاک تیز شریر۔ دغاباز۔ مال مردم خور۔ اس کا نام شیر خان تھا۔ دونون پڑھے لکھے۔ علم مجلس سے واقف۔ باپ کو اگرچہ دونون کی حرکتین ناپسند خاطر تھین۔ اور خود غرضی پر نفرین کرتے تھے۔ لیکن دونون سے بیحد محبت تھی۔ لڑکون سے جو خلاف حرکتین صادر ہوتی تھین۔ ان پر پردہ ڈالتے رہتے تھے۔

جعفری خانم سے باپ کو محبت نہ تھی۔ لیکن ماں جان و دل سے پیار کرتی تھین۔ کیونکہ پڑھی لکھی سلیقہ مند لڑکی تھی۔ خود کام کرنا پسند نہ کرتی تھی۔ لیکن نوکرون سے کام لینے کا اچھا سلیقہ تھا۔ اور غیرت مزاج مین اس قدر تھی کہ جس کام کو منع کر دو۔ عمر بھر کی چھٹی ہے۔ مگر لڑکی کو ماں سے اتنی محبت نہ تھی جتنی باپ سے تھی۔

چھوٹے سے سن مین جعفری خانم کی شادی ہوگئی تھی اور سسرال والے نہایت غریب تھے۔ ٹوٹا ہوا مکان۔ سڑا ہوا چھپر۔ اسمین ایک ماں اور ایک بیٹا ایک بہو۔

جعفری خانم کو سسرال والون کے غریب ہونے کا بہت رنج تھا۔ اور اسی سبب سے وہ سسرال مین کم رہتی تھی اور دم الجھا کرتا تھا۔ کبھی خدا پر غصہ آتا تھا کہ ایسے غریب مفلس آدمی دنیا مین کیون بھیجے۔ کبھی ماں باپ پر دانت پیستی تھی کہ کمبختون نے ہم کو کیون ایسی مصیبت مین دھکیل دیا۔ اور اس ذلیل زندگی پر مرنا پسند کرتی تھی۔ خدا کی قدرت کہ شادی کے دو برس بعد اسکے یہان ایک لڑکی پیدا ہوئی۔

مفلسی سب بہار کھوتی ہے۔ افلاس کے سبب سے اسکے چھوٹی چلون مین کچھ دھوم

دھام نہ ہوئی - شوہر یوسف خان پڑھا لکھا - قابل نیک مزاج - ملنسار - سادہ لوح
سیدھا مسلمان تھا - مگر غریب مفلس بے روزگار - پچیس برس کی عمر تھی - نوکری کی تلاش
مین رہتا تھا - مگر ملازمت تو اسی زمانے مین عنقا ہے - دوسرے جسکا کوئی وسیلہ کوئی ذریعہ
نہو اسے ملازمت کا ملنا کس قدر دشوار ہے -

اسی سبب سے جعفری خانم کی کچھ میکے مین بھی قدر نہ تھی - مان باپ بھی کم نظری
سے دیکھتے تھے - لیکن پھر تھوڑی بہت مان کو محبت تھی - اور وہی انکا سارا آسرا تکتی تھی
جب تقدیر پھوٹی ہوتی ہے تو سب طرف سے زوال آتا ہے - بدقسمت جعفری خانم
کے نصیب دیکھو کہ شادی کے پانچ برس بعد دفعۃً مان بیمار ہوگئی -

اور مٹی سے پورے چھ مہینے اپنی خدمت لیکر دنیا سے رخصت ہوگئی - جعفری خانم
کو جتنا صدمہ اپنی مان کے مرنے کا ہوا اگر شوہر بھی مرجاتا تو اتنا رنج نہ ہوتا - کھڑے قد
سے پچھاڑین کھاتی تھی اور بیہوش ہو ہو جاتی تھی - رات بھر موئی مان کے سرھانے
بیٹھی رویا کی - صبح کو جب جنازہ اٹھنے لگا تو چارپائی کو پکڑ کر چیخین مار مار کر کہتی تھی - امان
تم ہمکو اپنے ساتھ نہ لے چلین - ہے ہے مجھے کس پر چھوڑے جاتی ہو -

خدا جانے مان کو اپنے مرنے کی پہلے سے خبر ہوگ...
دونون بیٹون کی ...
مان کے ...
تھے ان ک...
مکا...
ار...

ہوتا تھا۔ بیچارے آٹھ آٹھ آنسو روتے تھے اور دل ہی دل مین اولاد پر لعنت بھیجتے تھے
اور تنگ آمد بجنگ آمد کہکر ٹال دیتے تھے۔ جائداد پر بیٹون کا قبضہ تھا۔ بڈھے نے بہت
کچھ چاہا کہ میری زندگی مین تو کچھ بھی میرا وقار قائم رہے۔ اپنے مصارف کے لیے تجارت
مین سے کچھ ماہوار لینے کی کوشش کی۔ لیکن لڑکون نے یہ کہکر کہ آپ کو کیا ضرورت ہے جبکہ
ہم لوگ آپ کی خدمت کو موجود ہین۔ آپ کونے مین بیٹھے ہوئے اللہ اللہ کیا کیجیے۔

باپ نے کہا بیٹا یہ کون سی بات ہے کہ مین دو آنے حجامت کے تم سے منگواؤن تو
مین کسی نوکر کو چار پیسے انعام کے دینا چاہون تو تم سے مانگون۔ آدمی کے ساتھ دس
خرچ ہر وقت لگے رہتے ہین۔

لڑکون نے کہا اول تو ہم سے مانگنے مین کون سی شرم کی بات ہے ہم ہمیشہ آپ سے
مانگا کیے۔ دوسرے آپ دکان کے دیوان سے جو کچھ منگوائیے گا وہ بے عذر دیدینگے۔
اب گھر کی حالت بدل گئی ہے۔ باپ کے ملنے والے جتنے آتے ہین پان حقہ سے
محروم چلے جاتے ہین۔ بڑے میان کا کچھ بس نہین چلتا۔ بیرون پکارا کرتے ہین حقہ
تک نہین دیتا۔

کیا کرتا ہے۔
کے جھٹ جاتے

قدیم الخدمت ہے۔

صاحبزادے دن رات شروانی کوٹ پتلون قمیص۔ نکٹائی۔ کالر کی تیاری مین مصروف ہین
پاس کی عورتین جو اتفاق سے دیکھنے کے واسطے آتی ہین۔ ان کی ایسی خرابی
ہوتی ہے۔ کہ ایک بہو کہتی ہے مجھ سے ان سے کیا واسطہ۔ کچھ میری سگی سوتیلی نہین
ہین۔ دوسری بہو کہتی ہے کمبخت کیسی بے غیرت ہین۔ نہ ہم سے غرض نہ واسطہ ڈولی
مین سوار ہو۔ دھم مدار نازل ہوگئین۔ جیسی آئی ہین ویسا ہی اپنا سر کھائین۔ کوئی انکی
بات تو پوچھنے کا نہین۔

بڑے میان ہین کہ پھڑپھڑاتے پھرتے ہین کہ کوئی ان کی خاطر مدارات کرے۔
انکی بات پوچھے۔ کبھی اندر جاتے ہین کبھی باہر آتے ہین۔ تم نے پان کھایا؟ بچون
کے واسطے پیسے دو پیسے کی چیز بھی لاتے ہین۔ آنے والی عورتین گھر کی یہ حالت
دیکھکر کہ جن کے گھر مین جن کے منہ سے ہم آئے [illegible] انھین کی بات نہین پوچھتا
توہم کس گنتی مین ہین۔ ایک بار آکر کچھ ایسی شرماتی ہین کہ دوبارہ ادھر کا رخ نہین کرتین
بہوون نے اپنے اپنے کنبے کو گھر مین گھسا رکھا ہے انھین ہی سے انکو فرصت نہین ملتی
پھر بھلا ان بیچاریون کی بات کون پوچھے۔

کنبے والون سے نجات ملتی ہے تو آج نواب امیر الدولہ کی بیوی کے یہان جانے کا
سامان ہو رہا ہے۔ کل ڈپٹی صاحب کی بیوی کی آمد مین لگی ہوئی ہین انکا انتظار
ہو رہا ہے۔ اونچے اونچے رئیسون سے میل جول بڑھانے کی فکر ہے۔ بڑے بڑے چرچے
آرہے ہین۔ میان بیوی دونون اس پر نازان ہین کہ شہر کے تمام رئیسون۔ تمام امیر
امرا سے ہماری راہ ورسم جاری ہے۔ ہم ان کنبے والی لبرطخندیون سے مل کر اپنی عزت
کیون گنوائین۔

ان کے بعد جعفری خانم کو دو چار مرتبہ میکے جانے کا اتفاق ہوا۔ اور ہر بار گھر کا نیا
نقشہ دیکھا۔ بھاوجون کے رنگ ڈھنگ دیکھے۔ بھائیون کی بے اتفاقی کے دو چار
[illegible] کھائے۔ باپ کی کس مپرسی کی حالت دیکھی۔ ان باتون سے کچھ ایسا سبق ملا

کہ میکے کا سہارا ٹوٹ گیا۔ اور قطع رحم کو غنیمت جانا۔ میکے کی آمد ورفت کا سلسلہ بند ہو گیا گھر کی حالت کی طرف توجہ کی۔ اپنی ناداری کا خیال کیا۔ چھوٹی لڑکی کو گلے چمٹا کر دیر تک بھلاک بھلاک رویا کی۔ اس کے بعد دل پر پتھر کی سل رکھ لی اور دل میں عہد کر لیا کہ اب اسی گھر مین ہم کو رہنا اور مرنا ہے۔

امیری ہو یا فقیری۔ جو کچھ ہماری قسمت مین ہے خوشی سے برداشت کرینگے اور ہم تو اس غریبی اس فقیری پر ریاست اور امارت کو سو دفعہ صدقے کرنے کو تیار ہین۔

نگوڑے امیرون سے ملنے مین سَو سو تکلف کیجیے۔ اپنی اوقات ضایع کیجیے۔ امیر آج کل کے امیر یہ چاہتے ہین کہ جس طرح ممکن ہو تعریف سے خوشامد سے کسی طرح ہو دوسرے کی دولت چاٹ جائین۔ اور جب وہ بیچارہ غریب ہو جائے تو پیٹھ پھیر لین جن کا قول ہے کھلانے والا بے وقوف۔ کھانے والا عقلمند۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ آدمی گوشۂ عافیت مین بیٹھ رہے اور اپنی محنت مزدوری سے جو پیسہ ملے وہ اپنی ذات پر صرف کرے۔

یوسف خان۔ الگ کونے مین بیٹھا ہوا غور کر رہا ہے کہ مین نے کیا غلطی کی جو ایسے دولتمند کنبے مین شادی کی۔ مجھے اپنی حیثیت کو دیکھنا چاہیے تھا۔ کسی غریب گھرانے مین شادی کی ہوتی۔ کیا اچھا ہوتا جو مین نسبت سے پہلے انکار کر دیتا۔ اور اس بھاری پتھر کو چوم کر چھوڑ دیتا میرے ساتھ کسی دولت مند خاندان کی لڑکی کا بسر کرنا جہادِ نفس سے کم نہین ہے۔ اب یا تو مین بھی اُتنا ہی دولتمند ہو جاؤن۔ یا اپنے عذاب سے بے قصور نازون کی پلی ہوئی عورت کو نجات دیدون۔

اس زمانے مین قابل سے قابل آدمی کو ملازمت سرکاری ملنا دشوار ہے۔ ہر ایک دفتر مین انگریزی جاننے والے کو تو نوکری مشکل سے ملتی ہے۔ عربی فارسی اردو جاننے والے کو نوکری کب مل سکتی ہے۔

دو چار دفتر سرکاری ایسے ہین جن مین اردو کے جاننے والے کام کر سکتے ہین۔ مگر ان مین بھی انگریزی جاننے والے کو ترجیح دیجاتی ہے۔ اور عملے کے لوگ اپنے عزیز

ہین کہ اپنی قوم اپنے خاندان کے آدمی کو چاہے وہ قابل ہو یا نا قابل ہو۔جگہ دیدیتے ہین۔دوسرون کو برسون امیدواری مین دوڑاتے ہین۔اور وقت پر دودھ کی مکھی کی طرح نکال کر پھینک دیتے ہین۔

مین نے برسون کچہریون کی خاک چھانی۔اسکولون کے ماسٹرون کی خوشامد کی کالجون مین مارا مارا پھرا۔دفترون مین گیا۔رئیسون کی دربارداری کی۔فقیرون سے دعا منگوائی۔سب نے اہل غرض مجنون سمجھکر کچھ اپنا غلام بنایا دوڑایا۔امروز فردا پر ٹالا آخر خود تھک کر بیٹھ رہا۔

اب مجھے کرنا کیا چاہیے۔اس قدر پونجی نہین جو تجارت کر کے پیٹ پالون۔کوئی دستکاری نہین جانتا جس سے کچھ پیسہ پیدا کرون۔بھیک مانگتے ہوے شرم آتی ہے مزدوری کرنے مین باپ دادا کی ناک کٹتی ہے۔

نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔کوئی راستہ دولت کمانے کا دنیا مین نظر نہین آتا۔ وہ تو کہیے باپ دادا نے خدا ان کو جنت نصیب کرے اپنی ہڈیان پیل پیل کر نہ معلوم کس مشکل سے چار ٹھیکرے خریدے تھے جن کی آج پچیس تیس روپیہ ماہوار کرایہ کی آمدنی ہے۔ورنہ ہم تو آج فاقہ کشی کرتے کرتے مرجاتے اور کوئی پرسانِ حال نہوتا سچ ہے آدمی آدمی انتر کوئی ہیرا کوئی کنکر۔

انھین فکرون مین دو برس گذر گئے۔اور ان کو خدا نے ایک بیٹا بھی عطا کیا۔ اب تو انھین بی بی کے ساتھ بچون کی فکر بھی پڑگئی۔اندر ہی اندر سوکھتے جاتے ہین منھ سے کچھ نہین کہتے۔

پھر سوچنے لگا کہ آدمی کو تو ڈھونڈنے سے خدا مل جاتا ہے۔اور توکل بھی اعلی یہی ہے کہ محنت کرے اور محنت کے معاوضے کا خدا سے امیدوار رہے تقدیر اسی کا نام ہے کہ ہم تدبیر سے غافل نہون اور نتیجہ کے خدا سے طالب رہین۔مین تو نہین کہہ سکتا کہ کوئی تلاش کرنے والا ناکامیاب رہا ہو۔

اتفاقاً اسی زمانے مین مہاراجہ الور کی قدردانی کا بہت شہرہ تھا۔دہلی مین کسی

جشن کی تقریب سے وہان تشریف لے گئے تھے۔ واپسی مین لکھنؤ مین بھی فروکش ہوئے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا۔ یوسف خان کے ایک دوست مہاراجہ بہادر کے ہمرکاب تھے۔ جو مہاراجہ کے سامنے یوسف خان سے نہایت تپاک سے ملے۔ گھر کی خیریت پوچھی۔ شادی کا حال سنا۔ بچون کی کیفیت دریافت کی اور جب ان کو معلوم ہوا کہ بیچارے بے روزگار ہین بہت افسوس کیا۔

ان کا طرز گفتگو حسن اخلاق۔ لب ولہجہ۔ وضع قطع۔ کچھ مہاراجہ کے دلمین چبھ گئے۔ حکم دیا کہ یوسف خان اگر اور چلنے پر رضی ہون تو ہم اپنے رفقا مین ان کو رکھ لین گے اور سو روپیہ ماہوار دیا جائے گا۔

دوست نے تخلیہ مین لیجا کر مہاراجہ کا حکم سنایا۔ اور کہا خوبی تقدیر سے ایسا موقع ہاتھ آگیا ہے۔ بہتر ہے کہ آج ہی گھر سے رخصت ہو کر ہمراہ رکاب چلے چلو۔ لکھنؤ مین پڑے ہوئے مصیبت جھیلنے سے بہت اچھا ہے۔ یوسف خان تو ایسا موقع خدا سے ڈھونڈتے ہی تھے۔ گھر پر آیا۔ مان سے سارا حال بیان کیا۔ اس غریب نے کہا بیٹا ہم تو قبر مین پاؤن لٹکائے بیٹھے ہین۔ اور تمھاری صورت دیکھکر زندہ رہتے ہین۔ تم چلے جاؤ گے تو ہم کو مٹی کون دے گا۔

ہمارے مردے کو لات مار کر نہ جاؤ۔ یوسف خان نے کہا کیا مین عمر قید بھوڑی ہوا جاتا ہون۔ سال مین ایک دفعہ ضرور آنا ہو گا۔ دوسرے تم کو یہ مصیبت اچھی معلوم ہوتی ہے کہ روز فاقہ ہاتھ باندھے کھڑا ہے۔ لکھنؤ مین پردیسیون نے تمام ملازمتون پر قبضہ کر لیا ہے۔ ٹکے کی نوکری ملنا دشوار ہے۔ یہان بڑی بڑی تنخواہ والے ذی اختیار تو سب بیرونی ہین۔ شہر والون کو نوکری کیونکر ملے۔ شاہی خاندان کے شرفا رئیس جو حسب نسب کے اچھے۔ اخلاق کے درست عربی فارسی کے ماہر ہین انکا رزق لکھنؤ سے اُٹھ گیا۔ تمھاری مرضی ہو تو ابھی جواب دے سکتا ہون۔

بڑی بی بھی کچھ سوچ سمجھکر کہ آخر بیٹا جوان جہان ہے۔ کہان تک ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہے۔ اور میرے واسطے فاقہ کشی کرے یہی دن کمانے کھانے کے ہین۔ شہر کے

اہل و تنائی تباہ حال ہین - انگریزی گورنمنٹ اپنی آسانی کے لیے انگریزی دانون کو بھر رہی
ہے - پھر نوکری پر نہ جاوے تو کیا کرے - چار ناچار کہا اچھا بیٹا اگرچہ جی نہین چاہتا کہ تم
آنکھون سے دم بھر اوجھل ہو مگر چھاتی پر پتھر کی سل دھر کے رخصت کرتی ہون - جاؤ
جس طرح پیٹھ دکھا کر جاتے ہو - اسی طرح مجھ بدنصیب کو منھ بھی جلد دکھانا - یہ کہکر بیٹے کو گلے سے
لگا کر رونے لگی -

یوسف خان نے بیوی سے سارا قصہ کہا اُس نے کہا حسن اتفاق سے خدا نے تمھاری
بے کسی پر رحم کر کے ایسا وسیلہ لگا دیا ہے - جس طرح ممکن ہو سکے آج ہی جو سامان مہیّا
ہو سکے لیکر مہاراجہ کے ہمراہ چلے جاؤ - اور جو کپڑے لیجانے کے قابل تھے سب بکسون مین
بھر دیے - دو ایک وقت کا کھانا پکوا کر ناشتہ ساتھ کیا -

یوسف خان رخصت ہو کر سیدھے مہاراجہ کی خدمت مین حاضر ہوئے - اور شام
کی گاڑی سے اُوروانہ ہو گئے - مہاراجہ نے شریف آدمی سمجھ کر بہت عزت کی - اپنے رفقا
مین بیٹھنے کی جگہ - اور کچھ ایسی مہربانی فرمائی کہ یوسف خان کسی وقت پاس سے جدا
نہ ہوتے تھے -

انعام اکرام بھی بہت کچھ ملنے لگا - سو روپیہ ماہوار تو یہ اپنے گھر برابر بھیجدیتے تھے -
آٹھ نو مہینے کی تنخواہ مین گھر کی صورت بدل گئی - سارا مکان نئے سرے سے تعمیر ہوا - ایک
خدمتگار بھی گھر پر نوکر رکھا گیا -

ابھی سال بھر ختم ہوا تھا - مہاراجہ سے رخصت کی درخواست کر کے گھر آنے کا قصد
تھا کہ بھوپال کی ریاست کو ان کے اوصاف کی خبر ہوئی - رئیس حال نے مہاراجہ کو
تحریر کیا کہ ہم اپنے بچون کی اتالیقی کے لیے ایک ایسے شریف اہل علم کی ضرورت ہے
جو فارسی اور خاص کر اردو زبان اچھی طرح جانتا ہو - اور شریف ہو - رؤسا کے ادب قاعدے
سے واقف ہو - ہمین معلوم ہوا ہے کہ مہاراجہ کے دربار مین یوسف خان نامی کوئی شخص
ان اوصاف سے متصف ہین - اگر مہاراجہ نامبردہ کو ہماری سرکار مین بھیجدین تو قرینِ
محبت سے دور نہ ہوگا -

مہاراجہ صاحب نے تمام حال یوسف خان سے بیان کیا اور کہا کہ ریاست بھوپال کے اور ہمارے جو کچھ تعلقات ہین - اس سے آپ بخوبی واقف ہین - گو آپ کی جدائی ہمارے لیے رنج کا باعث ہوگی - لیکن اول تو یہ خوشی ہے کہ غالباً ریاست سے آپ کو معقول تنخواہ ملے گی - دوسرے یہ کہ ہمارے اور سرکار بھوپال کے تعلقات مین کچھ محبت آمیز اضافہ ہو جائے گا -

یوسف خان نے عرض کی اگرچہ مین حضور کے قدمون سے جدا ہونا نہ چاہتا تھا مگر یہ بھی ایک قسم کی سرکاری احکام کی تعمیل ہے لہذا غلام کو کوئی عذر نہین ہو سکتا -

یوسف خان دوسرے روز مہاراجہ کا شقہ لیکر ریاست بھوپال مین باریاب ہوے کوٹھی ان کے قیام کو ملی - اور سرکار سے پانچ سو روپیہ ماہوار مقرر ہوا اور صاحبزادگان ریاست کے اتالیق مقرر ہوے - اس خوشخبری کا تار جب لکھنؤ مین پہونچا تو مان سنتے ہی سجدے مین گر پڑی - بے نیاز تیری قدرت تیرے کھیل تیری مصلحت تو ہی جانے جو یوسف خان برسون دس روپیہ کے روزگار کے لیے دربدر مارا مارا پھرتا تھا اور ٹھکانا نہ تھا تو نے مجھ دکھیا مجھ غمزدہ کی فریاد سن لی اور اس کو اس اعلےٰ مرتبے پر بے منت غیر پہونچا دیا - اب اتنا اور مجھ پر احسان کر کہ یوسف اپنے ہاتھ سے مجھے مٹی بھی دیدے اور کچھ تجھ سے نہین مانگتی بیوی کی خوشی کا پوچھنا کیا ہے - چہرے پر سرخی دوڑ گئی - دونون بھائی جو کبھی بہن سے خبر نہ ہوتے تھے - آج بہن کو مبارکباد دینے آئے -

یوسف خان اس عہدۂ جلیلہ پر ممتاز ہو گیا - مگر مزاج کی افتاد وہی سادہ رہی خندہ پیشانی ہر ایک سے نہایت تپاک سے ملنا - سادہ لباس - سادہ پوشاک - معمولی خرچ - نہ دماغ نہ غرور - اس نیک چلنی سے یہ فائدہ ہوا کہ پوری تنخواہ ہر مہینے گھر بھیج دیتا تھا - اور مزید انعامات سے اپنی اوقات بسر کرتا تھا -

اسی زمانے مین جعفری خانم کے باپ سخت بیمار ہوئے تو یہ اپنے باپ کی عیادت کو گئی تمام ڈاکٹر اور حکیم ایک ہو گئے - مگر بڑے میان کچھ ایسے بیمار ہوئے کہ افاقہ نہ ہوا اور مرض رات دن بڑھتا گیا - جعفری خانم نے بہت کچھ خدمت کی - آخر ایک دن الٹی سانس

چلنے لگی۔ رات بھر گھر کا گھر جاگتا رہا۔ کسی کی پلک نہ جھپکی۔ صبح ہوتے۔ کلمہ پڑھتے پڑھتے بڑے میاں رخصت ہو گئے۔

جعفری خانم کو چار و ناچار چالیسوین تک رہنا پڑا۔ اور حقیقت مین یہ نہ رہتی تو باپ کا مردہ اوندھا دیا جاتا۔

اس مرتبہ خلاف معمول بھاوجون نے ان کی بہت خاطر کی اور بھائیون نے بہت آؤ بھگت کی۔ باپ کے مرنے کے بعد کچھ ایسی گھر کی برکت اُٹھ گئی اور کارخانے کی آمدنی کم ہو گئی۔ کپڑے کا نرخ ایسا گر گیا۔ کہ سال بھر مین تجارت آدھی رہ گئی۔ بات یہ ہے کہ بڑے میان کچھ کام کاج تو نہین کرتے تھے۔ مگر دن رات چوکیدار کی طرح پہرہ دیا کرتے تھے اس سے یہ فائدہ بھی تھا کہ نوکرون کو تغلب تصرف کا موقع نہین ملتا تھا۔

اور کچھ خریدار کو بھی ایسا پہچانتے تھے کہ بڑے بڑے معاملے تو انھین کی وجہ سے طے ہوتے تھے۔ جو مال خرید کیا جاتا تھا۔ سوداگران کے قدیم مراسم کے لحاظ سے بہت کفایت کر دیتے تھے

اب کارخانہ پر قرض کا بار ہونے لگا۔ بیوپاروالون نے بے رخی کی۔ امرا رؤسا حکام کے ملنے جلنے مین بھی فرق آنے لگا۔ یہ لوگ تو دولت کی دیمک ہوتے ہین جس کے یہان ترقی دولت دیکھتے ہین اسی سے راہ و رسم پیدا کرتے ہین جہان تنزل شروع ہوا۔ ان کا بھی رخ بدل جاتا ہے۔

تیر خان نے دوربینی کی راہ سے مال کو اونے پونے بیچ کر املاک کو فروخت کر کے نقد روپیہ کھسکا دیا اور دوالے کی درخواست دیکر موجودہ سرمایہ سے سب کا حصہ رسدی حساب کر کے نجات حاصل کی اور یہی صورت آج کل روپیہ کمانے کی کل کہی جاتی ہے اس کے بعد آپ نے سال بھر کے بیچے کے نام سے جھٹ دوسرا کارخانہ کھول دیا۔ اور کام کچھ چل نکلا۔ لیکن وہ اگلا وقار۔ اگلی عزت خاک مین مل گئی۔ لوگون کو آپ سے ملنے مین بھی تامل ہونے لگا۔ اور رفتہ رفتہ دونون بھائیون مین نفاق پیدا ہو گیا۔

یوسف خان آج تین برس کے بعد ریاست بھوپال سے رخصت لیکر گھر آئے ہین۔ مان تو دیکھتے ہی باغ باغ ہو گئی۔

بی بی کو نہایت خوشی ہوئی۔ عزیز برادری کے لوگ ملنے کے واسطے آرہے ہین سب ان کی عقل مندی حسن اخلاق کے معترف نظر آتے ہین۔

جعفری خانم کے بھائی بھی آئے اور اچھی طرح ملے۔

یوسف خان کا نام شہر کے رئیسون مین مشہور رہوا۔ موسیقی کانفرنس سے ممبری کے واسطے کوشش کرنے کو وفد آیا ہوا ہے۔

خلافت کمیٹی کے ارکین اپنی طرف کھینچنا چاہتے ہین۔ کانگریس کی شرکت کا تقاضا ہورہا ہے مشاعرے کے مصرع طرح اور دعوتی کارڈ آرہے ہین۔ ایک ایک کے وسیلے سے ملاقات کو آرہا ہے۔ امرا اور رؤسا کی طرف سے دعوتی کارڈ آرہے ہین۔ یوسف خان اپنے دل مین ہنستے ہین۔ کہ کیا خدا کی مخلوق ہے۔ مین وہی یوسف خان ہون کہ برسون لکھنؤ مین رہا کسی نے میری طرف التفات بھی نہ کی جس کے پاس جاتا تھا منھ پھیر لیتا تھا۔ کچہری کی برسون خاک چھانی جس وقت اس بات کی ضرورت تھی کہ لوگ میری مدد کرین۔ میری حالت پر رحم کھائین تو ایک ایک نے منھ پھیر لیا۔ اب جو مجھے ضرورت نہین تو زمین سے دوست احباب عزیز اقارب اُگے جاتے ہین۔

ان کے پاس ایک معقول عذر تھا کہ ان کی مان سخت بیمار تھین۔ اُن کے دوا علاج مین مصروف۔ مگر وہ تو ان کے ہاتھ سے مٹی پانی کی آرزو مند تھین۔ یہی ہوا کہ دو مہینے تک تو وہ بیمار رہین۔ جب ان کی رخصت کے دن پورے ہو چکے تو انھون نے بھی انتقال فرمایا۔

یوسف خان نے ریاست کو اس حادثے کا تار دیکر دس روز کی رخصت حاصل کی نیجے اور دسوین سے فراغت کرکے پھر بھوپال چلے گئے۔

ریاست سے کچھ دنون بعد ان کے حسن خدمت کے معاوضہ مین کچھ تنخواہ مین اضافہ ہوگیا۔ نیک کمائی کا پیسہ تھا۔ زکوۃ کا روپیہ غریب غربا کو دیا جاتا تھا۔ آٹھویں دن فقرا کو اناج تقسیم ہوتا تھا۔

جاڑے دن مین کمل بٹتے تھے۔ رمضان شریف مین مسجدون مین افطاری جاتی تھی بی بی نے ان کے نام سے ایک مسجد تعمیر کرادی تھی۔ اسکے متعلق کچھ دکانون کا کرایہ تھا

جو مسجد کے فرش فروش - روشنی - پانی - اور موذن کی تنخواہ مین صرف ہوتا تھا - مسجد ہی کے اندر ایک مسافرخانہ تھا جس مین غریب طلبا رہتے تھے - اون کو بھی دونون وقت کھانا یہین سے ملتا تھا -

مرتے وقت اپنی جائداد مین سے کچھ وقف کر گئے جس کی آمدنی سے آج تک تمام خیرات بدستور سابق جاری ہے -

یوسف خان کا لڑکا یعقوب خان بی - اے - ڈپٹی کلکٹر ہے -

بیٹی مریم خانم ایک تعلقہ دار کی زوجہ ہے - دونون آسودہ حال خوش وخرم مین سالون پر افلاس چھایا ہوا ہے - املاک کی اینٹین بیچ بیچ کر زندگی بسر کر رہے ہین سچ ہے نیک چلنی - صداقت اور لگاتار تدبیر - محنت آدمی کو ایک نہ ایک دن ترقی کے زینے پر پہونچا دیتی ہے - اور جو دل سے کوشش کرتا ہے کامیاب ضرور ہوتا ہے -

بھگدر

مجھ مصیبت زدہ دکھیا کی کہانی تو امیر حمزہ کی داستان سے کم نہین ہے -

بھگدر مین میری عمر دس برس کی ہوگی - لکھنؤ مین ماموں بھانجون کی قبر سے آگے جو گلی مڑی ہے - وہان فقیر محمد خان کا کچا حاطہ ہے - اس کے قریب ہمارا پختہ مکان دومنزلہ بنا ہوا تھا - ابا میان شاہی توپ خانے کے داروغہ تھے اور ان کی بہت عزت تھی خدا بخشے بڑی آن بان کے آدمی تھے - جب سارے شہر مین بدعملی ہوگئی اور باغیون نے دھڑا دھڑ لوٹنا شروع کیا تو کالے پھاٹک پر جو توپ کا گردہ لگا ہوا تھا - اپنے مکان مین اُٹھوا لائے اور کوٹھے پر لگا دیا - جس کے خوف سے باغی ادھر رخ کرتے ہوے ہچکچاتے تھے -

تمام عزیز واقارب اور محلہ کی عورتین اپنے کچے بچون سمیت اپنی جان بچانے کی غرض سے ہمارے گھر مین بھر گئین -

جب باغیون کو شکست ہوئی اور بوٹیون کی فوج نے رستہ مین بزن بول دیا اور

چارون طرف سے گولون کا مینھ برسنے لگا۔ لوگون نے ابامیان کو سمجھایا کہ ہم آپ کے بھلے کو کہتے ہین۔ توپ کا گردہ اپنے مکان سے باہر پھکوا دیجیے۔ نہین بوٹیے باغی سمجھکر گھر مین گھس آئین گے اور سرکار مین بھی ذلت ہوگی۔ چار آدمیون کے سمجھانے سے توپ کا گردہ پھکوا دیا گیا۔

دوسرے دن شہر کے تمام شریف خاندان کے لوگ پیادہ پا گھر سے نکل کھڑے ہوے ابامیان جو یہ تماشا دیکھنے گھر سے نکلے تو ایک دستہ بوٹیون کا بیری بیری چلاتا ہوا بندوق چھتیائے ان کے پیچھے دوڑا۔ اس دھڑکے والی حالت مین بھی اباجان نے کمال انسانیت سے ان سے یہ کہا کہ ہم بیری (باغی) نہین ہین۔ رعیت ہین۔ مگر ان موذیون نے نہ مانا۔ اور بندوق ان کی پسلی کے پاس لگا کر لبی دبا دی کہ سارا پہلو چھلنی ہوگیا۔ اور بہت بیکسی سے کلمہ پڑھتے ہوے جان دی۔ خدا جانے اس محلے مین کفن دفن بھی ہوا یا نہین۔

مگر ماموں جان جب وقت یہ بد خبر لائے اسی وقت امان نے چوڑیان ٹھنڈی کین اور آنچل پلو کا گلابی دوپٹہ جھینجھڑے جھینجھڑے کر ڈالا۔ اور چیخین مار مار کر رونا شروع کیا امان کو روتے دیکھکر مین بھی ڈاڑھین مار کر رونے لگی۔ لوگون نے میرے آنسو پونچھے اور سمجھایا۔ تم کیون روتی ہو۔ مگر آپ سے آنسو آتے تھے۔ ابا کے مرنے کی خبر مجھکو نہین کی تھی۔ لیکن روتے روتے میری آنکھین سوج گئین۔

اسی دن شام کو پانچ سات لٹیرے دروازے پر آئے۔ سب عورتون نے مارے خوف کے اندر سے زنجیر بند کر لی۔ ماموں جان نے باہر سمجھایا کہ ہم لوگ رعیت ہین وہ اپنی زبان مین کہنے لگے کچھ پیسہ دلواؤ۔ محلے مین چار چوبردھے بھرے ہوے مال اسباب کے کھڑے تھے جو باغی لوگ چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ وہ اُن لوگون کو دکھا دیے گئے۔

اب مردون کو خیال ہوا کہ یہان رہنا اچھا نہین۔ جان کا خطرہ ہے بوٹیے چارون طرف شہر مین گھستے پھرتے ہین۔ ایسا نہو کہ ان سب کی جان بھی اسی غدر کی تواضع ہو جائے دوپہر تک ایک صاحب خبر لیکر آئے کہ حجۃ العصر مولوی دلدار علی صاحب دو ڈھائی سو

آدمی کے ہمراہ نور باڑی کے حاطے مین پوشیدہ تھے - وہان گورے گھس آئے اور جو لوگ نیچے کے درجے مین تھے اُن سب کو گولی مار دی - پھر زینے کی طرف متوجہ ہوئے - حضور قلب سے لوگ اس بلا سے بچنے کی پھیر پھیر اکر دعا مانگ رہے تھے - خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ گورے جب زینے پر چڑھنے لگے تو ایک مماکھی کے چھتے مین اُن کا بلم لگ گیا - جس سے تمام شہد کی مکھیان ان کے چمٹ گئین - تمام گورے بھاگ گئے - اس طرح باقی لوگون کی جان بچ گئی - اور خدا نے ان کی مُگل بلا ٹال دی -

اس خبر سے سب کے دل مین پنکھے لگ گئے - اور صلاح ہوئی جہان جس کا سینگ سمائے چلا جائے - پاس پڑوس کے لوگ اپنا اپنا اسباب باندھکر مضبوط ہوئے مکا ٹھ کواڑ تو پڑا رہنے دیا - روپیہ پیسہ سونے چاندی کا زیور کچھ تو کمر سے باندھ لیا - اور کچھ زمین مین دفن کر دیا - کچھ کنوین مین ڈالدیا - کپڑا لتا پٹارون اور صندوقون مین رکھکر قفل دے دیا - ماموں جان کا ایک لڑکا بلوٹھی کا دولارے نام بیمار تھا - اس کا سن کوئی چار برس کا ہوگا - اس کو گود مین لے لیا - اس وقت اس کو بخار تو نہ تھا مگر کسی قدر منہ پھیکا تھا - مین نے اپنی گڑیان اور اُن کے کپڑون کی بقچی اور تیلے دانی لے لی - بہار سا دن اسی الٹ پلٹ مین کٹ گیا - بھلا ایسی ہلچل مین ڈولی ڈنڈا کہان میسر آتا - اور قسمت کا لکھا سب بی بیون کو پورا کرنا تھا - گلیون کی خاک چھاننا بدی تھی - برقع کے سینے کی نوبت نہ آئی - پوتڑون کی امیر زادیان جو پلنگڑی پر سے ہل کر پانی نہ پیتی تھین - اور جن کو دن رات بیگم صاحب کہتے لوگون کا منھ خشک ہوتا تھا - پیش خدمتین - ماماٸین - اصیلین ہر وقت ہاتھ باندھے کھڑی رہتی تھین - وہ آج ایک ماٹھا چھلام کی چادر اوڑھے ہوئے ننگے پاؤن گھر سے نکل کھڑی ہوئین -

رات کا وقت ہے تارے چھٹکے ہوئے ہین غریب - بے کس امیر زادیان شریف عورتین چادرے اور دریان اوڑھے ہوئے گرتی پڑتی قدم اُٹھائے ہوئے چلی جاتی ہین - چلنے چلتے بلیتھن نکلا جاتا ہے - عورتین تو عورتین ہین - مردون کے خوف کے مارے چہرے زرد ہو رہے ہین - منھ پر ہوائیان چھوٹ رہی ہین - ...

خوف ہے۔ پتا کھڑکتا ہے تو چوکنا ہوتے ہین۔ دیکھنا مرزا صاحب یہ دھماکا کہان سے
ہوا۔ ذرا آگے بڑھکر خبر تولانا۔ کہین باغی لوگ نہ ہون۔ ذرا ہوشیاری سے جانا۔
اس طرح پھونک پھونک کر قدم رکھتے ہین۔ عورتون بیچاریون کی مرن ہے جو زندگی
بھر گھر کے پنجرے مین قید رہی ہون اور جنھون نے دروازے سے باہر قدم نہ رکھا ہو
ایکا ایکی ایسی خدا کی مار پڑی کہ تھر تھر کانپتی ہوئی گرتی پڑتی سہمی سسکی آنکھون سے ٹپ
ٹپ آنسو گرتے ہوے کوسون جنگل بیابان مین چلی جاتی ہین اور منھ سے اُف تک نہین
کرسکتین۔ بچے کچے بھوک پیاس کے مارے جل یون مچاتے ہین مگر ایک سماعت نہین
یہی آواز آتی ہے قدم اُٹھائے چلی چلو۔ اب گاؤن بہت قریب ہے۔ بیٹ والیون کے
چہرے اوداس ہین۔ ایک رنگ آتا ہے ایک جاتا ہے۔ زمین پاؤن پکڑے لیتی ہے
خاوند کا ہاتھ پکڑے ہوئے خاک پھانکتی ہوئی چلی جاتی ہین۔ چلتے چلتے پاؤن مین چھالے
پڑگئے ہین۔ لیکن مردون سے خدا سمجھے جن کمبختون کو ان مصیبت کی ماریون پر ذرا رحم
نہین آتا۔ خدا جانے کہان کہان کی ٹھوکرین کھاتے ہوے خاصا دھندھلکا تھا کہ
ایک گاؤن کے قریب پہونچ گئے۔ دور سے کچے کچے مکان۔ دیوارون پر چھپیان
دالان۔ کھپریلون سے چھائے ہوے۔ برآمدون کے آگے چھپر پڑے ہوئے جن مین
پیال بچھی ہوئی۔ ایک مدریا حقہ بیچ بیچا میلی مدھنی۔ ٹونٹی ٹوٹی ہوئی۔ جھجر کا گھڑا کائی
لگا ہوا دکھائی دیا۔ پو پھٹتے پھٹتے ہم سب ایک زمیندار کے مکان کے قریب پہونچے
جہان مردون نے ایک برگد کے پرانے درخت کے نیچے ہمکو ستانے کی اجازت دی۔
اور آپ جا کر بڑے میان سے صاحب سلامت کی جو اس گاؤن کے مکھیا تھے۔
شیخ سلاروآدمی بہت نیک اور خدا والے تھے۔ ان کا دل ان مصیبت زدون کی حالت
پر بھر آیا۔ پہلے تو اس خوف سے کہین ان منحوس قدمون کی برکت سے ہم بھی کسی
آفت مین مبتلا نہون۔ بہت کچھ پس وپیش کیا۔ آخر مجبور ہو کر کہنا پڑا کہ خیر ہیم والا بروٹھا
اُس مین جھاڑو بہارو کر دی جائے گی۔ تم لوگ جب تک جی چاہے رہو۔
کہراج گنج بھی دو دفعہ لٹ چکا ہے۔ کل کدھار کو کوئی بات ہو جائے

برس بعد اُن کا انتقال ہوگیا۔

اب نہ تن کو کپڑا اُجڑتا تھا۔ نہ پیٹ کو روٹی۔ آئے دن کی لڑائی تُکا فضیحتی سے دونون عاجز آ گئے۔ ایک دن بغیر کہے سنے اُنھون نے چلتا دھندا پکڑا۔ کچھ دنون بعد بڑے میان نے بیٹے کے غم مین جنت کی راہ لی۔

مین اکیلی رہ گئی، بہت دنون تک بزرگون کے نام کے خیال سے گھر مین چکی پیس پیس کر بسر کی، آخر سب کے کہنے سے ہم نے قدم باہر نکالا اور ماماگیری کی نوکری جو نصیب مین لکھی تھی کر لی۔

یہ غم ضرور رہا کہ کیا معلوم تھا، سلطنت مٹ جائیگی، رنگ دنیا بدل جائیگا، عزیزاقربا کو محبت نہ رہیگی، اور زمانہ اس طرح ہم سے آنکھین پھیر لیگا۔ نہین تو خالہ امان کی نصیحت ضرور قابل عمل تھی۔ وہ کہا کرتی تھین کہ بیٹا دو بول پڑھ لو، علم سے آدمی کی عزت ہوتی ہے۔ گھر کا حساب کتاب لکھنے کے لیے شدبد لکھنا پڑھنا ضروری ہے دیکھو ایک دن ایسا آئیگا کہ تم اس فراغت کے زمانے کو یاد کر کے آٹھ آٹھ آنسو روؤ گی، گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہین۔ خالہ امان کو خدا کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، بالکل اولیا تھین۔ آخر جو جو وہ کہتی تھین وہی ہوا، اسکا سان گمان بھی نہ تھا کہ دفعتہً اس طرح بدعملی ہوجائیگی شہر مٹ جائیگا۔ شریف مرد آدمی خانہ ویران ہوجائین گے، دربدر کی ٹھوکرین کھائین گے گھر کھد جائین گے، اشرافون کو بھیک مانگے نہ ملے گی، نہین تو خالہ امان کے چٹکلے ضرور قابل عمل تھے۔ تھوڑے ہی دنون کے بعد سرکار کی طرف سے عورتون کی تعلیم کے لیے اسکول کھلے اور شریف پڑھی لکھی عورتون کی تلاش ہوئی۔ مین نے اپنے اوپر بہت نفرین کی کہ ہا۔ کم بخت اگر آج کو دو حرف پڑھ لیے ہوتے تو کیون یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا۔ خاصی طرح کسی اسکول مین اُوستانی بنی ہوئی چالیس پچاس روپے مہینے کی تنخواہ دار ہوتی۔

دیکھو چند دنون مین نیچ قوم کی لڑکیون نے علم حاصل کر کے کس قدر جلد ترقی کی۔ بھگت چمار کی بیٹی ڈولی مین سوار ہو کر اسکول جاتی ہے۔ اور اُستانی اُستانی کہتے ہوئے لڑکیون کا منھ خشک ہوتا ہے۔

اسی طرح اسکولون مین تیلی، تنبولی، دھوبی، مہتر کے لڑکے اور لڑکیان جلدی جلدی لکھ پڑھکر۔ بابوجی، استانی جی بن گئین۔ اور عزت و دولت دونون کی مالک ہین۔

لیکن غدر کے بعد سے شریف خاندانون پر تباہی اور بربادی کا بیلن پھر گیا، شاہی مین شرافت خاندانی کا بہت کچھ خیال تھا۔ اب سرکار مین سب ذاتین ایک ہی ترازو مین تولی جاتی ہین، ہان علمی فرق ضرور رہتا ہے۔ اور اسی امتیاز پر لوگون کی عزت کا دارومدار ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آگے اناج کی ارزانی سے لوگ اپنی عزت کی حفاظت کر سکتے تھے اور آج تو ایک کماتا ہے تو ایک ہی کا مشکل سے پیٹ بھرتا ہے تو ضرور ہوا کہ ہر ایک شخص علم کی دولت سے اپنی شرافت کو قائم رکھے۔

اگلے وقتون مین عورتون کو چرخا کاتنے، کشیدہ کاڑھنے مین اس قدر بیداوار تھی کہ اپنے گھر بیٹھے بیگم ہی رہتی تھین۔ اب زمانے نے پرانے فیشن کی صنعتون کو مٹا کر خاک سیاہ کر دیا اور علم نے اپنی روشنی پھیلا دی۔ اس وقت بغیر علم کسی صنعت مین ترقی نہین ہو سکتی۔ مین اپنی موجودہ بہنون سے نہایت ادب سے ہاتھ جوڑ کر التجا کرتی ہون کہ وہ میرے واقعات سے سبق حاصل کرین اور اپنی زندگی آرام سے بسر کرنے کے لیے علم سیکھین۔

خوشحالی اور امیرانہ زندگی کے وقت میرا نام حسینی بیگم تھا۔ اس تکلیف اور جوبھا چکی کے زمانے مین لوگ مجھکو بوا حسّو کہتے ہین۔

ابھی کل کی بات ہے نواب اغن صاحب کی بیگم نے مجھکو دیکھکر پہچانا۔ سب حال احوال پوچھا تمام کچا چٹھا سنکر بہت روئین۔ اور کہا تم کو شرم نہین آتی کہ اتنے بڑے آدمی کی بیٹی ہوکر ماماگیری کی نوکری کرتی پھرتی ہو۔ مین نے کہا بیوی پھر کیا کرون میرا کیا اختیار ہے۔

کہنے لگین اگر تم نے ابتدائے سن مین اس دن کے خوف سے کچھ شد بد پڑھ لیا ہوتا تو آج استانی جی کی نوکری ہزار جگہ ملتی۔ ابھی تھوڑے دن ہوئے سنا ہے کسی اخبار مین ایک اشتہار لکھا تھا کہ ایک شریف خاندان عورت پڑھی لکھی کی ضرورت ہے جسکو پچاس روپیہ ماہوار اور کھانا اور مکان دیا جائیگا۔ پھر ماماگیری کی ذلت سے تو یہ نوکری ہزار درجے بہتر تھی۔

مین اپنے دل مین بہت کٹ کٹ گئی اور کچھ جواب دیتے نہین پڑا۔

شریف زادی

خدا کی مار اُس موذی پر جس نے ہندوستان کی بیوہ عورتون کی دوسری شادی نہ کرنے کی صلاح مردون کو دیکر ایک کمزور اور بے بس فرقے کو زندہ در گور کر دیا۔

مین بدقسمت بیت السلطنت لکھنؤ کے ایک شریف خاندان کی بیٹی ہون۔ باپ منشی اقبال علی ساکن قصبہ امیٹھی جنرل اوٹرم صاحب رزیڈنٹ بہادر کے زمانے مین رزیڈنسی کے سیر منشی تھے۔ ہزار روپیہ ماہوار مشاہرہ اور اکثر انصرام کار سرکار مین نیک نام رہے اور اسی ملازمت مین نو لاکھ روپیہ نقد سوائے املاک و دگاؤن گراؤن کے جمع کیا ایک بیٹا کم سنی مین مدقوق ہوکر مرگیا۔ دوسری مَین کم نصیب ہون جو پیدا ہوتے ہی باپ کو کھا گئی۔ ہائے مین نے اُس عیش و آرام کی بہار جوانی تک نہ دیکھی جو بچپنے مین حاصل تھا۔ موجودہ حالت مین گویا مین اپنے باپ کی اکلوتی بیٹی تھی۔

میرے شریف اور نیک دل باپ مین لکھنؤ کے نواب زادون کی ایک بھی بات نہ تھی۔ نہ وہ جھوٹ سچ دل سے بنا کر باتین کرنے کے عادی تھے۔ نہ پوشاک کی وضع قطع مین اپنا روپیہ برباد کرتے تھے۔ بہت صاحب ہمت فیاض، سیر چشم صاحب اقبال تھے۔ بیوی سے بہت موافقت تھی۔ امان بھی خدا کے فضل سے پڑھی لکھی دست قلم تھین۔ اکثر سرکاری کامون مین ایسا مشورہ دیتی تھین کہ رزیڈنٹ کی نگاہون مین آبا کی وقعت بڑھتی جاتی تھی۔ محلے والے اون کو بی بی کا عاشق زار جانتے تھے۔ محبت مین سچے اور جان فدا کرنے والے، معاف کرنے مین فیاض اور مہربان۔

کچھ یہ بات نہ تھی کہ کسی بات کا اُن مین حس باقی نہ رہا ہو۔ بلکہ کسی مشورے کے وقت انکی عقل کی تیزی معلوم ہوتی تھی۔ بال کی کھال کھینچتے اور ہندی کی چندی نکالتے تھے۔ کسی قدر مغرور المزاج تھے۔ لیکن وہ غصہ بہت جلد بجھ جاتا تھا۔ جب امان اُن کو نرمی اور ادب منت اور خوشامد سے بجھاتی تھین۔ آپ لوگ سمجھ سکتے ہین کہ اس آمدنی پر ہمارے بچپن کا زمانہ کس عیش و آرام سے گذرتا ہوگا۔ فکر تو کسی وقت میرے پاس نہ آتی تھی۔ غم ایک

دشمن تھا جسکو ہمارے گھر مین قدم رکھنے کا حکم نہ تھا۔

اسکی کیا ضرورت ہے کہ مین اپنے بچپنے کی راحت کا ذکر کر کے رنج مول لون۔ وہ زمانہ دیکھنے والے لوگ ابھی زندہ ہین کہ خاص میری خدمت کے لیے دس بارہ لونڈیان مقرر تھین۔ اور اسی نازبرداری مین ہزارون روپے صرف ہوتے تھے۔

نہین معلوم کن کن منتون اور مرادون سے پالی گئی۔ جس بات کی مین ہٹ کرتی تھی اُسے پورا کرنا میری مان کا پہلا فرض تھا۔ جس بات کی مین نے ضد کی۔ باپ نے فوراً مہیا کر دی۔ سچ تو یہ ہے کہ مان کی جان تھی تو باپ کا ایمان تھی۔ مان باپ پر کچھ موقوف نہ تھا محلہ بھر صدقے قربان ہوا کرتا تھا۔ میری بھولی بھولی باتین اور پیاری پیاری صورت ہر ایک کے دل مین اپنا گھر کر لیتی تھی۔

مان باپ آنکھین بچھانے کو تیار، سارا گھر ضد اُٹھانے کو موجود۔ کھیلنے کودنے مین ذرا کہین چوٹ آئی۔ اور دس دس حکیم ڈاکٹر دروازے پر کھڑے ہین۔ ذرا اینڈا پھیکا ہوا اور سارا گھر اُلٹ پلٹ ہو گیا۔

مین ابھی پورے دس برس کی بھی ہونے پائی تھی کہ ابا میری شادی کی حسرت دل مین لیے ہوئے دفعتًہ دل کی حرکت بند ہو جانے سے جہان فانی سے چل بسے۔ اِنّا لِلّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت میری مان کی حالت کچھ نہ پوچھو۔ کھڑے قد سے اپنے کو دے دے پٹکتی تھین۔ مین سچ کہتی ہون کہ اگر حمام موت نہ ہوتی تو گلا کاٹ کر وہ بھی ابا کے ساتھ مر جاتین۔ دم نکل گیا ہے اور وہ نیک بخت جنازہ کا شانہ پکڑے ہوئے بین کر رہی ہے سارا گھر زار و قطار رو رہا ہے۔

اتنے مین چھوٹے چچا کو خبر ہوئی۔ یہ ایک معمولی زمیندار تھے۔ دوڑے ہوئے آئے زبردستی امان کو لاش کے پاس سے ہٹایا۔ اور جنازے کو باہر لے گئے اور غسل و کفن دیکر شام تک عیش باغ کے ڈراؤنے تکیے مین سونپ آئے۔

امان کو تو ہوش نہ تھا۔ چھوٹے چچا نے ساری جائداد پر قبضہ کر لیا۔ اور نقد روپیہ راتون رات امیٹھی بھجوا دیا۔ مکانون مین قفل ڈلوا دیے جس مکان مین ہم رہتے تھے

اس کی تمام منقولہ جائداد اُٹھوا کر لے گئے۔ اماں بہت چیخین چلائین تو انھین لٹھ لیکر مارنے دوڑے۔ یہ حال دیکھکر جان کے خوف سے وہ بھی خاموش ہو رہین۔

چچا نے جب دیکھا کہ ان پر اچھی طرح اپنا رعب جم گیا ہے تو دولت کے لالچ مین اماں کو ایسا ستانا شروع کیا کہ ابھی عدت کے دن بھی پورے نہ ہوئے تھے اور آٹھ آٹھ آنسو رویا کرتی تھین، اب چچی کو بھی اسی گھر مین لے آئے۔ چچا اور چچی دونون یہین رہنے لگے اور دونون کا کھانا بھی اماں کو پکانا پڑتا تھا۔

بات یہ ہے کہ اماں کی طرف سے کوئی بولنے والا نہ تھا۔ اس سبب سے چچا اور بھی شیر ہو گئے تھے اور چاہتے تھے کہ یہ بھی کسی طرح مرجائین تو بھائی کی جائداد کے پورے مالک ہم ہو جائین۔ اماں نے اس بات پر غور کر کے دل مین فیصلہ کر لیا کہ ہم عورت ذات ہین۔ اگر خدانخواستہ روپیے کے لالچ مین لالچی دیورانی نے ہمارا گلا گھونٹ دیا تو جان کی جان جائیگی اور روپیہ کا روپیہ۔ اور یہ کچھ تعجب نہین ہے۔ کیونکہ ان کی بیوی تو ہمیشہ سے ہماری جان و مال کی دشمن تھین۔ بہتر یہ ہے کہ روپیہ پیسے سے خبر بھی نہو جس خدا نے پیدا کیا ہے وہی کھانے کو دیگا شاید اس طرح ظالم دیور جانی نقصان پہونچانے سے باز رہے۔ لیکن چچا کی آنکھون مین اماں ایسی کھٹکتی تھین کہ ایک دن ذرا سی بات پر کہ "مین اپنا کھانا الگ پکایا کرون گی،، مارنے مٹھے اور غصے کی حالت مین گھر سے باہر نکال دیا۔

ان واقعات کی خبر تیغے نواب کو ذرا ذرا ہوتی۔ کیونکہ دیوار بیچ ان کا مکان تھا وہ ایک ضعیف اور رحمدل آدمی تھے۔ اور کسی کی تکلیف نہ دیکھ سکتے تھے۔ لڑکھڑاتی ہوئی ٹانگون سے آئے اور چچا کو بہت برا بھلا کہکر اماں سے کہا کہ تم ہمارے چھوٹے مکان مین رہو جو مدت سے خالی پڑا ہے۔ ہم مین اتنی طاقت تو ہے نہین کہ ہم اس شہدے سے جوتی بیزار کرین ہان تم صبر کرو خدا اس کا بدلا کہین اور دیگا۔

اُس وقت ہماری اماں کے منھ سے نکل گیا کہ "اب تو ہمارے لیے دنیا مین دوزخ ہے۔ ایسی زندگی سے کہین موت دیتا تو ان مصیبتون سے چھٹکارا ہو جاتا،،

کیا معلوم تھا کہ قسمت مین ایسی رسوائی اور ذلت لکھی ہے - دیکھیے مقدر کیا دکھاتا ہے
جن کے مرنے سے سارا گھر مٹ گیا وہ تو مر گئے اور ہم اس دن کے واسطے زندہ رہ گئے
آخر آفت زدہ اور مصیبت کی ماری امان نواب صاحب کے ایک تنگ و تاریک اور
چھوٹے سے مکان مین جو اُنکے پائخانے سے بھی بدتر تھا آکر رہنے لگین - مگر اب پیسہ پاس
نہین کھائین کیا اور پہنین کہان سے - آخر سلائی اور پسائی پر بسر ہونے لگی - پیٹ پالنے کے
لیے محنت مزدوری گوارا کی -

مگر ایک ناز و نعم کی پلی ہوئی عورت جس کے آگے بیسیون پیش خدمتین ہون - ایسی
مشقت کی برداشت کہان کرسکتی تھی - نہ اس کا معدہ روکھی سوکھی غذا کا عادی تھا
نہ جسم مین ایسی مشقت کی طاقت تھی - رفتہ رفتہ صحت خراب ہوتی گئی - پہلے تو انھون نے
اسکی پروا نہ کی لیکن آخر ایسی گرین کہ اُٹھنا بیٹھنا دشوار ہوگیا - دوا کیسی؟ وہان کھانے تک کو
تو میسر نہ تھا، فاقون پر فاقے ہوتے تھے اور علالت بڑھتی جاتی تھی - یہان تک کہ ہر وقت
بیہوش پڑی رہنے لگین -

ہم اپنی امان کی پٹی کے پاس بیٹھے ہوے ہر وقت رویا کرتے تھے اور جب سے امان
بیمار ہوگئی تھین ہر وقت دو پیسے پیدا کرنے کی فکر تھی مگر کوئی تدبیر ذہن مین نہ آتی تھی -
ایک دن عاجز ہوکر مین نے امان سے کہا اگر آج خدا نے تم کو بیٹا دیا ہوتا تو وہ محنت
مزدوری کرکے دو چار پیسے کما لاتا - ہمارا دنیا مین ہونا نہونا دونون برابر ہے جو تمھاری
کچھ خدمت نہین کرسکتے - امان نے آنکھ کھول کر مجھے پیار کیا اور کہا بیٹی یہ کیا کہتی ہے
تو ہی تو میری پھوٹی آنکھ کا دیدہ ہے - تیرے دیدار سے میرا پیٹ بھر جاتا ہے - بیٹا ہوتا اور
نالائق ہوتا تو اور سوہان روح ہوتا -

تم گھبراؤ نہین خدا کوئی فکر کرے گا - اس زمانے مین نواب ملکہ جہان کے یہان ایک
چیٹھی نویسی کی ضرورت تھی - ننھے نواب کو معلوم تھا کہ امان دست و قلم ہین - ان کے
لیے سفارش کی نواب نے منظور کرلیا - ننھے نواب نے امان سے آکر کہا بیٹا تمھاری مصیبت
ہم سے نہین دیکھی جاتی ہے - اور غیرت کی وجہ سے تم کسی کا احسان تک گوارا نہین کرتی ہو

کئی دفعہ ہم نے حصے کے بہانے سے تم کو کھانا بھیجا تم نے واپس کر دیا کہ ہم حصہ لینے کے قابل نہین رہے۔کچھ نقد نذر کرنا چاہا تم نے قبول نہ کیا۔

اب مین نے ایک معقول صورت تجویز کی ہے۔یعنی محل مین ایک چٹھی نویسی کی ضرورت ہے۔نوکری عزت کی ہے۔اگر تم منظور کرو تو مین بھجوا دون۔

امان نے کہا اول تو مین بیمار ہون۔دوسرے محل کی نوکری کا نام بدنام ہے۔تیسرے میرے پاس لباس پوشاک نہین۔

ننھے نواب نے جواب دیا وہ نوکری محل کی نہین ہے، نواب ملکہ جہان ایک فرشتہ خصلت بیوہ عورت ہین۔ انکے یہان دس برس کا بچہ بھی نہین آنے پاتا۔خود کوئی اولاد نہین رکھتی ہین۔پچاس برس کا سن ہے، نماز روزے کی پابند۔خط لکھنے کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔گھر کا بہی کھاتہ بھی، ایک عورت ڈھونڈھتی ہین۔میرے نزدیک ملازمت بہت عزت اور آبرو کی ہے۔اور کپڑے وغیرہ مین بنوا دون گا۔ جب جی چاہے ادا کر دینا۔بیمار ہو تو ان کے یہان شہر کے نامی طبیب مرزا محمد علی مرتعش دوڑے ہین چار دن کے علاج مین اچھی ہو جاؤ گی۔یہ مصیبت سر سے ٹل جائیگی۔زندگی آرام سے بسر ہوگی۔سوچ بچار بیکار ہے۔اللہ کا نام لو۔اور بسم اللہ کرو۔

آخر روزانہ مصیبت اور آیندہ زندگی کی تکلیف کا تصور کر کے امان نے چار و ناچار اس نوکری کا ارادہ کر کے اقرار کر لیا۔

نواب صاحب نے محل مین کہلا بھیجا۔وہان سے کہار بینس لیکر آگئے۔ایک مہری بھی ساتھ تھی۔امان مجھے اکیلے مکان مین چھوڑ کر کنگھی چوٹی کر کے اور کپڑے صاف غریبانہ پہن کر بینس مین سوار ہو کر بات کی بات مین محل مین داخل ہو گئین۔لیکن اندر قدم رکھتے ہی تمام علے کا شور و غل سنکر ہکا بکا ہو کر رہ گئین۔

[illegible] یافت کر کے

ان کے حوالے ہوئے اور خط خطوط لکھوائے گئے۔ خوش خلقی سے بیگم صاحب بہت خوش ہوئین۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ تم کو یہان رہنے کے لیے ایک کمرہ الگ ملے گا۔ اور کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

امان نے عرض کیا میری ایک لڑکی ہے اور مین بیوہ ہون۔ اسے محل مین لانا میرے کنبے کے لوگ پسند نہ کرین گے اگر آپ حکم دین تو مین رات کو حساب بند کر کے گھر چلی جایا کرون۔ بیگم صاحبہ نے کہا اس مین ہمارا کیا حرج ہے۔ تمھاری خوشی کی بات ہے۔

تیس روپیہ مہینا ان کا مقرر ہوا۔ اور چند روز مین انکے کام سے تمام عملہ خوش ہو گیا انعام اکرام بھی بہت ملتا تھا۔ امان نے گھر پر ایک ماما نوکر رکھدی۔ خود رات کو روز ے پاس آتی تھین۔

خدا نے ہمارے دن پھیر دیے۔ محلے مین ایک مکان بک رہا تھا۔ امان نے ا۔ اور بھی جائداد مول لینا شروع کی۔ میرا اس وقت چودہ برس کا سن تھا چارون طرف سے شادی کے پیغام آنے لگے۔

امان کہتی تھین مین عورت ذات ہون کیا کرون کس سے دریافت کرون۔ لڑکی بٹھا رکھنا منظور نہین ہے۔ آخر بہت چھان بین کر کے مولوی دیانت علی صاحب پیشکار ساکن قصبہ کاکوری کے فرزند ریاست علی کے ساتھ بات قرار پاگئی۔

مولوی صاحب لالچی بھی تھے۔ لڑکے کو گھر داماد دینے پر رضی ہو گئے اور امان کو بھی غنیمت معلوم ہوا۔

امان نے میری شادی مین دونون طرف کا خرچہ اپنی طرف سے اٹھایا پانچ ہزار کا زیور جہیز مین دیا۔ بیگم صاحب نے دو ہزار [illegible] شادی کے واسطے عطا کیے غرض [illegible]

کے نام سے بھاگتا تھا۔

اتفاق سے مولوی دیانت علی کسی الزام مین نوکری سے برطرف ہو گئے اور اگرچہ رشوت مین بہت کچھ پیدا کیا تھا۔ لیکن ایسا پیسا پاس تو رہتا نہین۔ نوکری چھٹنے کے بعد بہت پریشانی مین ہو گئے۔ بیٹے کے پاس آمد و رفت رہتی تھی۔ اسے خدا جانے کیا سکھا گئے کہ ہماری مان سے انھون نے کہا جناب مجھے آپ کے کرایہ دار کرایہ نہین دیتے ہین غالباً نالش کرنا ہو گی۔ آپ مجھے اپنا مختار عام بنا دیجیے تو ذرا کرایہ دارون پر رعب داب بیٹھے۔

امان عورت ذات ان کے دام مین آگئین اور مختار نامہ لکھدیا۔ چند روز کے بعد پہلی حرکت یہ کی کہ میرے زیور کے صندوقچے کو خدا جانے کس طرح کھولا اُس مین سے تمام زیور نکالکر بیٹے صاحب کے حوالے کر دیا اور اس طرح کہ گھر بھر مین کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ کچھ دنون کے بعد خبر اُڑا دی کہ مین کچہری مین نوکر ہو گیا ہون۔ اپنی سواری کے واسطے گھوڑا مول لیا۔ کسی تقریب مین جانے کی ضرورت ہوئی۔ امان نے میرا صندوقچہ کھولا تو ایک زیور بھی باقی نہ تھا۔ بہت غصہ آیا اور گھر کی ماما کو ہزارون باتین سنائین۔ پولیس مین رپٹ کی تحقیقات ہونے لگی آخر تھانہ دار نے پتہ چلا لیا کہ ریاست علی نے سارا زیور لیا ہے یہ سنکر امان کی سانس نیچے کی نیچے رہ گئی اور چپکے سے پولیس کو کچھ دے دلا کر رخصت کر دیا اور سیدھی کو بلا کر بہت بکین جھکین۔ لیکن مثل ہے اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے وہ یہ سنکر بہت آگ بگولا ہو گئے اور لڑکے کو اپنے ساتھ لیے جاتے تھے۔

تھوڑے ہی دن گذرے ہون گے گھر کے سارے مکان بیچ کر اور روپیہ لیکر خدا جانے کہان چلے گئے۔ مہینہ بھر کے بعد امان کو سب حال معلوم ہوا سر پیٹ کے بیٹھ رہین۔ لیکن اسی غم مین گھل گھل کر چند روز مین وہ بیچاری بھی مر گئین۔ مین نے انکے چالیسوین سے ابھی فرصت نہ پائی تھی کہ مولوی دیانت علی میرے خسر نے بھی انتقال فرمایا۔ اور اور اُن کی تجہیز و تکفین مجھے اپنے پاس سے کرنا پڑی کیونکہ میرے شوہر ریاست علی کے جانے کے بعد سے وہ بھی پریشان ہو کر یہین اُٹھ آئے تھے۔ اور میرے ساتھ رہتے تھے پاس ایک پیسہ نہ تھا۔

مولوی دیانت علی کو انتقال کیے ہوے سال بھر ہوا ہو گا کہ سلطان پور سے ایک آدمی آیا۔ اور خبر لایا کہ ریاست علی مدت سے سلطان پور کی سرا مین رہتے تھے کچھ دنون تو بہت عیش سے زندگی بسر کی۔ آخر بازار سے قرض لینے لگے جب قرض بھی نہ ملا تو اپنی چیز بست بیچ کر زندگی بسر کی۔ پھر فاقون کی نوبت آئی۔ آخر چند روز کی بیماری کے بعد ایک مہینا ہوا ہے کہ انتقال کیا اور تجہیز و تکفین مین مین نے بیس روپیہ خرچ کیا ہے اسکے علاوہ پچاس روپے کے متفرق قرضدار ہین۔

تم اُس کو ادا کر دو۔ مرنے کا حال سن کر مین تو رو پیٹ کر بیہوش ہو گئی۔ کچھ دیر کے بعد ہوش آیا۔ تو مین نے یون سو روپیہ دیکر اُس آدمی کو رخصت کیا۔

اور دوسرے دن اُس کے پھول بھی کر دیے۔

عدت کے زمانے تک تو کہین جا نہ سکتی تھی۔ میرا ارادہ تھا کہ محل مین جا کر اپنی مان کی نوکری نہ ملی تو کوئی اور خدمت کر لون گی۔

کیونکہ لکھنے پڑھنے مین کچی تھی۔ لیکن اس عرصے مین نواب ملکۂ جہان کا انتقال ہو گیا۔ چند ماہ کے بعد مہاجن نے نوٹس دیا کہ ریاست علی مرحوم نے ہمارے پاس مکان رہن رکھا تھا اسکا سود ادا کرو۔ ورنہ مکان خالی کر دو۔

مان کے مرنے کے بعد مجھے یہ سخت صدمہ ہوا کہ ایک مکان رہ گیا تھا وہ بھی چھوڑنا پڑا۔ ننھے نواب بھی مر چکے تھے۔ آٹھ آنے مہینے کا مکان کرایہ کا لیکر اُٹھ گئی۔ اور جب کوئی پوچھنے والا نہ رہا تو برقع اوڑھ کر نکل کھڑی ہوئی اور آخر بے غیرتی لاد کر ایک شریف آدمی کے یہان چپاتی پکانے والیون مین نوکری کر لی ہے۔

اب جو کچھ خدا دیتا ہے صبر شکر کر کے کھا لیتی ہون۔ اور کہتی ہون کہ خداوندا اب کسیکی آئی ہو تو مجھے آجائے اور اس ذلت اور بے عزتی کی زندگی سے تو مر جانا کہین بہتر ہے لیکن موت بھی اپنے بس کی نہین۔ شادی کا مزا مین چکھ چکی ہون۔ اس لیے دعا کیا کرتی ہون کہ خدا کسی کو بدنصیب بیٹی نہ دے۔ ہم نے تو ایسی ایسی مصیبت جھیلی ہے کہ دنیا ہمارے واسطے گویا دوزخ تھی۔ دیکھیے آخرت مین کیا انجام ہو۔

شب برات

لڑکا- اماں جانی- آپ کو کچھ خبر بھی ہے پرسون شب برات ہے- اس وقت تک میرے واسطے انار پھلجھڑی- گھن چکر- جاہی جوہی- چرخی- ست آوازے- چھچھوندر- ہوائی مہتاب بتاشے- چھوٹے بڑے پڑاخے کچھ بھی نہین- ابھی تو مین کچھ بھی نہین کہتا- لیکن جمعرات کو کھڑے کھڑے منگوالون گا-

مان- "بیٹا! آتش بازی کے چھوٹنے مین کیا مزا ملتا ہے"-

لڑکا- واہ یہ خوب کہا- کچھ مزا ہی نہین- چھچھوندر سارے گھر مین چھو چھو کرتی بھرتی ہے پارسال تو حسینی خانم کے پاؤن سے لپٹی جاتی تھی- پھلجھڑی سے پھول جھڑتے ہین گھنچکر گھومتا پھرتا ہے- مہتاب سے رات کو دن ہوجاتا ہے- انار کی سون سٹ- پڑاخون کی دھن پٹ کی بہار ایسی بھلی معلوم ہوتی ہے کہ بار بار دیکھنے کو جی چاہتا ہے"

مان- "دیکھنے کو جی چاہتا ہے تو محلے مین نواب سطوت مرزا صاحب کے یہان سے بڑھ کے کہین آتشبازی نہین چھوٹتی- وہین جا کے تم بھی دیکھ آنا-

لڑکا- اپنے گھر کی اور بات ہے- اپنے ہاتھ سے چھوڑاتے- آپ ہی توڑے مین آگ لگاتے غیر جگہ تو اپنا اختیار نہین ہے"

مان- "کیا تم کو یاد نہین پارسال اسی آتشبازی کے کارن حامد کی آنکھ جاتی رہی- ایک پھول اُڑکر آنکھ مین پڑگیا- مہینون علاج ہوا کوئی فائدہ نہ ہوا- میرا تو آتش بازی کے نام سے رونگٹا رونگٹا کانپتا ہے- نا بابا مین تو تم کو آتشبازی نہ چھڑانے دونگی جس چیز مین جان جوکھم ہے- اُس کو تمھاری طبیعت کیونکر گوارا کرتی ہے- تم نے دیکھا ہوگا کہ نواب صاحب کے یہان خدمتگار آتش بازی چھڑاتا ہے- دو تین برس کا عرصہ ہوا ایک ملازم کا ہاتھ جل گیا تھا تین مہینے کھٹیا سے لگا پڑا رہا- اور نواب صاحب کو تنخواہ مفت دینا پڑی-

لڑکا- اچھا تو ہم بھی حسینی خانم سے کہین گے- وہ چھڑا دیگی-

ماں - یہ تمھاری طبیعت کیونکر قبول کرتی ہے کہ جس کام کو خود مضر سمجھو وہ دوسروں کے
لیے جایز کر لو - حسینی خانم تمھاری نوکری کے دباؤ سے چھٹا بھی دے تو تمکو ایسی بات اس
سے کہنا نہ چاہیے جسمیں چوٹ چپیٹ کا اندیشہ ہو - تم جو پانچ روپیہ کی آتشبازی منگاتے تھے
وہ روپیہ ہم سے لیکر کسی ایسے کام میں صرف کرو جسے دنیا اچھا کہے "

لڑکا " کیا آتش بازی کو لوگ اچھا نہیں کہتے ہیں "

ماں " آتشبازی کو جو لوگ اچھا کہتے ہیں وہ دل سے تمھارے خیر خواہ نہیں - خالی
ہنسنے والے ہیں " پیسے کو آگ لگانا اسی کا نام ہے -

لڑکا - تو اچھا اماں ہم آج سے آتش بازی نہیں چھڑائیں گے - ہم کو اسی پیسے کی تم کوئی
چیز لے دینا "

ماں " شاباش بیٹا شاباش یہ کہکر گلے سے لگایا پیار کیا - اور ایک چوّنی ہاتھ میں دی
اس کی تم چیز منگوانا - بہت سی چیزیں ملیں گی - اور ہاتھ بھی نہیں جلے گا - وہ بات کس کام
کی جس میں پیسہ پھکے اور لوگ ہنسیں -

اس طرح ایک پردہ نشین ماں نے بغیر مار دھاڑ کے بچے کے ذہن نشین کر دیا کہ بُری
رسمیں جو عقل کے خلاف ہیں - ان کا چھوڑ دینا بہتر ہے - بات یہ ہے کہ ہندوستان میں
تعلیم سے زیادہ ضرورت تربیت کی ہے - اور یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے - جب بچوں کی
ماں پڑھی لکھی سمجھدار ہو - جو عقل سے نفع نقصان کا اندازہ کر سکے اور بچوں کو ان کی
عقل کے موافق قائل معقول کر کے فضول خرچ سے بچاتی رہے - مارنے سے اس وقت
تو کام نکل جاتا ہے - لیکن دوسرے وقت بچہ اپنی رائے کو فضیلت دیکر اسی کام کی ضد کرتا
ہے - یہاں تک کہ مار کھاتے کھاتے بے غیرت ہو جاتا ہے - اور پھر اس کو مار کا بھی اثر نہیں
ہوتا - اور دلیل اور عقلمندی سے اُسے سمجھا بجھا کر قائل کر دیا جائے تو زندگی بھر اسے
کافی سبق مل جاتا ہے - اور ایسی باتیں ذہن نشین ہو جانے سے اس کی عقل بھی تیز
ہو جاتی ہے - اور اپنے نیک و بد کی تمیز کرنے لگتا ہے -

دُکھیا

(۱)

چوہتر پچھتر برس کا زمانہ ہوا کہ حضرت ابوالفتح مصلح الدین ثریا جاہ سلطان عادل خاقان زمان محمد امجد علی شاہ بادشاہ اودھ نے چوالیس برس کی عمر مین تخت سلطنت پر جلوس فرمایا۔

پہلے جب فردوس منزل کے انتقال کی خبر آئی تو حضور اپنے دولت خانے پر حسب دستور قدیم رزیڈنٹ بہادر کے منتظر تھے، اتنے مین "کپتان شکسپیر" استقبال کو آکے اور اپنے ساتھ بادشاہ کو در دولت کی بارہ دری مین لائے۔ حضور نے موافق رسم شاہان اودھ جلوس فرمایا۔

شہزادگان نے سب سے پہلے نذرین دین۔ اس کے بعد اقربا و متوسلین شاہی نے نذرین پیش کین۔ سلامی توپ کی شلک ہوئی۔ شہر مین ڈھنڈورا پٹا۔ ارباب نشاط نے تخت کے سامنے مبارکباد گائی۔

اتنے مین بیت الانشا کے ایک منشی نے فراشی سلام کر کے ایک نہایت خوش خط مُطلّا قطعہ پیش کیا۔ جس کے حواشی پر مُذہّب تنکار گاہ بنی ہوئی تھی۔ قطعہ بیضاوی شان کی حدون مین تھا۔ جوڑ نہایت پاکیزہ، کرسی درست۔ بین السطور بنا ہوا۔ کشادہ کہین چاول برابر کمی بیشی نہین۔ قلم کی گردش ستی ہوئی۔ حرفون کی خوش نمائی نظر فریب قطعہ تو سرکار مین پیش ہو گیا۔ مگر کسی نے اُس کے حسن و قبح پر نظر نہ کی اور میر حسین علی کو اپنی محنت اور جانفشانی کی داد نہ ملی۔ دل شکستہ دربار سے گھر واپس آئے۔ مردہ دل افسردہ خاطر، چہرے پر یاس ٹپک رہی تھی۔ میر صاحب لکھنؤ کے قدیم باشندون مین تھے سعادت گنج مین مکان تھا۔ دس روپیہ ماہوار کے دفتر بیت الانشا مین ملازم تھے۔ تنخواہ قلیل تھی۔ مگر اُس زمانے مین اس مین بھی بہت برکت تھی۔ سستا موسم تھا۔ اس قلیل آمدنی پر ایک ماما بھی نوکر تھی۔

میر صاحب کی تقدیر منشی شمس الدین کی قسمت سے ملتی جلتی تھی، اتنا بڑا کامل فن

شاہی زمانہ، اور اس کس مپرسی کی حالت مین پڑا ہو۔

لیکن بات یہ ہے کہ میر صاحب خلقی کم گو واقع ہوئے تھے، اور رسا بھی نہ تھے، ان دونون باتون نے ان کو پستی مین ڈال رکھا تھا۔

میر صاحب کا قول تھا کہ خداوندان دولت اہل نظر نہین ہوتے۔ یہ شہرت پسند ہوتے ہین۔ مشہور اور نامور آدمی کی قدر کرتے ہین، گو وہ فن کے لحاظ سے کچھ بھی ہو۔ یا اُس شخص کی قدر کرتے ہین جس کا ہاتھ لوگون کی سعی سفارش سے انکے دامن تک پہونچ گیا ہو۔

اہل کمال کو اپنے فن پر ناز ہوتا ہے، اس لیے دیکھا گیا ہے کہ ان کا حق نا اہل فن اکثر چھین لیتے ہین۔ گُنی لوگ اکثر ٹھوکرین کھاتے پھرتے ہین انکی غذا لخت دل اور خون جگر ہے۔ اُس زمانے مین آغا عبد الرشید کا لکھا ہوا قطعہ اور حافظ نور اللہ کی وصلی سو سو روپے فروخت ہوتی تھی۔

میر صاحب بھی اپنے فن مین اُن متقدمین کے ہم پلہ تھے، بڑے بڑے لکھنے والے ان کے آگے کان پکڑتے تھے۔ مگر امراء رؤسا مین ان کی تحریر کی خاک بھی قدر و منزلت نہ تھی۔ اسپر آفت یہ آئی کہ میر صاحب کی ملازمت کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا۔ بیت الانشا مین سرکار کی طرف سے تخفیف منظور ہوئی تو سب سے پہلے میر صاحب کا نام کاٹ دیا گیا۔ اب روزمرہ خرچ کی بھی تکلیف ہونے لگی۔ اور کثرت افکار سے میر صاحب کے حواس مختل ہوگئے۔

(۲)

آج سعادت گنج مین میر صاحب کا کچا مکان ایک عالی شان پختہ عمارت کی شکل مین نظر آتا ہے، پھاٹک کی بغل مین ایک کمرہ نہایت وسیع فرش فروش سے آراستہ پیراستہ قطعات سے مزین نظر آتا ہے، اُمرا کے لڑکے اصلاح کی غرض سے آتے ہین، کچھ وہین بیٹھے ہوے مشق کر رہے ہین۔

ایک صاحب میر صاحب سے الگ گوشے مین کچھ سرگوشی کر رہے ہین۔ آغا عبد الرشید کا لکھا ہوا ایک قطعہ نکالا ہے اور کہتے ہین دیکھیے اس مین بال برابر فرق نہ ہے۔ دس روپیہ حاضر خدمت ہین۔ میر صاحب نے پیش شدہ رقم بخوشی منظور فرمائی۔ اور ایک کونے مین

بیٹھکر نہایت اطمینان سے قطعہ کا چربہ اُتار لیا۔ دو کڑا وز تیز روشنائی سے بھر کر آغا کا نام لکھکر صاحب فرمایش کے سامنے اصلی اور نقلی دونون قطعے پیش کیے اگرچہ وہ بڑے مبصر تھے مگر کسی طرح دونون مین امتیاز نہ کرسکے کہ اصل کون ہے اور نقل کون۔ اس خوشی کے جوش مین میر صاحب کے ہاتھ چوم لیے۔ اور کہا سچ تو یہ ہے کہ یہ آپ ہی کا حصہ ہے اس طریقے سے میر صاحب کو دو سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہے۔ اور بہت سے تاجر میر صاحب کے ایجنٹ بنے ہوے ہین ہندوستان کے مختلف حصص مین تجارت کر رہے ہین اور ان کو بہت نفع ہے۔ میر صاحب کے دوست ایک شیخ کلن صاحب ہین جو بے مثل "حکاک" مشہور ہین، بلور کو ہیرا، یاقوت، نیلم، پکھراج، ایسا بنا دیتے ہین۔ کہ بڑے بڑے جوہری انکا لوہا مانے ہوئے ہین۔ انکے وسیلے سے بھی ہزارون آدمی روٹی کماتا ہے، آدمی مخیر ہین خیرات بھی حسب حیثیت کرتے اور کنبہ پرور بھی ہین۔

وضع سیدھی سادی، باتین بھولی بالی، مروت کے پتلہ ہین۔ دونون مین نہایت ربط ہے، دونون کی ایک ہی جگہ چسکی گھلتی ہے،۔ اس زمانے تک افیون بھی شرافت کی علامت شمار کی جاتی تھی اور کوئی صحبت اس سے خالی نہ تھی، مرزا رجب علی بیگ سرورؔ آفتاب الدولہ قلق وغیرہ میر صاحب کی صحبت مین افیون کے رکن اعظم تھے۔

گھر مین چار پانچ خدمتگار نوکر تھے، لڑکون پر معلم ملازم، مگر میر صاحب کو اپنی لڑکی "عابدہ بیگم سے بہت محبت تھی وہ کہتے تھے یہ میرے گھر مین خدا نے لچھمی اُتاری ہے، جب سے یہ پیدا ہوئی ہے میری آمدنی مین حیرت انگیز ترقی ہوگئی۔ ایک وہ دن تھا کہ مین دس روپیہ ماہوار کا ملازم تھا، پھر ایک وہ زمانہ آیا کہ جب نوکری سے برطرف ہوا یہ وقت روٹی میسر نہ تھی بچے ذرا ذرا سی چیز کو ترستے تھے، اب خدا کا دیا ہوا سب کچھ ہے، اللہ کا ہزار ہزار شکر ہے جب سے لڑکی نے ہوش سنبھالا روپے کی ریل پیل ہوگئی ہے، چارون طرف سے دولت چلی آتی ہے مین تو اسی عابدہ کی قسمت سے کھاتا ہون، امیر حسین نصیر حسین کی شادی تو عسرت کے زمانے مین ہوئی جب ہمارا ہاتھ بہت تنگ تھا، اب لڑکی کی شادی مین جی کے ارمان اچھی طرح نکلین گے۔

جہیز کا سامان تو میر صاحب نے سب کچھ جمع کر لیا تھا، زیور بھی اعلےٰ قسم کا خرید لیا تھا شادی کے پیغام چارون طرف سے چلے آتے تھے۔ لیکن میر صاحب نے اپنے ایک عزیز قریب غریب لڑکے کو سب پر ترجیح دی۔ اور دُہرا خرچ اُٹھا کر لڑکی کی شادی کی۔ دیکھنے والون کا بیان ہے کہ ایسی تقریب میر صاحب کی کئی پشتون مین نہ ہوئی تھی۔

(۳)

شادی کو پورا سال گذر چکا ہے، عابدہ اپنی سسرال مین ہنسی خوشی بسر کرتی ہے میان بیوی مین اتفاق ہے، گرمی تڑاقے کی پڑ رہی ہے، دوپہر کو ہری ہری ملائم لکڑیان کلیجے مین ٹھنڈک ڈالتی ہین، برسات کا آغاز ہوتے ہی تمام شہر مین ہیضے کی بیماری پھیل گئی اموات کی کثرت ہو گئی۔ لوگ شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے۔

احمد حسن عابدہ کا شوہر بہت دل کا کچا تھا، بیوی سے صلاح کی۔ شہر مین بیماری بہت ہے کہو تو تبدیل آب و ہوا کی غرض سے کہین دیہات کو چلے چلین۔ مہینہ دو مہینے کے بعد پھر واپس آجائین گے۔ بیوی نے کہا تم بڑے ڈرپوک ہو۔ مرد ہو کر اتنے ڈر گئے، تم سے تو مین عورت اچھی، ایسی بات منھ سے نہ نکالنا۔ لوگ ہنسین گے، تمھاری اوقات اتنی کہان کہ پردیس کا خرچ اُٹھا سکو اور خدا جانے وہان کیا واقعہ پیش آئے۔ یہان دس عزیزون کا تو سہارا ہے، غیر شہر مین کون کس کا پوچھنے والا ہے۔ اور اب تو مین سنتی ہون کہ بیماری بہت کم ہے۔

اس گفتگو کے آٹھ دس روز بعد بارہ بجے رات کو احمد حسن کی آنکھ دفعتہً کھل گئی، سینے پر کچھ گرمی معلوم ہوتی تھی، طبیعت مالش کر رہی تھی، ہاتھ پانون ٹھنڈے تھے، پیٹ مین اپھارا تھا، بیوی کو جگا کر کہا ذرا چراغ جلا دو مین پیخانے جاؤنگا۔ جب تک وہ نیک بخت چراغ جلائے جلائے۔ آپ پانی لیکر اندھیرے مین چلا گیا۔ بیوی نے پوچھا خیر تو ہے کچھ منھ سے جواب نہ نکلنے پایا تھا کہ ایک لمبا دست آیا، تمام جسم عرق عرق ہو گیا طبیعت مضمحل ہو گئی، بمشکل پیخانے سے نکل کر چارپائی پر گرا، دفعتہً ایک قے ہوئی اور غشی کی حالت طاری ہو گئی۔ اس وقت رات کو کیا ہو سکتا تھا۔ مگر پھر بھی عورت ذات نے بڑی ہوشیاری کی۔ فوراً حکیم کو طلب کیا، دوائین منگوائین اور پلائین، مگر وقت پورا ہو چکا تھا، بیماری اپنا

اثر کر چلی، دوا کارگر نہوئی اور صبح ہوتے ہوتے احمد حسن نے انتقال کیا۔
اب غریب عابدہ اپنے بھائیون کے ساتھ رہتی ہے، باپ مرچکا، سسرال مین کوئی کہنے والا نہین، مجبوراً بھائیون کے یہان زندگی کے دن پورے کر رہی ہے بھائیون نے باپ کے ترکے کا ایک پیسہ بھی غریب کو نہ دیا۔ نہ وہ مانگ سکتی تھی۔ اسکی دوسری شادی کی، کیونکہ یہ بات رواج خاندان کے خلاف تھی، موٹا چھوٹا کپڑا اور روکھی سوکھی روٹی بھی چند روز کے بعد گران ہونے لگی، بات بات پر دبائی جاتی تھی۔ اور ہر موقع پر غم کھانا پڑتا تھا وہ سوچتی تھی کہ اب دنیا مین انکے سوا میرا کون ہے، لیکن بھاوجون کی لگائی بجھائی سے اسکا ناک مین دم تھا، بات بات پر شوہرون کو بھڑکاتی تھین، روز کی تکا فضیحتی، روز کا جھگڑا بکھیڑا، جب بہت تنگ آتی تھی تو دل کی بھڑاس نکالنے کو اپنے رہنے کے کمرے کا دروازہ بند کرکے دو دو گھنٹے لگاتار زار و قطار رو لیا کرتی تھی۔
جب دلون کی کشیدگی بڑھ گئی اور بھائیون نے غریب بیوہ بہن کو مجبور اور بے بس پاکر ہر وقت اپنا غصہ اُتارنا شروع کیا تو اس نے اپنے دل مین فیصلہ کر لیا چاہے بھائیون کی ناک کٹے یا رہے۔ میری تو اب اس گھر مین بسر نہوگی۔ بھاوجون کا بغض ایسا رنج دہ نہین ہے۔ اس لیے کہ وہ غیر ہین مگر بھائیون کی بے اعتنائی اور زبان درازی ہرگز قابل معافی نہین، خدا کے سوا میرا فریادرس دنیا مین کوئی نہین، باپ کا ترکہ میری پرورش کو کافی تھا مگر مجھے کون دیگا۔ اسکا ذکر زبان پر لانا بے سود ہے۔
خیر میرے ہاتھ پاؤن سلامت رہین محنت مزدوری کرکے کھاؤنگی مگر اب اس در پر نہ آؤنگی ایک روز اسی طرح بہت شدت کی لڑائی ہوئی کہ محلے والے توبہ توبہ کرنے لگے۔ عابدہ بیگم نے ہمسائی سے کہا تمھین کوئی مکان آٹھ آنے مہینے کا غریبانہ سو مل جائے تو مجھے دلوادو ہمسائی نے کہا ہمارے نندوئی کا ایک مکان اسی محلہ مین خالی ہے۔ عابدہ نے دو مہینے کا کرایہ ایک روپیہ پیشگی دیدیا۔ اور اپنا انگڑ کھنگڑ لیکر اُٹھ گئی۔ محلے کے لوگ جو اسکے باپ سے واقف تھے انکو بہت افسوس ہوا۔ اسنے ہمت کرکے اپنی پس ماندہ پونجی پر بسر کرنا شروع کیا، کچھ مامائین ترس کھاکر اُسکو بیوہ سمجھکر آٹھوین دن اس کو جنس خرید لادیتین۔ اور اکثر بیکار مامائین اسی کے یہان رہا کرتین۔

عابدہ بیگم کی اب زندگی سلائی، پسائی، کڑھائی پر بسر ہوتی ہے، جب کچھ کام نہین ملتا تو فاقے کی نوبت آتی ہے، بہت کمزور اور نحیف ہوگئی ہے۔ صورت نہین پہچانی جاتی۔

ایک روز برسات کا زمانہ تھا موسلا دھار پانی برس رہا تھا۔ اور اسکے ساتھ ہوا کا وہ زور کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ عابدہ بیگم چکی پیس رہی تھی، دفعتہً ذرہ کھٹکا اور دالان کی سب دھنیان زمین بوس ہوگئین۔ لیکن دھنیان کچھ اس قطع سے قینچی ہوگئین کہ اسکی ہڈیان پسلیان چور ہونے سے بچ گئین اور یہ آپ کے اندر پڑی رہی کچھ دیر مین ہوا کے نہ آنے سے دم گھٹنے لگا۔ جب تک پانی برسا کیا کسی کو خبر بھی نہ ہوئی، کھلنے کے دو تین گھنٹے بعد ہمسایہ عورت نے ہمدردی کی راہ سے اپنے شوہر کو عابدہ بیگم کی خیریت دریافت کرنے بھیجا انھون نے آکر دیکھا مکان گرا پڑا ہے گھبرا کر کئی آوازین دین۔ جب کوئی جواب نہ آیا تو دوڑ کر اسکے بھائیون کو اطلاع دی دونون کے دونون دوڑے آئے۔ مزدور لگا کر دھنیان ہٹوائین تو دیکھا عابدہ بیگم بالکل بے حس و حرکت بیہوش پڑی ہے چارپائی پر لٹا کر باہر نکالا کچھ دیر کی مہمان تھی، ہوا کے لگنے سے آنکھ کھولی، بھائیون سے کہا اچھا تم سب لوگ ہمارا کہا سنا معاف کرنا۔ کچھ دیر کے مہمان ہین، اتنی چند روزہ زندگی پہاڑ ہوگئی تھی کسی طرح کاٹے نہ کٹتی تھی۔ ہزارون لڑائیان جھگڑے رسوائیان بدنامیان جو قسمت مین لکھی تھین پوری ہوئین جس کے در پر بیٹھے دوبھر ہوگئے، باپ دادا کی عزت کے خیال سے خاک مین مل گئے سلائی پسائی پر بسر اوقات کی، ایک وقت بھی آدھا پیٹ کھانا مشکل سے میسر آتا تھا، ایسے آزمایش کے وقت مین بڑے بڑے خدا رسیدون کے قدم ڈگمگا جاتے ہین تو ہم دنیا کے کتے کیا چیز ہین۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے عزت آبرو اور محنت مزدوری سے ہماری چند روزہ زندگی بڑی بھلی طرح بسر کرا دی اب آخری منزل درپیش ہے یہان کی تکلیف تو ختم ہو چکی۔ اب وہان اسکے فضل و کرم سے اچھی ہے۔

مین تمھین ایک وصیت کرتی ہون، بیوگی کی حالت مین جو مجھے تلخ تجربہ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ ہندوستان کے دستور کے موافق پردہ ایک ضروری چیز ہے۔ اسکو قائم رکھنے کے بعد

بے وارث عورتون کا کس مپرسی کی حالت مین پڑا رہنا سب سے زیادہ درد انگیز واقعہ ہے گویا ہندوستان مین عورت اکیلی رہکر زندگی بسر نہین کر سکتی۔ اور پھر پردہ کی زندگی۔ ایک ایک چیز کو ترستی ہے، ایک ایک کام کو ہزارون کی خوشامد کرتی ہے۔ کسی نے ترس کھا کر بازار سے سودا لا دیا تو کھانا میسر آیا نہین تو فاقہ ہے۔ یہ ان کا ذکر ہے جن کے پاس پیسہ ہے۔ یا کچھ محنت مزدوری کر کے دو پیسے پیدا کر لیتی ہین۔

اور خدانخواستہ جن کے پاس پیسا نہین ہے اور ہاتھ پاؤن سے معذور ہین۔ محنت مزدوری کی عادت نہین ہے۔ انکی تو رانڈ ہونیکے بعد ہندوستان مین مٹی خراب ہوتی ہے۔ اگر باپ دادا کی عزت کے لحاظ سے پردے سے باہر نکلنا نہین چاہتی ہین تو فاقے کر کے کوٹھری کے اندر جان دیدیتی ہین۔

ان مصیبتون کا مجھے خوب اندازہ ہو چکا، عزیزون کی بے وفائی دیکھی، بھائیون کی بے اعتنائی دیکھی، محلے والون کی بے پروائی دیکھی، ہمسایون کی کج ادائی دیکھی، رذیلون کی رکھائی دیکھی جتنی تکلیفین جتنی مصیبتین تھین۔ سب کا مجھپر خاتمہ ہو گیا۔ اور یہ اس لیے کہ کوئی اپنا لگی والا وارث ایسا نہ تھا جو ہماری عزت کو اپنی عزت اور ہماری آبرو کو اپنی آبرو سمجھتا، اس لیے میری دست بستہ سب بھائی بہنون سے گذارش ہے کہ جہان تک ہو سکے رانڈ بیوہ کے دو بول کسی شریف غریب کے ساتھ ضرور پڑھا دین اور اس بد رسم کی ہندوستان سے بیخ و بنیاد نیست و نابود کر دین۔

اس بد رسم نے ہزارون شریفون کی آبرو خاک سیاہ کر دی۔ ہمارے باپ کی عزت و آبرو کا خیال کرو۔ اور ہماری حالت کا اندازہ کرو تو دونون مین زمین آسمان کا فرق پاؤ گے۔

اسی حالت مین کلمہ پڑھتی ہوئی دنیا سے رخصت ہو گئی۔ بھائیون نے بہن کا مرنا اچھی طرح کیا اور قبر پکی بنوا دی۔ محلے کے لوگون نے چندہ کر کے مقبرہ پختہ تعمیر کیا۔ خدا نے اس نیک بی بی کو ایسی عزت بخشی کہ آج اسکے مقبرہ پر نور برستا ہے۔ اور ہر نوچندی جمعرات کو چراغان ہوتا ہے۔ صرف عورتین جمع ہوتی ہین کسی مرد کو مقبرہ کے اندر آنے کی اجازت نہین ہے

پھندنا بیگم

قصبۂ بجنور ضلع مراد آباد مین ایک بیٹی دار غریب شیخ عبدالرحیم رہتے تھے میان جس قدر نیک مزاج اور سیدھے تھے بیوی اسی قدر بد مزاج اور جھلی تھین - دونون کی زندگی تلخ تھی - اسپر مفلسی اور محتاجی ہر وقت ہاتھ باندھے کھڑی رہتی تھی -

مدت کے بعد خدا نے ایک بیٹی عنایت کی - مایوسی کے عالم مین یہ بھی غنیمت معلوم ہوا اور وہ لڑکی سو لڑکون کے برابر تھی -

اسکا آفتابی چہرہ چمکتی اور ابھری ہوئی پیشانی - ستوان ناک - پتلے پتلے گلابی ہونٹ کٹیلی آنکھین - صراحی دار گردن - پیوستہ ابرو - بھری بھری ٹھڈی - سیاہ نرم ریشمی بال، بیضاوی اور بڑا سر اس بات کا کافی ثبوت تھا کہ لڑکی خوش نصیب اور عقلمند ہوگی -

جس قدر لڑکی کے پیدا ہونے کی ماں باپ کو خوشی تھی - اسی قدر بے زری اور کم مائگی کا رنج بھی تھا - ان کے دل کے حوصلے دل ہی دل مین رہ گئے - اور چھٹی چلّہ دھوم دھام سے نہ ہونے پایا - چند برس تک تو ماں کی گود مین پرورش پائی - اور مینا کی طرح بھولی بھولی باتین کرکے باپ کا دل لبھایا کی - اس کے بعد چھ مہینے دانے اور پھوڑے پھنسیون مین مبتلا رہی - خدا خدا کرکے اچھی ہوئی تو باپ نے پیسے اور چیز کا لالچ دیکر کچھ کچھ پڑھنے پر لگایا - قاعدہ ختم ہوا تو قرآن شریف شروع کرا دیا - اردو مین کچھ کچھ حرف شناس ہونے لگی - ذہن اچھا تھا - دو ڈھائی برس مین قرآن شریف ختم کرکے اردو پڑھنے لکھنے لگی جب سے لڑکی پیدا ہوئی تھی خدا نے شیخ صاحب کا ہاتھ کھول دیا تھا اور وہ اگلی سی تنگدستی اور پریشانی دور ہوگئی تھی - فصل اچھی ہونے سے آمدنی مین اضافہ ہوگیا تھا - لڑکی کا نام شمس النسا تھا - مگر لوگ پیار سے پھندنا بیگم کہتے تھے - آخر یہی نام پڑگیا جب دختر نیک اختر بارہ برس کی ہوئی تو شیخ صاحب کو اسکی شادی کی فکر نے اور بھی تہ و بالا کر دیا پیسہ نہ ہونے سے بہت مایوس ہوگئے تھے آخر زمینداری مین جو بٹی تھی اس کو بیچنے کے قصد سے بات چیت شروع کی - لڑکی کو یہ خبر ہوئی تو بہت فکر مین غلطان پیچان ہوئی

اور چاہا باپ کو اس حرکت سے کسی طرح باز رکھے۔ جب کوئی ذریعہ اطلاع کا نہ ملا تو ایک دن ایک خوبصورت پہلو نکالا کہ اس نے بیان کیا کہ مین نے عرب کی تاریخ مین دیکھا ہے کہ زمانہ جاہلیت مین لوگ لڑکیون کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ ان کے پاس جہیز دینے کو روپیہ نہ ہوتا تھا۔ میرے نزدیک جہیز دینے کی قبیح رسم اُٹھا دی جائے یا اس کو حسب حیثیت پورا کیا جائے۔ جو کام اپنی حیثیت سے زیادہ کیا جاتا ہے اس کا نتیجہ پشیمانی ہے۔ ہمارے محلے مین ایک غریب سپاہی رستم خان رہتا تھا۔ سال بھر ہوا اس نے اپنا مکان بیچ کر لڑکی کی شادی کر دی۔ غریب کو آج تک مکان نصیب نہ ہوا۔ تیری میری دہلیز پر پڑا رہتا ہے۔ بیوی جدا پریشان بچے جدا پریشان کرایہ دینے کی مقدرت نہین۔ ایک دن اس کی بیوی ہماری امان سے منتین کر کے کہہ رہی تھی کہ اگر آپ کا حکم ہو تو ہم لوگ ڈیوڑھی مین آ رہین۔ مگر جب امان نے کسی طرح منظور نہ کیا تو مجھے بہت بُرا معلوم ہوا۔ اور مین نے کہا کمبخت تو نے اپنا اچھا خاصہ گھر بیچ کر یہ ذلت گوارا کی۔ ابھی تو دو لڑکیان اور باقی ہین۔ اُن کو کیا دیگی۔ کہنے لگی اب کیا رکھا ہے خالی ناڑہ باندھکر رخصت کر دون گی۔ اگر پہلے سے معلوم ہوتا کہ گھر بیچنے کے بعد ایسی مصیبت جھیلنا ہوگی تو کبھی یہ کام نہ کرتی۔ بیوی! آدمی کو اپنی حیثیت سے زیادہ کام نہ کرنا چاہیے۔ مین نے کہا تو تو سچ کہتی ہے۔

شیخ صاحب لڑکی کی تقریر سنکر ہکا بکا ہو کر رہ گئے اور دل مین اس کی عقل و دانش پر بہت آفرین کی۔

مگر سوچنے لگے کہ لڑکی کی شادی کے لیے روپیہ کہان سے آئیگا۔ اگرچہ پیام جا بجا سے آ رہے تھے۔ اور اس مین خوش حال اور شریف لوگ بھی تھے۔ لیکن یہ اسی وجہ سے ہامی نہین بھرتے تھے۔ آخر اس فکر مین تلاش معاش گھر سے قدم باہر نکالا۔ اس وقت شاہجہان آباد دہلی مین ہُن برس رہا تھا۔ اور اہل علم و فضل جمع ہو رہے تھے۔ اکبر بادشاہ کا عہد معدلت تھا۔

شیخ صاحب خدا کا نام لیکر دہلی چل کھڑے ہوئے۔ ایک بکاول کی وساطت سے دربار

تک رسائی ہوئی۔اس زمانے مین بادشاہ شریف پرور ہوتے تھے اور شرفا کی بہت قدرومنزلت کرتے تھے شیخ زادون کو دربار دیکھنا بھی نصیب نہ ہوتا تھا۔شیخ صاحب نے اپنا نسب نامہ پیش کیا۔علاوہ اس کے زیور علم سے بھی آراستہ تھے۔چند روز مین دربار رس ہو گئے اور امرائے دولت مین ان کا بھی شمار ہونے لگا۔لکھنؤ اس وقت دیہات مین شامل تھا لیکن شیخ صاحب کی لڑکی کی شادی اسی قصبے کے مضافات مین ٹھیری تھی۔اس سبب سے شیخ صاحب نے لکھنؤ مین کچھ زمین حاصل کر کے اپنا مکان پنج محلا وہین بنوانا شروع کیا۔لوگ کہتے ہین کہ شیخ صاحب نے نرینہ فرزند کی ہوس مین اپنی پانچ شادیان کی تھین اور ان کے کُف کے لوگون نے بے چون وچرا ان کو لڑکیان دین۔اس لیے کہ شیخ صاحب دولت مند اور صاحب ثروت گنے جاتے تھے۔اسی سبب سے انکا مکان پنج محلا کہا جاتا تھا۔شیخ صاحب دور اندیش تھے۔مکان کے ساتھ ہی اپنی زندگی مین اپنا مقبرہ بھی نہایت عمدہ تعمیر کرایا تھا جس کا نام "ندان محل" یعنی ہمیشہ کا گھر رکھا۔کثرت استعمال سے لوگ اسے "نادان محل" کہنے لگے۔

شیخ صاحب کی تقدیر نے یہان تک عروج کیا کہ ایک روز ایک سرکاری منجم ابوالحسن نے اکبر بادشاہ کا زائچہ بنایا۔تو بہت مغموم ہو کر عرض کیا چند روز حضور پر نہایت سخت ہین اس زمانے مین آپ کو تخت سلطنت چھوڑ دینا چاہیے۔بادشاہ کو نجوم کا بہت اعتقاد تھا اور شیخ عبدالرحیم پر کامل اعتماد۔آخر بصلاح اہل دربار شیخ صاحب کو سلطنت تفویض کر کے آپ تخت سے اُتر آئے۔اور جب میعاد معینہ گذر گئی۔تو بادشاہ نے تخت نشینی کا قصد فرمایا۔شیخ صاحب تخت سے اُتر آئے۔بادشاہ نے اپنی پوشاک طلب فرمائی۔ایک خواجہ سرا تاج لیکر آنے لگا تو اسکے ہاتھ مین ایک سانپ نے کاٹ کھایا اور وہ فوراً مر گیا۔اہل دربار نے کہا خدا نے بڑی خیر کی اور بادشاہ سلامت کی کل بل ٹل گئی۔اس واقعہ کے چھ مہینے کے بعد شیخ صاحب بادشاہ سے رخصت لیکر اپنے مکان پر آئے۔بیوی نے کاکوری کے زمیندار شیخ برکت اللہ کے لڑکے سے جس کا نام شیخ ہدایت اللہ تھا لڑکی کی بات طے کر لی تھی۔اس لیے کہ شیخ برکت اللہ بیوی کے عزیز قریب ہونے کے علاوہ امیر

بات پر بھی رضی تھے کہ لڑکا گھر داماد رہے۔ شیخ برکت اللہ آدمی طامع تھے شیخ عبدالرحیم سے
بہت جھک کر ملے اور ایسا شیشے میں اُتارا کہ شادی میں دونوں طرف کا خرچ شیخ صاحب
کے ذمے رہا۔ نہایت دھوم دھام سے شادی ہوئی۔ اور شیخ نے اپنے دل کا حوصلہ پورا کیا
شادی کے بعد دولھا دلھن کا میل طلاپ دیکھنا تھا۔ اور امید تھی کہ دونوں میں نہایت الفت
ہوگی اس لیے کہ بیوی خواندہ اور فہمیدہ اور غیرت دار تھی۔ اور سب سے عمدہ بات یہ ہے
کہ گھر بھی بھی خیال تھا دولھا نیک مزاج اور تعلیم یافتہ ہوگا۔ کیونکہ شریف خاندان کا لڑکا
ہے۔ مگر جو اولاد لاڈ میں پرورش پاتی ہے۔ وہ اکثر ننگ خاندان ہوتی ہے۔ شیخ ہدایت اللہ
پستہ قامت۔ کوتاہ گردن۔ گربہ چشم۔ چیچک رو۔ فطرتاً مفسد اور خوشامدی۔ دروغ گو۔ گنوار
کینہ پرور۔ حریص طامع تھا۔ بیوی چاہتی تھی کہ میاں کچھ اپنے ہاتھ پاؤں ہلائیں اور سسرال
کے ٹکڑوں پر نہ پڑیں۔ میاں چاہتے تھے کہ بیوی کا زیور بیچکر ناموری حاصل کریں۔ اب کس
بات کی کمی تھی۔ لباس پوشاک سادہ تھی وہ سسرال کے طفیل میں بدل گئی۔ نوکر چاکر
خدمتگار مفت کے ملے۔ مزاج میں رعونت آگئی۔ بیوی نے خیال کیا کہ بدمزاجی سے
میاں کو زیر کرنا ایک قبیح بات ہے۔ اطاعت سے ان کو مطیع بنانا چاہیے۔ اسی لیے جہیز کے
اسباب کی تمام کنجیاں میاں کے حوالے کیں اور روزمرہ کا حساب آپ لکھنا شروع کیا۔ میاں
کو عمدہ سے عمدہ کھانے کھلائے۔ اچھے سے اچھا کپڑا پہنایا۔ اور ان کی خاطرداری میں کوئی دقیقہ
اُٹھا نہ رکھا۔ میاں نے پہلا وار یہ کیا کہ ہیرے کے کڑے نکال کر اونے پونے بیچے روزمرہ
کی خبر نہ تھی اس لیے کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ اور چند ماہ کے بعد خبر ہوئی تو نوکروں پر
شک گذرا اور انھیں کی مرمت ہوئی۔ اب ان کا حوصلہ بڑھ گیا۔ باوجود اس آرام کے
ایک بازاری طوائف سے تعلق پیدا کیا اور دو ہزار کا جوڑا بیوی کا نکال کر اس کو دے آئے
اسپر بہت اودھم مچا اور سارے عملے پر سختی ہوئی۔ ایک خدمتگار کو میاں کی کیفیت معلوم
تھی اس نے راز طشت از بام کردیا۔ طوائف تو شہر سے نکلوا دی گئی۔ اور میاں ہدایت اللہ
نظروں سے گر گئے اور بہت دنوں تک معتوب رہے۔

مگر پھندنا بیگم نے شوہر کی زبان پر ایک حرف نہ رکھا اور اس کو موقع پاکر نرمی سے سمجھایا

کہ اگرچہ خدا کے فضل سے ہم کو ہر طرح کا آرام ہے۔ اور ابا میاں کی بدولت عیش و عشرت سے زندگی بسر ہو رہی ہے۔ مگر سسرال کی روٹیون پر پڑا رہنا ایک بے عزتی کی بات ہے اور اس سبب سے ہم اپنے ہم چشمون مین آنکھ چار نہین کر سکتے۔ اگر تم فکر معاش کرتے تو ہم کو تمھاری محنت کے چنے یہان کے پلاؤ اور قورمے سے بہتر تھے۔ عورت کے واسطے یہ سخت ذلت کی بات ہے کہ اس کا شوہر سسرال کا دست نگر ہو مگر جو اپنے ہاتھ پاؤن کٹا کر بیٹھ رہتا ہے اور میٹھے میٹھے کھانے کا خوگر ہو جاتا ہے وہ غیرت کو بالائے طاق رکھ دیتا ہے۔ باپ اس کے اگرچہ مالدار تھے۔ مگر کنجوس زمیندار تھے اور ہمیشہ فقرون سے شیخ صاحب سے رقم کثیر مانگ لیجاتے تھے۔ وہ بھلا بیٹے کی کیا خبر لیتے ان کو خود اپنی جاگ لڑکیاں بیاہنی تھین۔

شیخ ہدایت اللہ پر بیوی کی نصیحت نے کچھ اثر نہ کیا۔ اس زمانے مین شیخ عبدالرحیم کا انتقال ہو گیا۔ اب تو ہدایت اللہ کی بن پڑی۔ چار برس مین ساری جائداد رہن اور بیع کر کے اڑا دی۔ جب بیوی نے زیادہ ملامت کی تو ادھر ادھر کہین چلا گیا۔ بھندنا بیگم کو اپنی قسمت پر رونا آیا۔ آخر صبر کر کے بیٹھ رہی۔ چھ مہینے شہرون شہرون مارا پھرا آخر فاقہ کشی کرتے کرتے بیمار پڑ گیا۔ بیوی کو کئی خط لکھے کہ خرچ بھیجکر اس کو بلوا لے۔ مگر اس بدبخت کا دل اس کی طرف سے کچھ ایسا پک گیا تھا کہ خط کا جواب تک نہ دیا۔ آخر مرض نے طول کھینچا اور ہدایت اللہ نے بیکسی اور غربت کی حالت مین انتقال کیا۔ خدا ترسی کر کے ایک مسلمان نے تجہیز و تکفین کر دی۔ اور اول منزل پہونچا دیا۔ دو مہینے کے بعد بیوی کو خبر ملی پہلے تو لوگون کو اس کا بھی یقین نہ آیا جب متواتر آنے والون کی زبان سے تصدیق ہو گئی تو غریب بیوی رو پیٹ کر بیٹھ رہی جس وقت میان گئے تھے آٹھ مہینے کا حمل تھا اور اس وقت دو برس کا لڑکا گود مین تھا۔ خوب پیار کر کے اور بے زبان بچے کو گلے چمٹا کے کہنے لگی یہی میرا شوہر ہے اور آج سے میرا عیش و آرام اسی کے دم کے ساتھ ہے۔ اس نے اپنی جائداد کو جو شوہر کی دستبرد سے بچ رہی تھی بہت جزرسی سے صرف کر کے بچے کو پرورش کیا۔ اور اس کو اچھی طرح تعلیم دلوائی۔ جب وہ جوان ہوا تو نانا سے زیادہ فاضل

عالم مشہور رہا۔ماں کی خدمت اس قدر کی کہ وہ اپنے باپ کے زمانے کا عیش
بھول گئی۔اس کا نام شیخ ریاست علی تھا۔ریاست علی نے حقیقت میں ماں کو ریاست
کرائی۔اور شاہ اودھ کے دربار میں بہت عزت حاصل کی۔"شیخن دروازہ" اسی نے تعمیر کرایا
جس کے دروازے پر ننگی تلوار لٹکی رہتی تھی۔ابھی بائیس ۲۲ برس کی عمر تھی کہ ماں نے
انتقال کیا۔ندان محل میں دفن کی گئی۔قبر پر قرآن خوان نوکر ہوے۔
مقبرہ نہایت شاندار تعمیر ہوا۔اور آج تک اسی سنگی عمارت میں پھندنا بیگم آرام سے
سو رہی ہے۔آجکل اس عمارت کو عمارات قدیمہ میں شمار کرکے میونسپلٹی نے اس کی حفاظت
اپنے ذمے لی ہے۔اور اس کے گرد ایک باغ تعمیر کیا ہے۔

سیدھا مسلمان

(۱)

منشی شریف احمد ایک نیک مزاج اور سیدھے آدمی تھے۔چودھویں صدی میں
پیدا ہوے۔اور اسی مفسد دنیا میں رہے۔مگر انہوں نے آج تک چنے کا کھیت بھی
نہیں دیکھا۔روپے کے پیسے گننا نہیں آتے تھے۔لیکن دل کے بہت صاف جو بات
جس نے کہدی ان کو یقین آگیا۔دوست احباب نے سیکڑوں دھوکے دیے مگر یہ خدا کے
بندے ہمیشہ سچ سمجھا کیے۔نئی روشنی والے تو ان کو دیکھکر ہنستے تھے۔اور اپنی صحبت کے
قابل نہیں سمجھتے تھے۔اور ان کی دوستی بھی عجیب قسم کی دوستی تھی۔محلے کے کچھ غریب
نادار ان کے بھائی بند تھے۔شیخ بقرعیدی سے ان کی صاحب سلامت۔میاں رمضانی
سے ان کی ملاقات۔ایسے ایسے لوگوں سے بھائی چارہ تھا۔آمدنی بھی معقول تھی۔خدا
کے فضل سے مختار پیشہ تھے۔کم سے کم مہینے میں سو روپیہ ملجاتا تھا۔اچھے اچھے وکیل ان کا
منہ دیکھا کرتے تھے مگر وضع سیدھی سادھی۔تن زیب کا کرتا۔تنزیب کا انگرکھا۔مارکین کا
پائجامہ ڈھیلی مہری کا۔سر پہ دو پیسے والی ٹوپی۔پاؤں میں چمرودھا جوتا۔ہاتھ میں بانس
کی لکڑی۔لمبی ڈاڑھی۔مونچھ ندارد۔سارے سر پہ بال۔بغل میں قانون کا بستہ۔موکلوں کے

کا غذات، دن بھر ایک پاؤں سے پھرنا، کھانا بھی معمولی۔ چنے کی دال، ماش کی دال ارہر کی دال، روٹی، موٹے چاول، آٹھویں دن گوشت ترکاری۔ گھر والی کھانا پکایا کرتی تھی نہ کوئی ماما نہ کوئی نوکر، لوگوں کا خیال تھا کہ شریف احمد بڑے مالدار ہونگے آمدنی تو اس قدر اور گھر میں خاک اڑتی ہے۔ مصیبت سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ یقینی دولت جمع کی ہوگی مگر یہ بات غلط تھی۔ شریف احمد کنبہ پرور اور خدا ترس آدمی تھا، اس کی دولت لوگ چپکے سے بہت کھا جاتے تھے۔ ایک دن شیخ نقر عیدی نے کہا اس وقت مجھے سخت ضرورت ہے۔ دس روپے کہیں سے دلوا دیجیے آج کے آٹھویں دن ادا کر دوں گا۔ آپ نے حوالے کر دیے۔ آٹھ دن کے آٹھ برس ہو گئے، بہت کچھ تقاضا کیا، ڈرایا دھمکایا۔ نالش کر دوں گا ایک کے چار دینا پڑیں گے، گھر نیلام ہو جائے گا۔ مگر شیخ صاحب نے سماعت ہی کی رو بیٹھ کر بیٹھ رہے۔ گھر کے پاس میر نقی رہتے تھے بہت نیک آدمی شریف غریب۔ ایک دن شریف احمد کے پاس آئے اور قدموں پر گر پڑے۔ اس وقت آپ کے ہاتھ آبرو ہے ہمارے عزیزوں میں شادی ہے "بہو" کے پاس ایک تار نہیں ہے۔ اگر کچھ زیور ایک رات کے واسطے دیدیجیے تو آپ کا عمر بھر کا احسان ہوگا۔ آپ نے بیوی کو سمجھا بجھا کر سب کا سب لا کر حوالے کر دیا وہ لیکر نو دو گیارہ ہوئے۔ کچھ دنوں روپوش رہے۔ اس کے بعد منھ چھپایا کیے جب سامنے سے آتے دیکھا راستہ کاٹ کر چلے گئے کچھ دنوں کترا کترا کر چلتے رہے پھر وہی ملاقات وہی بات چیت۔ وہی صاحب سلامت۔ مرد خدا نے منھ سے اُف تک کی۔ میاں بیوی کے مزاج میں تھوڑا فرق تھا۔ میاں غریب دوست اور غریبوں سے محبت رکھنے والے، اُن کی خدمت کرنے والے اور اُن سے بھائی چارہ رکھنے والے۔

بیوی چاہتی تھیں۔ ہمارے گھر میں ایسے لوگ نہ آئیں ہم ایسے لوگوں سے ملیں جو شہر میں نامی دولت مند ہوں۔ زمانے کا رنگ بدل چکا ہے۔ اب عزیز داری اور قرابت تو پوچھی نہیں جاتی۔ دولت پوچھی جاتی ہے اور زر پرستی کی جاتی ہے۔ لالچی لوگ جس کو دیکھتے ہیں مالدار ہے اُس کے یہاں ہر وقت کھڑے رہتے ہیں۔ اس کو بڑے بڑے حصے بخرے کر حصہ داری پیدا کرتے ہیں اور امیروں سے رئیسوں سے اپنی ملت داری بڑھاتے ہیں

ویسی ہی عمدہ پوشاکین اچھا مکان رکھنے کی ضرورت ہے۔
یہ اپنے خالو کی آنکھین دیکھے ہوئے تھین۔ آمدنی تو ان کو بھی سو روپیہ ماہوار سے زیادہ نہ تھی۔ مگر گھر مین دو مامائین۔ باہر ایک نوکر، گھر نمونۂ جنت بنا ہوا۔ قد آدم آئینے، جھاڑ کنول، فانوس سے آراستہ، پرتکلف فرش بچھا ہوا۔ نفیس نفیس کرسیان۔ باہر کا کمرہ انگریزی طرز معاشرت کے موافق سجا ہوا۔ ایک چھوڑ پانچ پانچ مکان، خالو جان کے ہاتھون مین فیروزے کی انگوٹھیان۔ سونے کا چین لگائے ہوئے، آدمی گنگا جمنی خاصدان، چاندی کی لٹیا لیے ہوئے ساتھ ساتھ۔ آج ڈپٹی صاحب کے یہان پلاؤ سفیدے کے خوان چلے جاتے ہین کل تحصیلدار صاحب کے یہان کھیر کی تفلیان بھیجی جاتی ہین۔ کوئی بیرسٹر کوئی وکیل، کوئی ڈپٹی، کوئی تحصیلدار، کوئی حکیم۔ کوئی ڈاکٹر ایسا نہین جس سے خالو جان سے دانت کاٹی روٹی نہو۔
دروازے پر روز ایک نہ ایک بگھی لگی رہتی ہے۔ ساٹھ ستر روپیہ مہینا اسی خاطر مدارات مین صرف ہوتا ہے۔ بڑے بڑے حصے کھاتے مین آتے ہین۔
میان کا خیال تھا کہ ایسے موٹے موٹے حرام خورون کے کھلانے سے کیا فائدہ نہ خدا خوش نہ رسول خوش۔ کھلائے تو ان محتاجون کو جن کو پیٹ بھر چنے کی روٹی بھی میسر نہین آتی۔ کھلائے تو اپاہجون کو کھلائے۔ اندھون کو کھلائے۔ ایسے لوگون کو جو شرم سے بھیک نہین مانگتے اور فاقہ کشی کرتے ہین۔
آخر بیوی نے میان کو بھی اسی رنگ پر لانا چاہا۔ کہا سنو صاحب امیرون سے ملنے مین بڑے بڑے فائدے ہین۔ دیکھو ہمارے خالو خدا رکھے تم سے زیادہ آمدنی نہین ہے مگر کس قدر نام اور کتنی عزت، کتنی شہرت ہے۔ آج بڑے بڑے لوگ ان سے ملنے آتے ہین۔ آدمی کو اپنی عزت بڑھانا چاہیے۔ پہلے اپنے مکان کی حیثیت درست کرو۔ اپنی وضع بدلو۔ گھر مین دو چار نوکر رکھو۔ ماشاء اللہ میری آنکھون مین خاک تم بھی ڈیڑھ سو روپیہ مہینے سے کچھ کم نہین کماتے ہو مگر برکت خاک نہین چوتھے پر تو ابھی نصیب نہین۔ اس زمانے مین عزیز داری کا خیال رکھنا پہلی بے وقوفی ہے۔ یہ لوگ چاہتے ہین ہمارے جیسے یہ بھی بھی جائین

اور جہان کسی مورکھ کو پاتے ہین تو جگہا تے ہین مگر وہ کاٹھ کا الو ان باتون کو مطلق
خیال مین نہ لاتا ہون ہان کرکے خاموش ہو جاتا، اور دن رات کے طعنے سنا کرتا۔
برابر دونون مین جگ چلا کرتی۔ بات یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنا قرینہ بدلنا دشوار معلوم ہوتا
ہے۔ اس مین شک نہین کہ شریف احمد مرنجان مرنج آدمی تھا۔ اور اپنی زبان اپنے ہاتھ سے
کسی کو ایذا دینا نہین چاہتا تھا۔ اور غریب لوگون سے بہت محبت سے ملتا تھا اور انکا کام
کرنے مین عار نہین سمجھتا تھا۔ یہ سب باتین اس سے چھوٹنا ناممکن تھین۔

(۲)

خالو جان پر فالج گرا۔ ان کی آمدنی مین فرق آگیا، مکان بکنے لگے، پرانے ملنے والے
دو چار دفعہ تو دیکھنے کو آئے، جسکے بعد رسم ملاقات برطرف ہو گئی۔ اور اب ملانے پر بھی کوئی
ادھر کا رخ نہین کرتا۔ اپنے عزیز تو پہلے ہی سے بھرے بیٹھے تھے کسی کو کانون کان خبر
نہین ہوئی۔ مکان اور گھر گرستی بیچ بیچ کر کھا گئے۔ بیچارہ شریف احمد خدا ترسی کرکے آٹھوین
دن ان کے مکان پر جاتا کوئی چیز کی ضرورت ہوتی لا دیتا۔ سب کی خیریت پوچھتا اور بہت
افسوس کرتا۔ مدتون تک ان کی خدمت کرتا رہا۔ خود بڈھا ہو گیا، صحت نے جواب دیدیا، آمدنی
مین فرق آگیا۔ محلے کے غریب غربا اس کے دوست تھے وہی کچھ کام آئے۔ کام کاج سب
کر دیتے۔ دوا درمن لا دیتے تھے، سودا سلف کر دیتے تھے، روپیہ پیسے سے بھی اپنی حیثیت
کے موافق پیش آتے تھے۔ بھائی بند اس کی نیک مزاجی سے خوش تھے۔ خرچ کچھ ایسا نہ تھا
مگر جب آمدنی مفقود ہو جاتی ہے تو آخر کھانے کو کہان سے آئے۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے خیال آیا،
راجہ مومن علی کی مدت تک خدمت کی ہے۔ ان کے بہت سے مقدمے مفت کر دیے اور مفت
اُن کو خدا نے زمیندار سے راجہ بنا دیا ہے۔ ہو سکے تو کچھ اُن سے بیماری کی حالت مین قرض
مانگنا چاہیے، شاید دے نکلین۔ یہ خیال کرکے نہال ہو گیا۔ راجہ صاحب سے ملاقات کی اور
اپنا سب حال کہا۔ آنے کا سبب بیان کیا۔

انھون نے کہا، شریف احمد تم نے ہمارا ساتھ تنگدستی مین بہت کچھ دیا۔ ہمارے مقدمات کی
پیروی مفت کی۔ ہمارے ساتھ دوڑ دوڑ کے اپنا وقت صرف کیا۔ ہم تمھاری ان باتون سے بہت

خوش ہین اور لوگ بھی تمھاری تعریف ہم سے برابر کرتے رہے۔ تم اگر جوانی مین پیسہ جمع کرتے تو آج بڑھاپے مین اتنی تکلیف نہ اُٹھاتے۔ لیکن تم نے خداترس دل پایا تھا لوگون نے جعل فریب کیکے تمھاری دولت کھائی، اس سبب سے تمکو آج قرض مانگنے کی نوبت آئی ہم اپنی سرکار سے تمھاری پرورش کے لیے تیس ۳۰ روپیہ ماہوار مقرر کرتے ہین۔ تم سے کوئی خدمت نہین لیجائیگی اور یہ تنخواہ تاحیات تم کو ملے گی۔ غالباً تمھاری ضرورتین اس تنخواہ سے پوری ہوجائین گی۔ اور بھی وقتاً فوقتاً ہم تمھاری خدمت کرتے رہین گے۔ تم نیک دل شریف آدمی اور سیدھے مسلمان ہو۔ مجھے امید ہے کہ تم ہمیشہ مجھ سے ملا کروگے۔

اس وقت میان شریف احمد کو خدا کی رزاقی کا قائل ہونا پڑا اور سر جھکا کر سب سے پہلے خدا کے سجدے مین گر پڑے۔ اور کہا خدا حقیقت مین ہر ایک کو اس کی مزدوری دیتا ہے۔ مین اپنے دل مین افسوس کر رہا تھا کہ مین نے اپنا اسقدر روپیہ محض غریب پروری مین کیون برباد کردیا اور میری زندگی کس مصیبت اور محنت سے کٹے گی۔ مگر قربان جائیے اس خدا کے اس نے میری خبر اس بیکسی مین لی۔ مین نے ایک کتاب مین نصیحت دیکھی تھی کہ دو خصلتون سے بہتر کوئی شے نہین "ایمان لانا ساتھ اللہ کے۔ اور نفع دینا مسلمانون کو" اس بات پر کاربند ہونے مین مجھے بہت سے نقصان پہونچے، بہت ایذا اُٹھائی اور بہت رنجشین مول لین۔ بہت زحمتین حاصل ہوئین، بہت بے وقوف بننا پڑا۔ اور بہت ذلت اُٹھائی۔ مگر آخر مین خدائے پاک نے اپنا فضل کیا۔

مومن علی نے کہا نہین مین نے آپ پر کوئی احسان نہین کیا۔ یہ تو آپ کا حق تھا جو آپ کو دیا گیا۔ تمام آپ نے میرے مقدمے مفت کیے۔ تنگدستی مین میرا ساتھ دیا اور بے عذر کام کیا۔ کبھی اپنی خدمت کا معاوضہ نہین طلب کیا۔ آپ نے خدا کے بندون کے ساتھ بہت احسان کیے ہین۔ مین آپ کو زیادہ آرام دینا چاہتا ہون۔ سو ۱۰۰ روپیہ ماہوار آپ کی ضرورت کے لیے کافی ہوگا۔ میرے خیال مین آپ کی آمدنی اس سے زیادہ تھی مین چاہتا ہون اس حقیر روپے کو آپ قبول فرمائین۔

رضیّہ خانم

عابدہ خانم بڑی نیک بی بی تھی۔غریب تھی۔بیوہ تھی۔تمام کنبہ امیر تھا بیچاری چکی پیس پیس کر اوقات بسر کرتی تھی۔اس کے عزیزون نے اسی افلاس کی وجہ سے اس کے گھر آنا جانا ملنا جلنا حصہ بخرہ سب چھوڑ دیا مگر یہ خدا کی نیک بندی صابر وشاکر تھی۔چکی پیسنے مین جو سیر آدھ سیر آٹا مل جاتا۔اس مین سے خود کھاتی لڑکی کو کھلاتی اور جیکی فقیر کو دیتی اور اسی مین بشاش رہتی۔اکثر ایسا ہوا کہ کھانا تیار ہے اور فقیر نے سوال کیا۔فقیر اندھا ہے۔لنگڑا ہے یا لولا ہے۔تو لڑکی کے واسطے دو چپاتیان رہنے دین باقی سب کھانا خدا کی راہ پر دیدیا۔اور آپ فاقہ سے سورہی۔اپنے وقتون کو اس طرح تقسیم کیا تھا صبح کی نماز کے بعد قرآن کی تلاوت۔وظیفہ وظائف۔اس کے بعد آٹھ بجے سے گیارہ بجے تک چکی پیسنا۔گیارہ بجے اُٹھکر صبح شام دونون وقت کی دال روٹی تیار رکھنا۔اکثر روزہ رکھنا۔ایک چوکی پر جا نماز بچھی ہوئی۔اسی کے پاس ایک مٹی کی بدھنی رکھی ہے۔رات کو دو بجے تہجد کی نماز پڑھتی تھی۔اور اس کے بعد فجر کے وقت تک چکی پیسنی تھی۔

لڑکی کو چھ برس کی عمر سے قاعدہ پڑھا کر سال بھر مین قرآن شریف ختم کراکے نماز سکھا دی تھی۔وہ بھی نماز کی پابند تھی۔سات برس کے سن سے اُسے زنانہ اسکول مین تعلیم کے لیے بھیج دیا تھا۔ذہن اچھا تھا۔جو کچھ پڑھ لیتی تھی یاد کر لیتی تھی۔اسکول کی مس صاحبہ اس غریب لڑکی سے بہت خوش تھین۔جو ہر ایک امتحان مین اول پاس ہوتی تھی۔

اسکول سے اس کی فیس معاف ہوگئی اور پانچ روپیہ ماہوار وظیفہ مقرر ہوگیا تاکہ تعلیم حاصل کرے۔پانچ برس تک پڑھتی رہی جب بارہ برس کی ہوئی تو مان نے اسکول بھیجنا بند کر دیا۔اور کہا گھر پر کتابین یاد کرکے امتحان دے لینا۔لڑکی کی شادی کی فکر ہوئی عزیز تو ایسی غریب کی لڑکی کو کیا قبول کرتے۔اب خیال ہوا کہ غیرون مین اس کی شادی ہوجائے تو بہتر ہے۔مان کو نہایت جلدی تھی۔مگر بات کہین سے نہین آتی تھی۔زمانے کی روش بدل گئی تھی۔لڑکے پڑھی لکھی۔خوب صورت۔مالدار بی بی ڈھونڈھتے تھے۔لڑکیان خوبصورت

نوجوان پڑھالکھا دولت مند شوہر چاہتی یقین اوران سب باتون پر دولتمندی
کو شرف دیا جاتا تھا۔ اگر دولتمند ہے تو اس کی بدصورتی بھی ہزار خوبصورتون سے
بہتر معلوم ہوتی تھی رذیل ہے تو ہزار شریفون سے بہتر۔ جاہل ہے تو مفلس عالم پر
اسی کو ترجیح دیجاتی تھی۔ اوسکے افعال قبیحہ پر پردہ ڈال کر غریب نیک مزاجون سے
بہتر تصور کیا جاتا تھا۔ شرافت نام تھا چار پیسون کا

ایسی حالت مین بی عابدہ خانم کی بیٹی رضیہ خانم کو کون پوچھتا۔
اگرچہ رضیہ خانم صورت شکل کی بہت اچھی۔ اخلاق کی درست بات چیت دانشمندانہ
پڑھی لکھی دست و قلم۔ مگر مفلسی نے تمام اچھائیون پر پردہ ڈالدیا تھا۔ اس لیے کہین سے
پیغام نہین آتا تھا۔ سب یہی کہتے تھے اس پنہاری کی لڑکی کو کون کرے جس کے
پاس ایک وقت کھانے کو بھی نہین۔ بہتر تو یہ ہے کہ وہ کسی فقیر کو ہاتھ پکڑا دے نہین تو
جوان لڑکی کو کب تک بٹھا رکھے گی۔ عابدہ خانم کو یہ رنج کھائے لیتا تھا۔
رفتہ رفتہ تمام محلے کے لوگون سے کہا تو ایک خدا کے بندے نے پیام دیا
دال کی منڈی مین ایک غریب آدمی کا لڑکا جسکے مان باپ مرچکے تھے اور کنبے
مین بھی کوئی نہین ہے۔ انٹرنس مین تعلیم پاتا ہے۔ باپ کے ٹوٹے ہوے مکان مین
رہتا ہے۔ غریب اتنا ہے کہ روٹی کپڑا بھی مشکل سے میسر آئیگا۔ کہو تو اسکا رقعہ بھجوادون
عابدہ خانم نے کہا رقعہ کیسا اور چٹھی کیسی۔ یہان کیا رکھا ہوا ہے۔ تم ہی محلے کے چار
آدمی بیٹھکر لڑکی کا نکاح پڑھوادو۔ ہمارے پاس کیا دینے لینے کو ہے جو چھان بنان
کرین۔ اب تو اس پہاڑ کو اپنے سر سے ٹالنا ہے۔
کچھ ترس خدا کھا کے محلے والون نے بڑی بی کے ملاحظے سے بات چیت طے کرکے
نکاح کی تاریخ مقرر کردی۔ اور ایک دن شام کو دو بول پڑھوادیے۔ اور لڑکی سچ مچ
ناڑہ ہاتھون مین باندھکر رخصت کردیگئی۔

[illegible] نے دیکھا ایک ٹوٹا سا مکان ہے جس مین چمگادڑ بھی شریک ہین گھر مین
تین من کوڑا ڈھیر ہے۔ میان گرستی کی کوئی چیز بیچتے ہین تو بازار سے روٹی کباب مول

لاتے ہین آپ بھی کھاتے ہین اور ان کو بھی دیتے ہین۔

دو چار دن تو صبر کیا آخر اُٹھی گھر مین جھاڑو دی۔ میان سے کوڑا باہر پھکوایا اور کہا آج آٹا اور دال لانا ہم گھر مین کھانا پکائین گے۔ میان دال آٹا نمک گھی مرچ وغیرہ لے آئے۔ بی بی نے آٹا گوندھا دال دھوکر چولھے پر چڑھا دی۔ جب اچھی طرح گل گئی تو گھونٹ کر پانی ڈال نمک چکھا اور پھر پکا کر گھی سے بگھار دی۔ آپ روٹی پکانے گئی میان سے کہا تم ہاتھ دھوکر کھانے بیٹھ جاو کیونکہ تمھین کالج جانے کو دیر ہوتی ہوگی۔

میان نے جو برسون کے بعد ہاتھ کی چپاتیان کھائین تو نان نعمت کا مزا ملا۔ اس کے بعد میان کو ایک پان دیکر رخصت کیا۔

آپ کھانے کے بعد بقچی کھول کر میان کے پھٹے پرانے کپڑے پیوند پارہ رفو کر کے درست کر کے بقچی مین باندھ دیے۔ اور آپ امتحان کی کتاب لیکر بیٹھ گئی۔ سبق یاد کرتی رہی۔ مطالعہ کیا۔

جب میان آئے تو بازار سے آٹا دال منگوا کر کھانا پکایا پہلے ان کو کھلایا پھر آپ کھایا۔ خدا کا شکر بھیجا میان سے پوچھا۔ تمھارے امتحان مین کیا کیا کتابین ہین۔ اُس نے کہا مین نے تو فارسی بھی لی ہے۔ باقی کتابین انگریزی کی ہین۔ اس نے کہا مین بھی آٹھوین کلاس مین امتحان دینے والی ہون اور اپنی کتابین میان کو دکھائین اور کچھ الفاظ اس سے پوچھے۔ اس نے سبق اچھی طرح سمجھا دیا۔

رضیہ خانم کے شوہر کا نام صابر علی تھا۔ پڑھنے کا شوق تو بہت تھا لیکن اس سال امتحان مین فیل ہو گیا تھا۔ اس لیے اسے بہت رنج تھا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ محلے مین شاعری کا بہت تذکرہ تھا۔ سب کی دیکھا دیکھی صابر بھی شعر گوئی کے مرض مین مبتلا ہو گئے۔ اور مہینے مین دو ایک دفعہ مصرع طرح پر غزل لیکے مشاعرے مین ضرور جاتے تھے۔ دوست احباب ان کے لحاظ سے مشاعرہ کی طرح غالب کی طرح پر دیتے تھے کیونکہ ان کو غالب کا رنگ بہت پسند تھا۔ اور تاریخ کا دن ہفتہ رکھتے کہ مشاعرے کے دوسرے دن اتوار کو انکو سونے کا وقت بھی مل جائے۔

اس طرح بھی اتوار کو انکے شاعر دوست آتے تھے اور اپنا کلام بہت پر تکلف لہجے مین گا گا کر اور مٹک مٹک کر سناتے تھے۔ صابر علی کے پڑھنے کا بھی انداز یہی تھا یہ تو شعر کی تصویر کھینچ دیتا تھا۔ کچھ ہاتھ سے بھاؤ بتاتا تھا۔ کچھ گلا اچھا تھا۔ کچھ علم موسیقی سے بھی واقف تھا۔ اس لیے شاعرون کے علاوہ جاہل لوگ بھی سنکر خوش ہوتے تھے۔ اور کہتے تھے آج لکھنؤ مین میان صابر کے مقابلے کا کوئی شاعر نہین ہے بالکل غالب کے رنگ مین کہتے ہین۔ اور کلام مین درد بھی ایسا ہے کہ غزل کو مرثیہ بنا دیتے ہین جس مشاعرے مین جاتے ہین پالا انھین کے ہاتھ رہتا ہے۔

اس خبط نے صابر کی تعلیم مین خلل ڈالدیا تھا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اسی کی بے انتہا کوشش کا یہ نتیجہ تھا کہ کالج مین بھی سالانہ مشاعرے کی بنیاد پڑ گئی۔

بی بی نے جو یہ حال دیکھا تو اس نے کہا غضب ہوا۔ شاعری مین پھنس کر تو آدمی کسی کام کا نہین رہتا۔ ہمیشہ خود ستائی کا طالب رہتا ہے۔ اور اسی لغویت مین مصروف رہکر اپنی زندگی کو خراب کر دیتا ہے۔ اسکا نشہ افیون سے کم نہین ہے۔ دیکھیے یہ بلا ان سے کس طرح چھٹتی ہے۔ اور بہت تردد مین رہنے لگی۔

آخر کار ایک دن میان بیوی مین اس طرح گفتگو شروع ہوئی۔

بی بی ۔ یہ تمھارے یہان اتوار اتوار گانا کیسا ہوتا ہے کیا کہین سے قوال آتے ہین

صابر ۔ نہین جی یہ سب شاعر ہین اپنی اپنی غزلین سناتے ہین۔

بی بی ۔ سناتے ہین یا گاتے ہین۔ مٹکتے ہین ناچتے ہین۔ خاصی بھیرویں اڑاتے ہین۔ وہ وہ تانین لگاتے ہین کہ تانسین کی روح شرماتی ہوگی۔

صابر ۔ ہان لکھنؤ مین گانے کا طریقہ اس وقت سے جاری ہوا ہے جب سے دہلی کے ایک بھاری شاعر تشریف لائے تھے۔ اور انھون نے گا کر پڑھنا شروع کیا اور کچھ ایسا سمان بندھا کہ شاعر تو شاعر جاہل لوگ بھی محو ہو گئے۔ اور سب کے منھ سے واہ واہ نکلتی تھی۔ ورنہ اس سے پہلے لکھنؤ کی تہذیب مشاعرہ مشہور زمانہ تھی۔ ہر شخص تحت اللفظ شعر پڑھتا تھا۔ اور مشاعرے مین گھانسنا تک جرم تھا۔

بی بی - تم نے شاعری کس سے سیکھی -
صابر - سیکھنے کی ایک ہی کہی - شاعری سیکھنے کی چیز ہوتی ہے - مین تو تلمیذ الرحمن ہون اور ہر شاعر خدا کے یہان سے موزون طبیعت لیکر آتا ہے - ہان غالب کا مقلد ضرور ہون - اور انھین کی طرح میرا کلام بھی مشکل ہوتا ہے - عام لوگ اس کے معنے مطالب سمجھنے سے قاصر ہوتے ہین -
بی بی - تو مین جانتی ہون - اسی طرح لوگ خدا کے یہان سے انگریزی پڑھے ہوے عربی پڑھے ہوے - فارسی پڑھے ہوئے پیدا ہوتے ہون گے اور لوگ ان کو تلمیذ الرحمن کہتے ہون گے -
صابر - نہین ایسا نہین ہے - ان دونون باتون مین فرق ہے - شعر کہنا اثر صحبت سے آجاتا ہے - اور فارسی عربی بغیر پڑھے نہین آتی -
بی بی - اچھا تم کو بھی کسی کا اثر صحبت نصیب ہوا -
صابر - اجی اسکو نہ پوچھو - ایام جہالت مین میںنے دو چار غزلین اپنے میان ہم کو دکھائی تھین مگر ان کا رنگ کچھ ایسا ٹھس تھا کہ مجھے بالکل پسند نہ آیا کیونکہ ان سے اچھا مین خود کہہ لیتا تھا - اسی لیے مین نے ان کو دھتا بتایا - اور خود کہنے لگا - پھر کسی سے مشورہ سخن نہین کیا - اب خود میرے شاگردون کی فہرست لمبی چوڑی ہے - کوئی شہر ایسا نہین ہے جہان دو چار شاگرد میرے نہ ہون -
بی بی - یہ کیا جب تم کہتے ہو کہ شاعری سیکھنے کا فن نہین ہے - اور تم نے کسی سے شاعری نہین سیکھی - تو پھر دوسرون کو سکھانے کا حق تھین کب ہے - سب کو جواب دیدیا کرو کہ شاعری سیکھنے کا فن نہین ہے اسلیے مین شاگرد نہین کرونگا -
صابر - تم سچ کہتی ہو مگر سب لوگ میرے جیسے تو نہین ہین -
بی بی - یہی تو مین پوچھتی ہون کہ تم مان کے پیٹ سے شاعری سیکھکر پیدا ہوئے دوسرے نہین پیدا ہوئے ہین -
صابر - یہ مین کیونکر کہون -

بی بی - کہوگے کیا خاک - تمھارے کان مین توشیطان نے اور ہی کچھ پھونک کھا ہے کہ مین شاعر ہون - مجھ ایسا کوئی شاعر نہین ہے اور یہ ایک جہالت کا مرض ہے

صابر - تم میرا کلام سنوگی تو تم کو آپ سے آپ اس بات کا اندازہ ہو جائیگا -

بی بی - مین کلام سننا نہین چاہتی - اتنا بتا دو کہ تم نے عروض کی کتابین کس سے پڑھین - تم شعر کی تقطیع کر سکتے ہو - مین سنتی ہون کہ شعر کا ایک وزن بھی ہوتا ہے

صابر - عروض تو مین نے نہین پڑھا - نہ مجھکو اسکی ضرورت ہے مین تو خود موزون طبع ہون - اگر کوئی حرف وزن سے گرتا ہے تو مجھے خود کھٹکتا ہے - اور معمولی شعرون کی تقطیع بھی ٹوٹی پھوٹی کر لیتا ہون -

بی بی - یہ بھی تمھاری جہالت ہے کہ جس فن کو نہین جانتے ہو اُس کے جاننے کا دعوے کرتے ہو اور اس فن کے استاد بنتے ہو - اور اپنے کو غالب ثانی سمجھتے ہو - کیا غالب بھی ایسا ہی عروض وقافیہ مین جاہل تھا - اور بے استاد تھا -

صابر - یہ تو مین نہین جانتا کہ غالب عروض وقافیہ جانتا تھا یا نہین لیکن اتنا جانتا ہون کہ آج کل جتنے بڑے بڑے شاعر مشاعرے مین آتے ہین - انمین دو چار ایسے ہون جو ٹوٹی پھوٹی تقطیع کر لیتے ہون - باقی سب کورے ہین -

بی بی - مین ان کو بھی جاہل سمجھتی ہون جو کسی فن کو بخوبی نہ جانتے ہون اور اسکے مدعی بنتے ہون یہ انکی حماقت ہے - تم بی - اے تک نہین پڑھے ہو اور کسی سے کہو کہ مین بی - اے ہون تو وہ تمکو مجنون کہیگا یا نہین -

صابر - اچھا تو مین اب سے فارسی مین شعر کہا کرون -

بی بی - یہ تمھارے خبیث نفس کی دوسری مکاری ہے - اردو کے محاورات پر تو تمکو قدرت نہین - اسمین تو سیکڑون غوطے کھاتے ہو - تقطیع تم کر نہین سکتے - فارسی مین اس واسطے کہنا چاہتے ہو کہ اسکے اعتراض کرنے والے کم ہین - جو کچھ تک بے تک کہوگے لوگ واہ واہ کر دین گے -

صابر - تو تمھاری رائے یہ ہے کہ مین عروض پڑھون - قافیہ کا علم حاصل کرون تو شاعر

بنون اور کسی کا اس فن مین شاگرد بنون۔ کیونکہ بغیر شاگرد ہوے تو کوئی اپنا فن سکھائیگا نہین۔ پھر ہندوستان مین جو میرے سیکڑون شاگرد ہین وہ اپنے دل مین مجھیر کیا ہنسین گے۔

بی بی۔ میری یہ غرض ہرگز نہین ہے کہ تم شعر کا علم سیکھو۔ شاعری نگوڑی مین رکھا ہی کیا ہے۔ جس سے تم کچھ کما لوگے۔ اور شاگرد تمھین کیا دولت دیے دیتے ہین جواب نہ دینگے۔ آج سے تم شاعری سے توبہ کرو اور شعر کہنا یک قلم چھوڑ دو۔ اور جو بے فکرے شاعر آتے ہین۔ ان سے کہدو بھائی ہمکو یہ فن نہین آتا۔ نہ ہم شعر کہین گے نہ سنین گے اس سال ہم اسی سبب سے امتحان مین فیل ہو گئے۔ آج سے ہم کو معاف رکھو۔ ہم بی اے تک پاس کرنے کے بعد شاعری بھی کسی استاد سے حاصل کرین گے۔ تو ہم تمھاری صحبتون مین شریک ہونگے۔ اور شاگردون کو جواب دیدو کہ تم کسی دوسرے شاعر سے اصلاح لو ہمکو معاف رکھو۔ ورنہ اس مرتبہ بھی امتحان مین فیل ہو جاؤگے۔ اور یہ زبردستی کا شاعر بننا تم سے بھیک منگوائیگا۔

صابر۔ یہ تو جی نہین چاہتا کہ اپنے منہ سے اپنی توہین کرون مگر یہ ہو سکتا ہے کہ شاعرون سے ملنا جلنا ترک کر دون۔ اور کسی مشاعرے مین نہ جاؤن۔ شاگردون سے بھی کہدون کہ مجھے اب چھٹی نہین ہے۔ مین امتحان مین مصروف ہون تم کسی دوسرے سے اصلاح لیا کرو۔ وہ کسی اور کے پاس خوشی خوشی چلے جائین گے کیونکہ شاعرون کی تو آج کل کمی نہین ہے۔

بی بی۔ اچھا ہے۔ خس کم جہان پاک۔ تم تو اس عذاب سے بچ جاؤگے۔ کسی کو دھوکا دینے سے کیا فائدہ۔ خود نہین جانتے اور دوسرون کو سکھانے پر مرتے ہین۔ جو ایسا کرتے ہین انھین کو مبارک رہے۔

صابر۔ تمھاری بات میرے ذہن نشین ہو گئی۔ اور اب مین شاعری سے کان اینٹھتا ہون۔ درحقیقت آجکل شاعری فن کی نہین ہے۔ خوش گلوئی کی ہے۔ یہ انگریزی کالجون کے لڑکے بھی اسی بلا مین مبتلا ہوتے جاتے ہین۔ انھین گوئیون نے انکو بھی اپنے

دام مین پھانس رکھا ہے۔ اسٹیج پر کھڑے ہو کر بھیروین اُڑاتے ہین اور ناشناسان زبان صرف خوش گلوئی کا مزا لیکر ان کی تعریف کرتے ہین۔ ورنہ شاعری تو امر دشوار ہے۔ اب صابر کو بہت مشکل پڑی گھر پر جو لوگ آتے ہین۔ بی بی کہدیتی ہین گھر مین نہین لیکن راہ گلی مین جو ملتے ہین۔ صابر صاحب! میرے مشاعرے کی تاریخ نہ بھولیے گا مین گھر پر طرح دے آیا ہون۔ صابر بیچارے کو صاف کہنا پڑتا ہے۔ بھائی مین نے شعر کہنا ترک کیا۔ بے اصول شاعری تھی اب وقت نہین ہے۔ دو تین برس تو ایک مصرع نہ کہونگا۔ اسکے بعد اس فن کو سیکھکر آپ کے مشاعرے مین شریک ہونگا۔

دوست۔ اب واہی ہوا ہے بوڑھے طوطے بھی کہین پڑھے ہین۔ لو صاحب آج تک یہ شاعر نہ تھے۔ تمام مشاعرے تو انھین کے ہاتھ رہتے تھے۔ آج شہر مین تو کوئی انکی ٹکر کا شاعر نہ تھا۔ میان وہم نے انھین کے خوف سے مشاعرے مین آنا چھوڑ دیا۔ سارے شہر مین انکی خوش گلوئی کی دھوم ہے۔ رنڈی بھی تو اس سریلی آواز سے شعر کو ادا نہین کر سکتی۔ مشاعرے کی زینت انھین کے دم سے ہوتی ہے اور یہ کہتے ہین کہ شاعری مین نے چھوڑ دی۔ اب شاعری چھوڑ دیگا تو مر بھی جائیگا۔ ایسا خطا نفس تو کسی کام مین نہین تھا

صابر۔ اچھا کچھ ہو۔ لیکن صابر سے ہاتھ دھو رکھو۔

دوست تو کیا تم نہ آؤ گے تو مشاعرہ سونا ہو جائیگا۔ ابھی تمکو کہنا ہی کیا آتا ہے میان وہم سچ کہتے تھے کہ مجھ سے اصلاح لیتا تھا طبیعت ناموزون تھی اسی سبب سے مین نے اسے نکال دیا۔

صابر۔ خدا خدا کرو۔ میان وہم مجھے کیا اصلاح دین گے۔ ابھی برسون انھین پڑھاؤن وہ فن شعر نہین جانتے۔ مجھے تو مستشرق الہند کا خطاب انجمن ہند سے مل چکا ہے۔ رسالون مین خاقانی ہند۔ خدائے سخن لکھا جاتا ہون۔ تم نے بھی طبیعت جلا دی۔

دوست اچھا ابکی مشاعرے مین آؤ تو حقیقت کھل جائے۔

صابر۔ اجی حقیقت کھلے یا نہ کھلے۔ مین نہ شعر سنونگا۔ نہ شعر پڑھونگا۔ نہ مشاعرے مین جاؤنگا نہ کسی شاعر سے ملون گا۔

دوست وہ تو ہمین معلوم ہے۔ مولوی مدن ہم سے ہمیشہ کہتے تھے کہ وہ شعر کہنا کیا جانے

جب تک مین کہدیتا تھا مشاعرے مین جاتا تھا۔ مین نے جواب دیدیا تواب کیا آئیگا۔
صابر۔ اچھا بھائی یہی سہی۔ کسی طرح جان تو چھوڑو۔ مولوی مدن کو تو برسون مین
خود سکھاؤن۔ انکو آتا ہی کیا ہے۔ نرے دہاتی کوّے ہین۔ ان کا لب ولہجہ تواب تک
درست نہین ہے۔ وہ اور بات ہے کہ دو چار کتابین عربی کی پڑھ لی ہین۔ اردو مین
توطفل مکتب ہین۔

صابر علی کو اب معلوم ہوا کہ یہ یاران ملت جو مشاعرون مین ہماری تعریف کرتے
تھے۔ ہم کو بناتے تھے۔ ان کے دل مین ہماری وقعت خاک نہ تھی۔ انکی غرض یہ تھی
کہ صابر بھی ہماری تعریف کرے حقیقت مین یہ سب ہمارے دشمن تھے کہ ہمارے عیبون
کو ہنر بتاتے تھے۔ ورنہ شاعری تو حقیقت مین مشکل فن ہے۔ جو برسون سیکھنے کے بعد
کچھ آتا ہے۔ جب انکو معلوم ہوا کہ ہماری جماعت سے الگ ہوگیا تو صاف صاف
کہدیا کہ تم کچھ نہین جانتے ایسے منافقون سے تو ملنا حرام ہے۔

اب بدستور ٹھیک وقت پر کالج مین جانے لگا۔ اور اپنی کتابون کے مطالعے مین
مصروف ہوا۔ بیہوشی سرشاری کا بھوت سر سے اُتر گیا۔ کالج مین سالانہ مشاعرہ ہوا
تو اسنے ایک پیسہ چندے کا نہین دیا۔ نہ مشاعرے مین شرکت کی اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ
انٹرنس کے امتحان مین سب سے اول پاس ہوا۔ اور چونکہ اور زیادہ تعلیم کو قائم نہین
رکھ سکتا تھا۔ اس لیے ہیڈ ماسٹر کی خوشامد کی کہ انگلش یا اردو ٹیچر کی اسے کوئی جگہ سکول
مین ملجائے۔ ہیڈ ماسٹر نیک آدمی تھے۔ اُنھون نے اردو ٹیچر انکو بنا دیا اور تیس روپیہ
ماہوار تنخواہ مقرر کردی۔ اور اسی سال صابر کو خدا نے ایک بیٹا عنایت کیا جس کا نام
ثابت علی رکھا گیا۔

ملازمت پا کے جب ذرا دال روٹی سے اطمینان ہوا تو کتابون کو گھر پر یاد کرکے
اس نے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ اب اس کو فکر ہوئی کہ کوئی ملازمت معقول
مل جائے تو آرام سے بسر ہو۔ مگر نوکری تو عنقا ہے دوسرے اس زمانے مین سفارش
سے ملتی ہے۔ ان کی سفارش کرنے والا بھی کوئی نہ تھا۔ بہت کچھ ہاتھ پاؤن مارے کچھ

نہ ہوا۔ تھک کر بیٹھ رہے۔ تو خدا نے ایک وسیلہ پیدا کر دیا۔
یعنی کان پور کے ڈپٹی کمشنر کو ایک پیشکار کی ضرورت تھی۔ ہزارون عرضیان آئین۔ انھون نے بھی اپنی عرضی، پرنسپل کی سفارشی چٹھی حسن لیاقت وکارگزاری کے ساتھ بھیج دی۔
قسمت یاور تھی نوکر ہو گئے۔ کانپور چلے گئے۔ بی بی کے پاس ایک ماما رکھدی۔ کچہری کی آمدنی تنخواہ سے چوگنی تھی۔ سال بھر مین گھر کا نقشہ بدل گیا۔ اپنے پاس بھی ایک خدمتگار نوکر رکھ لیا۔
ڈپٹی کمشنر کو راضی رکھا۔ دو برس کے بعد لکھنؤ کے تحصیلدار ہو گئے۔
بی بی پڑھی لکھی تھی۔ گھر کا بندوبست اس نے بہت اچھا کیا۔ روزانہ حساب لکھتی تھی جمع خرچ کا بہی کھاتہ صاف رہتا تھا۔ میان کے نام جو دوست احباب عزیز اقارب کے خط خطوط آتے تھے انکا جواب خود لکھتی تھی۔
تحصیلدار صاحب کو گھر کی کچھ بھی فکر نہ تھی۔ دن رات کچہری کے کام مین مصروف رہتے تھے اور مقدمات کا فیصلہ کچھ ایسے عنوان سے کرتے تھے کہ کسی کو اپیل کی گنجایش ہوتی تھی۔ نماز روزے کے پابند تھے۔ رشوت لینے کے متعلق بی بی نے سمجھا بجھا کر منع کر دیا تھا کہ سخت گناہ ہے۔ دو روز کی زندگی کے واسطے خدا اور رسول کے بھی گناہگار ہو اور گورنمنٹ کے بدخواہ کہلاؤ۔ اور رعیت مین بھی روسیاہی حاصل ہو ایسے کام پر لعنت بھیجو۔
اسپر بھی جنکی غرض اتنے انکی ہوتی تھی۔ تحفہ تحائف کے بہانے سے بہت کچھ پیش کش کرتے تھے۔ اسے فتوح غیب سمجھکر قبول کر لیتے تھے۔ انگریزی پوشاک سے انکو سخت نفرت تھی۔ کہتے تھے کہ میری سمجھ مین نہین آتا۔ جو چیز ہندوستانیون کو تکلیف پہونچاتی ہے اسے دوسرون کی نقل کر کے کیون قبول کرتے ہین۔ انگریز تو سرد ملک کے رہنے والے ہین۔ انکی پوشاک گرم اور کسی ہوئی ہوتی ہے ہم لوگ گرم ملک کے رہنے والے ہمارے ملک کا لباس آب و ہوا کے موافق ہے۔ اسے چھوڑنا حماقت نہین تو اور کیا ہے۔ دوسرے اس تکلف مین تکلیف کے سوا خرچ بھی زیادہ ہوتا ہے پھر کسی کو کتے نے کاٹا ہے جو

آسان اور آرام بخش پوشاک چھوڑ کر تکلیف دہ لباس اختیار کرے

اس خبر رسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا بیٹا ثابت علی آرام سے تعلیم پانے لگا گھر پر مولوی اور ماسٹر نوکر تھے۔ اور اسکول کے چھٹے درجے مین بھی تعلیم پاتا تھا۔ ایک نوکر ہمیشہ ساتھ جاتا تھا۔ ہر سال امتحان مین اول پاس ہوتا تھا۔ ثابت علی اپنی عمر مین کسی دفعہ فیل نہین ہوا۔ اسکول سے کالج مین گیا اور وہان بھی ایسی ہی محنت سے پاس کرتا رہا۔ بی۔ اے۔ پاس کرنے کے بعد وکالت شروع کر دی۔ اب انکی آمدنی کا کیا پوچھنا ثابت علی کی وکالت نے بھی ایسی ترقی پائی کہ بڑے بڑے وکیل منھ دیکھکر رہ گئے حاکم خوش۔ موکل خوش۔ اہل عملہ خوش۔ اسپیچ کے وقت یہ معلوم ہوتا تھا کہ طوطی چہک رہا ہے لوگون نے ان کا نام بلبل ہزارداستان رکھا تھا۔ دور دور سے لوگ محض ان کی تقریر سننے کے واسطے آتے تھے۔

عابدہ خانم بہت خوش قسمت تھین۔ جنھون نے اپنی زندگی مین بیٹی کو اس عروج پر دیکھا۔ داماد کو منصب جلیلہ پر فائز پایا نواسے کو وکیلون مین سرنام سنا۔

اور سچ پوچھو تو یہ ترقی پر ترقی اتنی جلدی ان کے واسطے شادی مرگ کا باعث ہو گئی غیرت دار تھین۔ اپنے ٹوٹے مکان سے کسی کے یہان مہمان نہ جاتی تھین حسن اتفاق سے رضیہ خانم کے یہان لڑکی پیدا ہوئی۔ اور چار و ناچار انکو جانا پڑا چھٹی تک رات رات بھر بیٹھی رہین اسی مین کچھ بیمار ہو گئین۔ ضعیف العمر عورت بہت کچھ دوا کی گئی فائدہ نہ ہوا۔ آخر دس پندرہ دن کی بیماری اُٹھا کر انتقال کیا۔

رضیہ خانم کو اپنی مان کے مرنے کا سخت صدمہ ہوا بیچاری راتون کو اُٹھ اُٹھ کر چپکے چپکے مان کی محبت یاد کر کے رویا کرتی تھی۔ اور یہ غم برس دو برس تک اسکے دل سے نہین گیا وہ کہتی تھی کہ مان کی تربیت نے مجھے اس عزت اس دولت اس ترقی پر پہونچایا کہ آج مین کاہل نہین ہون۔ گھر کے کپڑے سب اپنے ہاتھ سے سیتی ہون حساب کتاب خود درست رکھتی ہون۔ کھانے مین مجھے دخل ہے۔ گھر کی صفائی کا مجھے سلیقہ ہے۔ لوگون سے میل محبت پیدا کرنے کا مجھ مین مادہ موجود ہے۔ شوہر کی اطاعت کو

اپنا فرض سمجھتی ہون۔ بچون کی پرورش کا مجھے خیال رہتا ہے۔ مہمانون کی خاطر تواضع مجھے آتی ہے۔ خدا رسول کا خوف میرے دل مین ہے۔ یہ وہی چھوٹی چھوٹی باتین ہین جو مان نے میرے دل مین کم سنی سے نقش کی تھین اور اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سوتے جاگتے مجھے سمجھایا کرتی تھین۔

سچ تو یہ ہے کہ اسی بڑھیا کی جوتیون کا صدقہ ہے۔ جس نے آج مجھے کنبے مین ہر دل عزیز اور شوہر کی نگاہ مین باوقار بنا دیا۔

انقلاب ہند

شاہی مین ہر فرقے کے واسطے اپنے اپنے کام کا ایک خاص مرکز تھا۔ بنیا اپنے باپ دادا کے طریقے پر غلہ بیچتا تھا۔ وہ لکھ پتی بھی ہو جاتا تو اپنا پیشہ نہین چھوڑتا تھا۔ کنجڑا ہمیشہ ترکاری بیچتا۔ اور اسی مین فروغ اور عزت حاصل کرتا تھا۔ املاک اور جاگیر مول لیتا۔ لیکن اپنے پیشے اور اپنی قوم کو نہین چھوڑتا تھا۔ موچی جوتا سی کر امیر بن جاتا مگر اپنے کام کو نہین چھوڑتا، ہر ایک کام مین ترقی کا زینہ موجود ہے بشرطیکہ وہ محنت اور ایمانداری سے کیا جاے۔

نواب آصف الدولہ کے وقت مین "راجہ مہرا" ایک کہار تھا اُس نے یہان تک ترقی کی کہ بڑی بڑی عمارتین بنوائین۔ کنوین بنوائے گنج قائم کیے۔ مگر ہمیشہ اپنی قوم کا شریک رہا۔ مقدرت اتنی تھی بڑے بڑے راجہ اسکا مقابلہ نہین کر سکتے تھے اور تمام اہل عملہ اس سے ڈرتے تھے۔ بادشاہ کی ناک کا بال تھا۔ رجہ کا خطاب بھی اس کو دربار آصفی سے ملا تھا۔

کہارون کی دیانت اس قدر مشہور ہے کہ بڑی بڑی بیگمین پالکیون مین بیٹھکر جاتی ہین۔ اور یہ بحفاظت تمام انکو پہونچا دیتے ہین۔

اسی طرح "میان مکا" درزی تھے۔ نصیر الدین حیدر بادشاہ اودھ کے وقت مین ان کا بہت عروج تھا۔ "مکا کا باغ" اب تک موجود ہے "مکا گنج" مشہور محلہ ہے

خیرآباد میان مکا کا مسکن تھا۔ خیرآباد مین مکا کی بہت سی عمارتین یادگار ہین۔ تالاب
سرائے، باغ، مسجدین۔ مکا نے بہت بنوائین۔

میانہ قد۔ گبرو۔ پگڑی باندھے ہوئے۔ پگڑی مین سوئی لگی ہوئی۔ جب کسی شریف
کو جاتے ہوئے دیکھا۔ کنارے ہٹ کر مودب کھڑے ہو گئے۔ دھن دولت خدا نے
اتنا دیا تھا کہ بڑے بڑے نواب، امیر، رئیس ان کی ٹکر کے نہ تھے۔ چاہتے تو اپنا پیشہ
چھوڑ کر چار گھوڑون کی بگھی مین پھرتے اور شریفون سے پاؤن دبواتے لیکن کیا کیا
اپنے کئے کو پالا، اپنی قوم کو عزت دی، اپنا وہ مکان جس مین ابتدا سے سکونت
رکھتے تھے کچا تھا۔ اس کو کچا ہی رکھا۔ اور آپ اسی مین رہے۔ حالانکہ اسکے چارون
طرف بیسیون پختہ مکان بنوائے۔ اور انمین انکے تمام بھائی بند رہتے تھے۔ لوگون نے
پوچھا "میان مکا یہ کیا بات ہے کہ تم خود ایک کچے مکان مین رہتے ہو" کہنے لگے
"سنو صاحب یہ اس واسطے ہے کہ مین اپنی حقیقت کو نہ بھول جاؤن اور مجھ مین غرور نہ آجائے"۔

"دھنیا مہری" بادشاہ نصیر الدین حیدر کی ڈیوڑھی پر ملازم تھی، سعادت گنج
کی طرف اس کا بنوایا ہوا پل مشہور ہے۔ خلق اللہ کے آرام کے واسطے لاکھون روپیہ
صرف کیا۔ اس قدر مالدار تھی کہ چاہتی تو اپنا پیشہ چھوڑ کر رانی بن جاتی اور ہزارون
شرفا سے جوتیان اٹھواتی مگر اس نے ہمیشہ مہری بننا منظور کیا اور اپنی قوم مین سرفرازی
اور سرخروئی حاصل کی۔

کام کا اصول اسی وقت قائم رہتا ہے جبکہ اس کے اہل کے ہاتھ سے انجام پاتا ہے علم
حساب کایستھون کے لیے موزون تھا۔ ان کے خاندان کے لوگ اس کام کو اچھی طرح
انجام دیتے تھے۔ شاہی مین ایک جماعت کا کام دوسری جماعت کو نہین ملتا تھا اس
سبب سے اسکا کیل کانٹا درست رہتا تھا۔

کہتے ہین عالمگیر کے فرزند کی تعلیم و تربیت پر ایک مولوی صاحب مامور تھے۔ اس
زمانے مین ایک تیلی نے جو دولتمند تھا۔ مولوی صاحب سے کہا۔ اگر آپ میرے
لڑکے کو تعلیم دیا کیجیے۔ تو مین بادشاہ سے دونی تنخواہ آپ کو دونگا۔ مولوی صاحب تھے

لالچی، کہنے لگے اچھا مجھے منظور ہے۔ شہزادے کو پڑھا کر جب واپس آتے تیلی کے لڑکے کو تعلیم دیتے، عالمگیر کو خبر ہوئی تو مولوی صاحب کو بلا کر پوچھا مولوی صاحب نے صاف صاف کہدیا۔ ہان صاحب پڑھاتا ہون اور وہ مجھے اسقدر تنخواہ دیتا ہے بادشاہ نے کہا اُسے ہمارے پاس بھی لائیے گا۔

دوسرے دن تیلی کا لڑکا دربار مین آیا۔ بادشاہ نے پہلے اپنے لڑکے سے چپکے سے کہا۔ اگر مولوی صاحب کے ایک "گدا" رسید کرو تو تم کو ایک ہزار روپیہ کی تھیلی ملے گی، لڑکے نے کچھ دیر تامل کر کے جواب دیا۔ استاد کا مرتبہ باپ سے کم نہین ہوتا ہے۔ آج تک مین آپ کی جناب مین بات کرتے ہوئے ڈرتا ہون۔ استاد کے سامنے آنکھ بھی نہین کرسکتا۔ میرا ادب مجھے مانع ہے کہ مین اپنے استاد سے ایسی گستاخی کرون بار بار کہا، لیکن لڑکے نے جواب دیا میری ہمت نہین پڑتی۔ آخر تیلی کے لڑکے سے کہا اس نے فوراً اتراق سے استاد کے سر مبارک پر "چپت" رسید کی۔ مولوی صاحب پسینے مین غرق ہو گئے۔

عالمگیر نے کہا مولوی صاحب اس مین شرم کی کیا بات ہے۔ آپ کے لڑکے تیلی بنین گے اور یہ شاگرد رشید آپ کا جانشین ہوگا۔

اس تقریر سے مطلب یہ نہین ہے کہ کسی کو علم نہ سکھایا جائے مگر بات یہ ہے کہ علم سیکھ کر اپنا پیشہ کرنے پر لوگون کو مجبور کیا جائے۔ ورنہ انتظام ملک خلاف عام ہو گا۔ اگر ایک تیلی "ایم۔ اے" ہے تو وہ اپنے کام مین بہت کچھ روپیہ پیدا کرسکتا ہے اگر ایک موچی عالم ہے تو وہ اپنے علم سے فروغ حاصل کرسکتا ہے۔ اور اسی موچی کے کام کو بہت کچھ ترقی دے سکتا ہے۔ شاہی مین مسلمان نورباف بڑے بڑے عالم ہوتے تھے، حافظ ہوتے تھے، علم دین سکھاتے تھے، اور اپنا پیشہ بھی کرتے تھے۔ اسی مین خدا نے ان کو بہت برکت عطا کی تھی۔ اور ان کے علم کے موافق ان کی عزت ہوتی تھی۔ ان کا روزگار سچا تھا۔

آج کل اس کے خلاف دیکھا جاتا ہے۔ ہندوستان کی کچہریون مین سرکاری زبان کو

حاصل کر کے اجلاف حکومت کی کرسی پر بیٹھے ہوئے ہین۔ جو سلطنت کے اصول سے ناواقف ہین اور ہندوستانیون کا گلا گھونٹ رہے ہین اور جن کی پشتون سے حکومت چلی آتی ہے۔ وہ اس خطا پر کہ محض اپنی مادری زبان جانتے ہین دفتر سے خارج کر دیے گئے کایستھون مین ہمیشہ سے علم ریاضی چلا آتا ہے۔ جب وہ محاسبی سے برطرف کیے جائین، تو بتایئے کیونکر تیلی کا کام کر کے اپنا پیٹ پالین۔

ابتدا مین تو سرکاری کچہریون مین تمام شاہی عملہ سرکار انگریزی کی طرف سے برقرار رہا۔ اور انگریزون نے اپنے لیے ہندوستان کی زبان کا حاصل کرنا لازم ٹھہرایا تھا۔ مگر اب تو رفتہ رفتہ وہ رنگ بدل گیا۔ اور سرکاری ملازمت کے لیے انگریزی زبان لازمی قرار پائی۔

انگریزون نے اپنی آسانی کے لیے اس روش کو اختیار کیا۔ اب حکام کے لیے اردو زبان ضروری نہ رہی، کیونکہ دفتر مین کوئی ایسا نہین ہے جو ان کی زبان نہ جانتا ہو عام لوگون سے حکام کو کیا غرض، اب اس وقت تلاش کیا جائے تو شاہی زمانے کے عہدہ دارون کی نسل کا کوئی آدمی مشکل سے انگریزی کچہری مین نظر آئیگا۔

اب یہ پتا لگانا چاہیے کہ سرکاری ملازمت عہدہ داری کے کام پر کس کس پیشے کے لوگ مامور ہین۔ تو آپ کو بہت سے کہار، بہت سے لوہار، بہت سے چمار، بہت سے نوریاف، بہت سے دھوبی، بہت سے بھشتی، بہت سے مہتر، بہت سے چوکیدار، بہت سے کنجڑے، بہت سے قصائی، بہت سے دھنیے، بہت سے کمہار، بہت سے بیلدار۔ بہت سے راج اپنے اپنے کثیر منافع کے پیشون سے دست بردار ہو کر حکومت کرتے ملین گے۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ عام لوگون کی باگ ایسے لوگون کے ہاتھون مین دینا کہان تک روا ہے۔ اور ایسے لوگون کو سیاسی امور مین داخل کرنا کہان تک درست ہے؟ یہ گویا تیلی سے تنبولی کا کام لینا ہے۔ بیچارے پیشہ ور لوگ رموز حکومت کو کیا جانین، اور وہ بیچارے جن کے باپ دادا حکومت کرتے رہے، تیل بنانا کیا جانین۔
اس ترمیم اور تنسیخ نے ملک کے ساتھ جو سلوک کیا۔ اس کا ایک واقعہ سننے کے قابل ہے

جس کو آپ قصہ سمجھین یا فرضی بات۔

میر فرزند احمد صاحب لکھنؤ کے شرفا مین تھے، غدر کی عام تباہی مین انکا گھر بھی لٹ گیا۔ جب امن امان ہوگیا۔ اور لوگون کو گھر کے ٹکٹ ملے تو یہ بھی واپس آئے گھر مین تو کچھ تھا نہین۔ دھنیان بیچ بیچ کر اوقات بسر کرنے لگے،

ایک دن تلاش روزگار جا رہے تھے۔ ان کا ملاقاتی ایک "جلد بند" ملا اسکے ساتھ ہولیے وہ صاحب ڈپٹی کمشنر کے بنگلے پر گیا، کچھ کام اس کو مل گیا۔ صاحب نے پوچھا یہ دوسرا آدمی کیا کام کرتا ہے۔ جلد بند نے کہا۔ صاحب یہ لکھنؤ کے شریف زادے ہین۔ اب تباہی مین آ گئے ہین۔ اور بہت تنگ حال ہین۔ صاحب نے کہا تم کچھ لیاقت رکھتے ہو؟ بولے جی ہان اردو نوشت خواند جانتا ہون۔ صاحب نے کہا تو تم کیون نہین قانون کی کتابین یاد کرکے وکالت کا امتحان دیتے۔ گورنمنٹ کو قانون پیشہ لوگون کی سخت ضرورت ہے۔ اور اُس نے اسی آسانی کے واسطے تمام قانون کی کتابین ہندوستان کی زبان مین شائع کی ہین۔ تم ضرور امتحان دو تمھین سند مل جائے گی اور ہم تمھاری سفارش کردین گے اور فی الحال تمھاری پرورش کی صورت یہ ہے کہ تم عرایض نویسی کچہری مین کیا کرو۔

میر صاحب نے فراشی سلام کیا اور رخصت ہوکر اپنے گھر چلے آئے۔ دوسرے روز قلم دوات، کاغذ لیکر کچہری مین جا بیٹھے۔ اس وقت مین مقدمات کہان تھے، مگر پھر بھی ان کی قسمت سے ایک آدھ روپیہ ملجاتا تھا، چھ مہینے مین انھون نے قانون کی دو چار کتابون پر نظر ثانی کرکے امتحانِ وکالت مین نام لکھوا دیا۔ امتحان مین کچھ ایسی سختی نہ تھی۔ معمولی سوال پوچھے گئے، جیسے آج کل چپراسیون سے پوچھے جاتے ہین اور سارٹیفکٹ مل گیا۔

میر صاحب وکیل ہو گئے۔ کچھ دنون تو قلیل آمدنی پر اوقات بسر کی۔ جب کچہری مین افراط سے مقدمے آنے لگے تو میر صاحب کا شمار اول نمبر وکلا کی آمدنی والون مین تھا۔ اب کیا تھا محلسرا، باغ، عمارتین بننا شروع ہوئین۔ آدمی تھے شریف

مقدمے جانچ کرلیتے تھے۔ جو دعوے کمزور ہوتے ان مین ہاتھ نہین ڈالتے تھے۔ اور مُوکل کو سمجھا دیتے تھے کہ تم اس مقدمے مین اپنا روپیہ برباد نہ کرو۔ اس مین سرسبزی نہ ہوگی۔ رفتہ رفتہ میر صاحب کا اعتماد حکام کو زیادہ ہوتا گیا۔ اور عام لوگون مین یہ بات مشہور ہوگئی کہ جس مقدمے مین میر صاحب وکیل ہوتے ہین اسمین ضرور فتح حاصل ہوتی ہے۔ آجکل کے وکیل محنتانہ لیکر تاریخ پیشی پر روپوش ہوجاتے ہین اور مُوکل کو دق کرتے ہین۔ میر صاحب نے کبھی ایسا نہین کیا۔

رائے دینے مین میر صاحب حاتم تھے۔ ہر مقدمے مین اپنی رائے پہلے سے بنا دیتے تھے اور وہی ہوتا تھا۔ حکام کا بہت ادب کرتے تھے۔ غریب سے پیروی کی فیس کم لیتے تھے انکی محنت مین خدا نے برکت بھی بہت دی تھی۔ کنبہ پرور تھے۔ اپنا روپیہ اکثر نیک کام مین صرف کرتے تھے۔ ہمیشہ ہندوستانی وضع مین رہتے تھے۔ عبا، قبا، عمامہ تن زیب کو مارکین کے کپڑے لمبی داڑھی خاصے مولوی معلوم ہوتے تھے۔

ان کا ایک فرزند تھا، اولاد احمد نام۔ عربی، فارسی، اردو کی تعلیم سے فراغت پاکر میر صاحب کے ساتھ عرایض نویسی کا کام کرتا تھا۔ میر صاحب نے چاہا اُسکو بھی قانون یاد کراکے وکیل بنا دین، مگر اب زمانہ بدل چکا۔ اور گورنمنٹ نے وکالت کے لیا انگریزی کی قید سخت لگا دی تھی۔ اُس زمانے تک مسلمانون مین انگریزی زبان کا حاصل کرنا۔ خلاف شرع تھا۔ اولاد احمد بھی انگریزی زبان سے محروم تھا۔ میر صاحب نے حکام سے دریافت کیا۔ سب نے کہا میر صاحب اب وہ زمانہ نہین رہا، بغیر انگریزی کے کوئی قانون پاس نہین کرسکتا۔ تھوڑی مدت کے بعد میر صاحب کی کوشش سے لڑکا کسی ضلع کا محافظ دفتر ہوگیا۔ کچھ دنون بحال رہا۔ دفعتہً وہان کے حاکم نے تمام اردو کا عملہ بدلکر انگریزی جاننے والون کو ملازم رکھا، اردو دان موقوف ہوگئے۔ میر اولاد احمد بھی برطرف ہوگئے میر صاحب نے حکام سے بہت فریاد کی کہ حضور اس صورت مین تو تمام کار آزمودہ لوگ برطرف ہوجائینگے۔ ہندوستان کی مادری زبان مٹ جائیگی۔ آپ کو شرفا کی پرورش کرنا چاہیے۔

حاکم نے جواب دیا عدالت کوئی خیرات خانہ نہین ہے جسمین غربا کی پرورش ملحوظ خاطر ہے۔ ہم کو اپنے کام سے کام ہے۔ جو لوگ ہماری زبان سیکھین گے ان کو ملازمت ملیگی اب ضرورت اسی کی معلوم ہوتی ہے۔ سکار آزمودہ کی کوئی حاجت نہین۔ شرافت کی ہمارے یہان کوئی قدر نہین۔ کوئی رشتہ ناطہ نہین کرتا ہے۔ جو ہماری زبان سیکھیگا وہی نوکری پائیگا۔ مدت کے بعد اس غم مین میر صاحب کا انتقال ہوگیا۔ بیٹے نے اپنی زندگی باپ کی جائداد بیچ کر بسر کی۔ اب میر صاحب کی نسل کے لوگ فقر و فاقے مین بسر کر رہے ہین اور انکے محلے کے تیلی تنبولی مزے اوڑا رہے ہین۔ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔

آفتاب آرا بیگم

نانی امان کو کروٹ کروٹ جنت نصیب ہو جو مجھے ہر وقت اپنے گلے کا تعویذ بنائے رہتی تھین۔ اور ایسی ایسی باتین کہتی تھین جو آج میرے کام آئین مجھ کم بخت بدنصیب کو انکی صورت سے نفرت تھی۔ وہ دیوانے منہ سے پیار کرتی تھین۔ گلے لگاتی تھین۔ بلائین لیتی تھین۔ مین ان سے دور دور بھاگتی تھی۔ امان مجھے زبردستی ان کے پاس بھیجتی تھین تو مین روتی ہوئی جاتی تھی اور دیر تک منہ پھلائے بیٹھی رہتی تھی۔ وہ پوچھتی تھین۔ بیٹی طبیعت کیسی ہے۔ خدانخواستہ سر مین درد تو نہین ہے۔ پنڈا تو پھیکا نہین ہے۔ رات کو کیا کھایا تھا۔ اور پھر آپ ہی ماتھے پر ہاتھ رکھکر کہتی تھین۔ آج کچھ حرارت ہے۔ منگل۔ اتوار۔ کو بھجگا منگا کر سات دفعہ مجھپر سے صدقہ کرکے چھوڑتی تھین جمعرات کو گوشت منگا کر چیلون کو دیتی تھین اور ایک ایک سے کہتی تھین۔ آج میری بچی کچھ سست ہے۔ اس محبت کے ساتھ انکی تربیت کچھ ایسی سخت تھی جسکی کوئی برداشت نہین کر سکتا۔ چھ برس کے سن سے مجھے پڑھنے پر لگایا۔ سال بھر مین ماربار کے قرآن شریف ختم کرایا۔ اردو پڑھانے لگین۔ اسپر بھی کہتی تھین یہ چودھوین صدی کے بچے کچھ ایسے بدنصیب ہوتے ہین کہ پڑھنے سے ذرا رغبت نہین۔ دل سے سبق نہین پڑھتے۔ کبھی کہتی تھین۔ بیٹی علم بڑی دولت ہے۔ آج تم سبق سے جی چراتی ہو۔ کل انھین باتون کو یاد کرکے

سر پیٹوگی۔ جاہل رہجاؤ گی توجس گھر مین جاؤ گی ذلیل وخوار رہوگی۔ مان باپ کو پُنواؤ گی۔ کبھی سینے پرونے پر دوغتی تھین کہ اتنی بڑی لوٹھا ہوگئی۔ آج تک سوئی پکڑنا نہین آتی۔ دیکھیے اسے کون پوچھتا ہے۔ نہ تیپچی آتی ہے۔ نہ بخیہ جانتی ہے۔ گرتہا کے دوپٹے کے آنچل دوہرانا ایسے مشکل ہین کہ پہر بھر سے اسی مین مصروف ہے اور ناکا نہین نکلتا

اسی طرح کھانا پکانا سکھاتی تھین توکلیجہ چھلنی کیے دیتی تھین۔ آٹا تو کمبخت ماری نے مورکا آنسوکر دیا جیسے کوئی ستو گھولتا ہے۔ سو دفعہ کہا کہ پہلے کم پانی ڈالا کرو۔ اور ملی اچھی طرح لگایا کرو۔ جب خوب سخت گوندھ لو تو تھوڑا تھوڑا پانی دیکر ملی لگایا کرو۔ ایک دفعہ بہت سا پانی نہ ڈالا کرو۔ مگر وہ تو کان رکھکر بات نہین سنتی۔ اتنا تو جانتی نہین کہ یاد بھر چاول مین ادھن کتنا رکھتے ہین۔ دال کیونکر شمشو کرتے ہین۔ گوشت کیونکر کستے ہین۔ آلو کیونکر ابالتے ہین۔ بیگن کیونکر بھل بھلاتے ہین۔ مصالہ کیونکر پیستے ہین۔ لہسن کے جوے تک چھیلنا نہین آتے۔ نمک ڈالنے کا انداز نہین جانتی۔ پتیلیان ملنجے مین ہاتھ ٹوٹے جاتے ہین

اور نئی بات یہ ہے کہ جھاڑو دیتے وقت بھی ساتھی ساتھ کوہنچے جاتی تھین دیکھو خاک ذرا اُڑنے پائے۔ ہاتھ دباکر جھاڑو دو۔ یہ پنچے کیسے مارتی ہو۔ برابر سے کیون نہین دیتی ہو جلدی جلدی ہاتھ کیون نہین چلاتی۔ پیچھے سے اوڑھنی تو اُٹھاؤ۔ دیکھو وہ بھی ساتھ ساتھ جھاڑو دیتی جاتی ہے۔

یہ ہر وقت کی نصیحت ایسی کڑوی معلوم ہوتی تھی کہ مین نانی امان کی صورت سے جلتی تھی مگر اسکے ساتھ ہی انکے پیار انکی محبت کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ میرا ذرا رنگ میلا ہوتا تو وہ ساری جان سے بے قرار ہو جاتی تھین۔

جب مجھے چیچک نکلی ہے اور میرا تمام بدن آبلون سے لپا ہوا تھا اور ان سے بدبودار مواد آتا تھا کہ کسی سے دیکھا نہین جاتا تھا۔ ایسی حالت مین تین راتین انکو برابر جاگتے کٹین اور پلک سے پلک نہین لگی۔ قرآن شریف کی آیتین پڑھ پڑھ کے مجھپر دم کرتی تھین۔ اور سہارے سے کروٹ بدلواتی تھین۔ منہ پھیر کر روتی تھین گھر بھر مین

کسی نے کھانا نہین کھایا۔ اللہ اللہ کرکے تیسرے دن باگ مڑی تو انکی جان مین جان
آئی ساتوین دن مجھے چھینٹا دیکر کپڑے بدلوا کر مسجد بھیجا اور وہان بازار سے شیرمال
اور کچھ ترکاری لیکر ماما مجھکو گھر لائی۔ منھ پر جو داغ پڑ گئے تھے مہینون اسیر دوا لگائی۔
اس نازبرداری کے ساتھ بھی مجھے ان سے کچھ محبت نہ تھی اور انکے کام کی سختی بھولتی
نہ تھی۔ کبھی سمجھاتی تھین۔ دیکھو میری جان کام کی عادت نہوگی تو تم کو غیر کے گھر جانا ہے
دوسرے لوگون سے سابقہ پڑیگا بیاہ ہوگا شادی ہوگی بچے ہون گے اور تم کام سے
گھبراؤگی اکتاؤگی تو تمھاری سسرال والے ہمین کو ٹھوکین گے کہ کیسے نکمے خاندان کی لڑکی
ہے جس کو کھانا پکانا نہین آتا۔ سینا پرونا نہین جانتی۔ گھر کو صاف نہین رکھتی۔ نہ پڑھی
نہ لکھی جاہل۔ اس وقت تم طعنے سنوگی اور ہم کو بھی طعنے سنواؤگی۔ کچھ فائدہ ہوگا مگر مین
ان کی بات کو اس کان سے سنتی تھی اور اُس کان سے اُڑا دیتی تھی۔ مارے باندھے کا
سودا تھا۔ وہ بھی ستو باندھکر میرے پیچھے پڑ گئین۔ کھانے سے فراغت ہوئی۔ اور کتاب
لاکر میرے سامنے رکھدی ہزار ہزار بہانا کرتی ہون۔ نانی امان اس وقت تو سر مین درد
ہوتا ہے۔ ابھی تو سویرا ہے جلدی کیا ہے۔ ذرا ٹھیر جاؤ۔ دم تو لو۔ تم تو ہر وقت پیچھے پڑے
جاتی ہو۔ ایک سماعت نہوتی تھی۔ اور سمجھا کر تھک جاتین تو دو چار قمچیان جھکاکر سیدھا
کر لیتین۔ آموختہ سنا۔ سبق یاد کرایا اور کہا اچھا اس سبق کو دس دفعہ پڑھ جاؤ۔ پھر
تھوڑی دیر ستا لینا۔ خدا خدا کرکے سبق کو دس دفعہ پڑھا۔ کتاب بند کی۔ اُٹھ کھڑے
ہوے۔ اب دل چاہا کہ ذرا ادھر اُدھر کھیلنے جائین۔ ہمسائی کی لڑکیون سے باتین
کرین مگر اُن کا حکم نہین۔ بس میری آنکھون کے سامنے کھیلو۔ مین کہین جانیکی روادار
نہین۔ یہ چھچھورا پن مجھے پسند نہین۔ لوگ کہین گے لڑکی ہے یا چلبے پاؤن کی بلی۔ یہ
نہین سمجھتی کہ کتاب کے دیکھنے مین تو تکلیف ہوتی ہے۔ سر مین درد ہوتا ہے۔ اور گھر گھر
جانے مین ٹانگین نہین ٹوٹتین۔ چاہے تم دم دے ڈالو مین گھر کی انگنائی سے باہر نہ
جانے دونگی۔ تمھاری امان مسر اسر موندیگی کہ لڑکی کو چھلکا خانم بنا دیا۔
ان سے شکایت کرو تو وہ بھی نانی امان کی تیج کرتی تھین۔ انھین نے تو محبت کے مارے

تم کو خراب کر دیا۔ دیکھیے تمھارا لاڈ کون اُٹھاتا ہے۔ اور سسرال جا کر تم کیا آگ لگاتی ہو
میرا بس چلے تو دو چار دفعہ دیکر اور دو چار لکڑیاں چلھا کر تم کو ٹھیک بنا دوں۔ پڑھنے
لکھنے سے تم کو نفرت۔ کھانا پکانے سے تمھاری جان سوکھتی ہے۔ سینے پرونے سے
تم بھاگتی ہو۔ نہ کام نہ کاج۔ دن بھر کو دا کرتی ہو۔ میں تو جب جانتی ہوں تم کو انگنائی
میں کودتے ہی دیکھتی ہوں۔ آج تک اتنی نہ ہوئیں کہ اپنا پائجامہ کتر بیونت کے سی لو۔
دو کلمے تم لکھ نہیں سکتیں۔ خط تم کو اچھی طرح پڑھنا نہیں آتا۔ کنگھی تک تو تم کو کرنا نہیں آتی
پھر تم ہو کس کام کی بس زبانی جمع خرچ سن لو۔ نانی اماں تم کو کیا زہر دیتی ہیں اچھے سے
اچھا کھلاتی ہیں۔ اچھے سے اچھا پہناتی ہیں۔ ہر وقت ان کے زانو سے لگی بیٹھی رہتی
رات کو اپنے پاس سلاتی ہیں۔ کہانیاں کہتی ہیں۔ پہیلیاں بجھواتی ہیں۔ یہ سب تمھارے
حق میں کانٹے بوتی ہیں۔

یہ باتیں سن سن کر میں دل میں کہتی تھی۔ بلا سے اس جلاد ماں سے تو ہزار درجہ
نانی غنیمت ہیں۔ اسی طرح آہستہ آہستہ پیار سے مارے ڈرا دھمکا کے نانی اماں نے کام
پر لگا لیا۔ فجر کی نماز پڑھی۔ قرآن شریف کے دو پارے پڑھے۔ آٹا گوندھا روٹی پکائی
کھانا تیار کیا۔ اس کے بعد گھر میں جھاڑو دی۔ منہ ہاتھ دھوئے۔ کنگھی چوٹی کی کھانا
کھایا اور کتاب پڑھی۔ خط لکھے۔ حساب سیکھا۔ دو گھنٹے لیٹے۔ یا ادھر ادھر پھرتے رہے
دو بجے ظہر کی نماز پڑھ کے کچھ سینا پرونا نکالا۔ چار بجے سینا اُٹھا کر عصر کی نماز پڑھی۔ سالن
تو دن کا رکھا رہتا تھا۔ روٹی ڈال لی اور مغرب کی نماز پڑھی۔ کھانا کھایا پھر عشا کی نماز
پڑھ چکے۔ تو نانی اماں نے کہا کوئی کہانی کی کتاب سناؤ گھنٹہ بھر کتاب پڑھی اور سو رہے
اب یہ عادت ایسی پڑ گئی کہ بغیر کام کیے ہوئے کھانا ہضم نہ ہوتا تھا۔ اب نانی اماں جب
دیکھتی تھیں مجھے کسی نہ کسی کام میں مشغول پاتی تھیں۔ اسی وجہ سے میری صحت بھی اچھی
تھی۔ محنت کے بعد شام کو جب پاؤں پھیلا کر سوتی تھی تو نیند بھی خوب آتی تھی۔
اس بات کو دس برس گذر چکے۔ نانی اماں کا انتقال ہو گیا۔ ان کے انتقال کے [illegible]
پھر بعد ہماری شادی ہو گئی۔ شادی کو بھی چار مہینے گذر چکے ہیں۔

ہم ایک ایسے گھر مین پڑے ہوئے ہین جسمین کنبہ تو بہت ہے مگر نفاق اور پھوٹ کا شگا
ہو رہا ہے۔ گھر کے جتنے آدمی ہین کسی کو کسی سے ہمدردی نہین۔ ساس کہتی ہین بہو
کو چار مہینے ہو چکے۔ پلنگ سے اُترتی نہین۔ اب اگر ان کو غرض ہو تو گھر کا کام دھندا
جس طرح مین بتاؤن کرین۔ میرا سن اس قابل نہین رہا۔ خدا کا خوف کرکے میری
لڑکی دو چار کام کر دیتی ہے۔ اُسپر مجھے کیا حق ہے وہ پرائے گھر کی ہے۔ لڑکے کہتے
ہین کیا بھائی نے ہم کو نوکر سمجھا ہے جو ہر وقت ہمین سے کام کو کہا کرتے ہین۔ ان مین
کیا سرخاب کا پر لگا ہے۔ اب کے دفعہ کسی کام کو کہین گے تو منہ کی کھائین گے۔ ایک
کھانا پکنا ایسا مشکل کام ہے جسکا مرحلہ دن دن بھر طے نہین ہوتا۔ سب اپنی اپنی ازدی
کی فکر کو بھولے ہوئے ہین اور اس جھگڑے مین پڑے ہوے۔ ایک کہتا ہے اس مین
باپ کا قصور ہے وہ کچھ منہ سے نہین بولتے۔ دوسرا کہتا ہے یہ سارا فساد مان کا ہے وہ
چاہین تو گھر کا کام بدستور جاری رہے۔ جب سے بہو گھر مین آئی ہے سب نے چولھا
اوندھا دیا۔ دوسرے نے کہا لڑکون کے مزاج بڑے ہین انہین پن نہین سکتی۔ ایک کہتا
ہے نہین لڑکی بس کی گانٹھ ہے۔ کوئی بولا مین تو خدا لگتی کہون گی۔ بہو کا قصور ہے اب
سارا کام اسی کو کرنا چاہیے۔ غرض جتنے منہ ہین اُتنی باتین۔ دلون مین تو خاک اُڑ رہی ہے
گھر کا بندوبست کیا ٹھیک ہو سکتا ہے۔ ایک ایک کا دشمن ایک ایک کا بدخواہ۔ پھوٹ
ایسی پڑی کہ سب کو الگ اپنے اپنے پیٹ کی فکر ہو گئی۔ اور مہینے دو مہینے مین الگ الگ
چولھے بن گئے۔ مین یہ سب تماشا آنکھون سے دیکھا کی اور دم نہین مارا۔ جب مجھے
کھانا پکانے کی فکر ہوئی تو اس وقت نانی امان یاد آئین اور ان کی مار پیار سے اچھی
معلوم ہوئی۔ ان کی محبت نے ایسا جوش مارا کہ یہی جی چاہتا تھا اگر اس وقت وہ زندہ
ہو جائین تو ان کی جوتیون پر اپنی آنکھین ملون۔ اور اپنی بدزبانی کی ان سے خطا معاف
کراؤن۔ یہ خیال کرکے بے اختیار دل بھر آیا اور کچھ دیر تک رویا کی۔ انھین کا صدقہ تھا
کہ کھانا پکانا سینا پرونا بچون کا کھیل معلوم ہوتا تھا۔ خلاف معمول آج جو رات کو
تھک کر سوئی۔ اور نانی کا خیال بندھا ہوا تھا خواب مین دیکھا کہ جیسے ایک بڑا سا مکان ہے

اس مین ایک پلنگ بچھا ہے جسپر نانی امان بیٹھی ہوئی ہین مین نے اُن کو نہایت
ادب سے سلام کیا۔ دیکھتی ہون کہ جو کپڑے ان کے چالیسوین مین دیے گئے تھے
پہنے ہوے ہین۔ مین نے کہا نانی امان تمھارے مرنے کے بعد تو سارا گھر بے چین تھا کہ
خدا جانے تم پر قبر مین کیا گذری ہوگی۔ کچھ اپنا حال تو کہو۔ انھون نے کہا بیٹا اچھی گذری
خدا کا فضل و کرم ہر جگہ میرے ساتھ رہا۔ مجھے تو قبر مین گھر سے زیادہ آرام ملا۔ اب کسی بات
کی فکر نہین ہے نہایت آرام سے ہون۔ مین نے کہا اور جو کپڑے برتن پلنگ وغیرہ آپ
کے جہلم کے اوپر امان نے اندھی سیدانی کو دیا تھا وہ بھی آپ کو پہونچا کہنے لگین سب مجھے پہونچا
مین نے کہا کچھ ہمارے رونے کی بھی تم کو خبر ہے۔ یہان تو تمھاری جدائی مین راتون
کی نیند حرام ہوگئی ہے۔ کہنے لگین بس یہی میرے رنج کا باعث ہے۔ تم جو روتی ہو تو میری
روح پر صدمہ ہوتا ہے اور مجھے تکلیف پہونچتی ہے۔ اسکے سوا تو مجھے کوئی رنج نہین۔ مین نے
کہا اور مین نے دو قرآن پڑھ کے تمکو بخشے تھے اسکا ثواب بھی کچھ ملا کہنے لگین ہان تم کو
دین کی کتابین پڑھانے اور قرآن شریف یاد کرانے اور جو تم نے قرآن شریف پڑھ کے
مجھے بخشے تھے۔ ان سب کے بدلے مجھے یہ مکان ملا ہے۔ جس مین اب مین بہت آرام
سے رہتی ہون۔ کیونکہ میرا پہلا مکان اس سے کچھ تنگ تھا اب مجھے فراغت کا مکان
ملا ہے۔ یہ کہکے مین ان کے قدمون پر گر پڑی کہ اچھی نانی امان مین نے جو کچھ تمھین برا
بھلا زندگی مین کہا ہو اسکا قصور معاف کر دو۔ وہ ابھی کہہ رہی تھین کہ مین نے معاف
کیا۔ میرے خدا نے معاف کیا۔ اتنے مین میری آنکھ کھُل گئی۔ فجر کی نماز کا وقت قریب
تھا۔ مین اٹھی اور پیشاب پاخانہ سے فراغت کر کے منجن مل کر منھ دھویا وضو کیا۔ اور فجر
کی نماز پڑھی۔ پھر اپنے کام مین لگ گئی۔ اور اس چھوٹی سی آمدنی پر چھوٹے سے گھر کا جو
انتظام مین نے کیا وہ خدا پر خوب روشن ہے۔ اور میری دعا ہے کہ خداے تعالے مجھے اپنا
ہی محتاج رکھے اور کسی کا محتاج نہ کرے اور میرے ہاتھ پاؤن چلتے رہین۔

دو برس کے بعد میرے یہان لڑکی پیدا ہوئی۔ اور کچھ ایسی خوش نصیب پیدا ہوئی کہ گھر
کی آمدنی مین کچھ اضافہ ہوگیا۔ پھر چار برس کے بعد لڑکا پیدا ہوا۔

آج شادی کو پندرہ برس ہو چکے ہین - اور میری عمر چالیس برس کے قریب ہے - خدا کے فضل سے چار بچون کی امان ہون - سب کو لکھنا پڑھنا مین نے سکھایا - لڑکیون کو سینا پرونا مین نے سکھایا - ادب قاعدہ مین نے تعلیم کیا -

ساس کی دشمنی - نندون کا بیر - بھائیون کی بے پروائی - ابا کی نفرت میرا کچھ بگاڑ نہ سکی - خدا کے فضل و کرم سے مین کسی کی ایک پیسے کی شرمندہ نہین کسی کا احسان لینا نہین چاہتی - جو ملتا ہے اس سے ملتی ہون - جو کھچتا ہے اس کی شکل بھی نہین دیکھتی - دنیا سے آجکل محبت ایسی اُٹھ گئی ہے کہ کسی کو کسی کی محبت نہین ہے - وہ لڑکیان بے وقوف ہین جو مان باپ ساس سسرے کی محبت پر بھروسا کرتی ہین - اور سمجھتی ہین کہ یہ ہمارے ناز اُٹھائین گے - اور ہمارے وقت پر شریک ہون گے - بلکہ سب اپنے مطلب کے دوست ہین - اور سب کو اپنی اپنی غرض کی محبت ہوتی ہے کوئی کسی کی کاٹی انگلی پر بھی نہین موتتا - آدمی کو چاہیے کہ اپنا آغاز انجام سوچ کر کام کرے - اپنا پیسا اپنے کام آتا ہے - یا اپنے ہاتھ پاؤن -

اس وقت مین اولاد سے بھی نیکی کی امید رکھنا فضول ہے - جب تک تمھارے ہاتھ پاؤن چلتے ہین - جب تک تم دوسرون کو فائدہ پہونچا سکتے ہو - سب تمھارے دوست عزیز پیارے ہین - جب تک تمھارے پاس چار پیسے اور دولت ہے - سب عزیز اقربا بیگانے تمھارے دوست ہین -

مصیبت اور تکلیف مین نہ کوئی کسی کا بھائی ہے - نہ کوئی کسی کی بہن ہے - نہ کوئی کسی کی مان ہے - نہ کوئی کسی کی پھوپھی ہے - نہ کوئی کسی کی ساس ہے - نہ کوئی کسی کی بہو ہے - اس بات کو یاد رکھو تو تمھین کسی کی بے مروّتی سے رنج نہو -

اب تم کو یہ فکر ہوگی کہ مین کون ہون - اور میرا نام کیا ہے - اگرچہ مجھے اپنا نام اور پتہ بتانے مین شرم آتی ہے - مگر تمھین میری تاریخ کا مزا نہین ملے گا - اس واسطے سن لو مجھ ذرّہ بے مقدار کا نام آفتاب آرا بیگم - اور گھر - شہر لکھنؤ کے محلہ دال منڈی مین ہے اور کوٹھی آ[illegible]ن رہتی ہون -

نواب بھلکی قدر

ابھی تھوڑا زمانہ ہوا کہ شاہ مینا صاحب رح (لکھنؤ) کے میدان مین دو طرفہ وسیع عمارت بنی ہوئی تھی۔جس کو مینا بازار کہتے ہین۔مینا بازار کے پاس گول دروازے سے بڑے امام باڑے تک جوہری بازار تھا۔شاہی کنوین تھے۔لیکن پانی پینے والون کو کوئی قیمت نہین دینا پڑتی تھی۔جابجا سبیلین تھین۔

"وزیر گنج" مین حکیم کھنگر کے مکان سے سو قدم کے فاصلے پر گھاسی کی "بغیا" کے قریب ایک قدیم عالی شان عمارت تھی۔دور سے ایک سنگین قلعہ کا دھوکا ہوتا۔مگر پاس سے معلوم ہوتا تھا کہ یہ عمارت قلعے کے طرز پر نہین بنی ہے۔بلکہ زندہ دلان مشرق کی صناعیون کا عمدہ نمونہ ہے۔عمارت کے چارون طرف بہت خوبصورت دوکانین بیضاوی درون کی محراب دار بہت اچھا نظارہ دکھاتی تھین۔

احاطے کی دیوار کے اندر دو طرفہ درختون کی قطار تھی۔اندر دو قطعے بنے ہوئے تھے ایک قطعہ مین مالک مکان سکونت رکھتے تھے۔دوسرا مکان مدت سے مقفل تھا اور کوئی رہنے والا۔اس مین نہ تھا۔اسی مین ایک امام باڑہ بنا ہوا تھا۔امام باڑے کے شہ نشین کے نیچے ایک وسیع تہ خانہ تھا جس مین سامان عزاداری رکھا ہوا تھا۔تہ خانے مین بہت سے کمرے اور چور خانے تھے۔غالباً یہ کمرے شاہی زمانے مین کال کوٹھری کی غرض سے بنائے گئے ہون۔امام باڑے کے صحن مین بہت سی زمین دوز قبرین تھین جن کے پتھرون پر شاہی اُمرا اور بیگمون کے نام لکھے ہوئے تھے۔بیچ مین ایک مسقف مقبرہ تھا جس کے چارون طرف سنگ مرمر کی خوش نما جالیان لگی ہوئی تھین۔یہ خاندان کے مورث اعلےٰ کی قبر تھی جسے دیکھکر ایک عبرت ہوتی تھی۔اس مکان اور عمارت کا مالک ایک بوڑھا ضعیف آدمی تھا جس کا نام نواب سلطان بہادر تھا۔اور چار پانچ برس ہوئے اس نے ایک نوجوان حسین عورت سے اپنی شادی کی تھی جس کے بطن سے تین بچے پیدا ہو چکے تھے۔یہ شادی ان کی تیسری دفعہ ہوئی [illegible]

قابل بیان ہے کہ نواب صاحب نے اس ضعیفی مین تیسری شادی کیون کی نواب صاحب
کی پہلی دو بیویان مدت ہوئی مر چکی تھین اور اُن سے کوئی اولاد نہ تھی اتفاق وقت
سے سال بھر مین تین بچون اور بیوی کا انتقال ہوگیا۔ اور نواب صاحب پھر تنہا
رہ گئے۔ اس لیے حکم شرع کے مطابق ان کی جائداد کا صحیح وارث نواب بہادر حسین
ان کا حقیقی بھتیجا تھا۔ بہادر حسین ابھی بچہ تھا کہ اس کے والدین نے قضا کی بہادر حسین
کی پرورش چچا کے ذمے تھی۔ نواب صاحب نے اپنے بھتیجے کو بیٹا سمجھکر بہت ناز و نعم سے
پالا۔ اور چچا کو بھتیجے سے کچھ ایسی محبت ہو گئی تھی کہ ایک دم کو اپنی نظرون سے جدا نہ کرتا
تھا۔ نواب صاحب کا سابق مکان "مفتی گنج" مین تھا۔ اور وہین سکونت رکھتے تھے۔
بہادر حسین کو سرکاری اسکول مین تعلیم دلائی۔ اور ابھی وہ تعلیم حاصل کر رہا تھا کہ اسکول
کے لڑکون کی صحبت مین اس کے فراج مین آزادی خود داری اور حریت نے ایسا حلول
کیا کہ بڑون کا ادب لحاظ مطلق نہ رہا۔ شرع کی کتابون سے بالکل ناواقف اور کورا تھا
اس سبب سے نیک و بد کی تمیز بھی نہ رہی۔ بیس برس کی عمر مین آوارہ ہوگیا اور عیاشی
مین پڑگیا۔ چچا دولتمند تھے اس لیئے بھتیجے کو روپیہ اوڑانے کا خوب موقع مل گیا۔
ابتدا مین تو چچا کو اسکی بدافعالیون کی خبر نہ ہوئی۔ مگر رفتہ رفتہ جب یہ رات رات بھر
اور دن دن بھر گھر سے غائب رہنے لگا تو چند دوستون نے اسکی بدکاریون کی طرف
نواب صاحب کو متوجہ کیا اور نوکرون نے بھی اس امر کی تصدیق کی۔ نواب صاحب اس
امر کی ٹوہ مین ہوے تو انھین معلوم ہوا کہ بہادر حسین بڑا قمار باز اور زنان بازاری سے
عیاشی کرنے والا ہے۔ اور رنڈیون کے کرون پر اس کی ذات سے اکثر دنگا فساد ہو کرتا
ہے پولیس مین دو چار سنگین رپورٹین اس کے نام کی ہو چکی ہین۔ ایک مرتبہ ایک نابالغ
طوائف کے بھگا لیجانے مین ماخوذ ہوا تھا مگر بہت سا روپیہ خرچ کر کے سزا سے بچ گیا۔ شہر
کے ایک لالچی امیر نے جو قارون کے خزانے سے کم نہین دولت رکھتا ہے۔ ہزار ہزار روپے
کے عند الطلب [illegible] پانچ سو اکثر اس کو دیے ہین اور اسی وجہ سے وہ اپنے چچا کو
بخیل [illegible] ۔

نواب صاحب نے یہ بھی سنا کہ اس نے اپنے گہرے دوستون سے اکثر ذکر کیا کہ اُس کے چچا کا چالیس لاکھ روپیہ جو مختلف بنکون مین جمع ہے اور کوٹھیان باغ اور گاؤن کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کا اکیلا وارث مین ہی ہونگا۔ اور اگر چچا آپا اپنی موت سے جلد نہ مرے تو مین زہر دیکر ان کا کام بہت جلد تمام کر دون گا۔

یہ تمام باتین سن کر نواب صاحب کے دل پر بہت صدمہ ہوا۔ اور اُن کی محبت چاہت نفرت اور حقارت سے بدل گئی۔ بہادر حسین کی طرف سے ان کا دل کھٹا ہو گیا اور اپنے دل مین عہد کیا کہ اس نالائق بھتیجے سے اگر وہ میری مرضی کے موافق نہ چلا تو کوئی رعایت نہ کرونگا اور اسکی محبت کو اپنے دل سے نکال ڈالون گا۔

نواب صاحب جب اس خفیہ تحقیقات مین مصروف تھے تو بہادر حسین کو اسکی مطلق خبر نہ تھی کہ اس پر مصیبت ٹوٹنے والی ہے۔

ایک شب بہادر حسین دو بجے رات کو اپنے گھر مین آیا تو نواب صاحب نے دروازہ کھولنے سے صاف انکار کیا۔ اور کہا ہمارے یہان ایسے عیاش شرابی جواری اور بدمعاش کا گذر نہین ہے۔ جو اپنی بدمعاشیون سے باپ دادا کا نام برباد کر رہا ہے۔ تم آدھی آدھی رات تک چوک مین پھرتے ہو گھر کو سرا سمجھ لیا ہے۔ یہ سنتے ہی بہادر حسین کے غصے کا تھرمامیٹر ایک سو پانچ ڈگری پر ہو گیا۔ اور چاہا کہ اندر گھس کر چچا پر حملہ کرے۔ دروازے بند تھے اس نے بہت سخت سست باتین سنائین اور پھر چلا گیا۔ دوسرے دن دوپہر کو آیا چچا نے اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا۔ اور کہا دور ہو نالائق مین تیری صورت دیکھنا نہین چاہتا۔ بے شک مین تیری بسر اوقات کے لیے بیس روپے مہینا دیا کرونگا اور یہ بھی اپنی جان کا صدقہ سمجھکر۔ آج سے مجھے صورت نہ دکھانا۔

بہادر حسین کو یہ کلمات سنکر بجائے اس کے کہ وہ اپنے دل مین شرمندہ ہوتا اور عفو تقصیر چاہتا۔ بہت غصہ آیا۔ اور اس نے نہایت تندی سے جواب دیا بڈھے ذلیل تو ٹھیا گیا ہے۔ قبر مین پاؤن لٹکائے بیٹھا ہے۔ دو چار مہینے کے بعد تو [illegible] ساری جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کا مین صحیح وارث ہون۔ اور تم ہرگز اس کو کسی کے [illegible] اور تم

بیس روپے مہینا اپنا اپنے پاس رکھو تم کو چاہیے ہو- تو مجھ سے خود چالیس پچاس روپے مہینا لے لیا کرو-

نواب صاحب اپنے بھتیجے کا جواب سنکر تھر تھر کانپنے لگے- قریب تھا کہ بہادر حسین اُن کی چھاتی پر سوار ہو کر گلا گھونٹ دیتے مگر کچھ تو نوکرون چاکرون کا لحاظ کیا اور کچھ یہ ہوا کہ نواب صاحب اس سارے جواب کو شربت کے گھونٹ کی طرح پی گئے اور ہنسکر جواب دیا- بیٹا ہم تمھارے واسطے کہتے ہین- ایسا نہ ہو ہمارے بعد ٹھوکرین کھاؤ- اس وقت تو نواب صاحب نے اس بلا کو یہان سے ٹالا- اور جب شام کو وہ گھر سے نکل گیا تو نوکرون کو حکم دیا کہ آج سے بہادر حسین ہمارے گھر مین قدم نہ رکھنے پائے- نواب بہادر حسین بھی غصے مین بھرا ہوا گیا تھا- دو چار دن کے بعد آیا تو دن کو ڈیوڑھی کا دروازہ بند پایا لاکھ چیخا پکارا غل مچایا- نوکرون نے اندر سے جواب دیدیا کہ ہم کو نواب صاحب کا حکم نہین ہے اس لیے دروازہ کھُلنا غیر ممکن ہے-

چچا کو بھتیجے کی شکل سے نفرت کلی ہو گئی تھی- اور خوف یہی تھا کہ ایسا نہو کہ کسی دن رات کو گھر مین گھس کر بھتیجا حملہ کر بیٹھے- دو دن کے بعد فینس مین سوار ہو کر سید امیر حسن کے مکان پر تشریف لے گئے- یہ سید صاحب ستر برس کے مسن مالدار متوکل شخص وزیر گنج کی اسی عمارت مین رہتے تھے-

بوڑھے نواب سلطان بہادر جن کی عمر تخمینا چوسٹھ برس کی تھی- ان کے چہرے سے آثار رنج و ملال پیدا تھے- سید صاحب نے پہلے تو بہت عزت سے نواب صاحب کا استقبال کیا- اور اس کے بعد زحمت فرمائی کا سبب دریافت کیا- انھون نے اپنے دل مین چوتھی شادی کا عہد کر لیا تھا- تاکہ ان کے متاہل ہونے کے بعد کوئی اولاد پیدا ہو اور بہادر حسین کے منصوبون پر پانی پھر جائے- اُنھون نے اپنے دل مین عہد کر لیا تھا کہ کس لڑکی سے اپنی شادی کا پیام دین گے- اور انھین یقین تھا کہ ان کی درخواست نامنظور نہ ہو گی-

یہ لڑکی حیدری بیگم نام انھین سید صاحب کی اکلوتی بیٹی تھی جو نواب صاحب

کی فیاضیون سے مالامال ہو گئے تھے۔ میانہ قد۔ گوری۔ تمام اعضا مناسب۔ عمر پندرہ برس کی تھی۔ نہایت عقلمند۔ اور قوت ارادی مضبوط رکھتی تھی۔ نہایت تندرست اور توانا۔ مان کا انتقال بچپن مین ہو چکا تھا۔ باپ کو لڑکی سے بہت محبت تھی۔ اور جان و دل سے اسپر فدا تھا۔ ضروری مسائل کی کتابین پڑھی تھین۔ اور وہ ایک امیر گھر کی بیوی بننے کے قابل تھی۔ نواب صاحب اس لڑکی کو بچپنے سے برابر دیکھ رہے تھے۔ اور اس کی طبیعت اور مزاج سے بخوبی واقف تھے اور یہ جانتے تھے کہ وہ نہایت باعصمت عورت ہے۔ مگر ساتھ ہی دولت اور شہرت کی خواہان۔ اور ان کو یقین تھا کہ اگر اس عورت سے اولاد پیدا ہوئی۔ اور مین زندہ نہ رہا۔ جب بھی وہ اولاد کی تربیت اچھی طرح کریگی۔ اور بھتیجے کی ایذارسانی سے بچنے کے لیے یہ عمدہ سپر ہے۔

بہت دیر کے بعد نواب صاحب نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔ پہلے تو مجتہد صاحب کو ان کی باتون کا مطلق یقین نہ آیا۔ اور دل مین سمجھے کہ نواب صاحب مذاق سے ایسی باتین کر رہے ہین۔ مگر جب نواب صاحب نے تمام خیالات اپنے بیان کیے تو اُن کو یقین آگیا۔ اور اُنھون نے فی الفور اس تقریب سے اپنی رضامندی ظاہر کی اور کہا ہم کو آپ کے ارشاد مین ذرا عذر نہین ہے۔ اور دو چار دن کے بعد دونون کا شرعی نکاح ہو گیا۔ نواب صاحب بعد عقد اپنے نوکر چاکرون سمیت مع جملہ اسباب کے سید صاحب کے مکان مین اٹھ آئے۔ اور اسی عالی شان عمارت مین رہنے لگے جس کا بیان ہم اوپر کر آئے ہین۔ حیدری بیگم ایک بڑی جائداد کی مالک بن گئی جس کی اس کو ہمیشہ سے آرزو تھی۔

نواب بہادر حسین کو اس شادی کی اطلاع ہوئی۔ تو اس نے مطلق اسکی پروا نہ کی اس نے خیال کیا کہ ایسے سن رسیدہ بڈھے سے امید نہین کہ اب اسکے اولاد پیدا ہو۔ اس نے اپنے طرز زندگی کو بالکل نہین بدلا اور بدستور عیاشیون مین مصروف رہا۔ اور عندالطلب رقعے لکھ لکھ کر بہت سی دولت حاصل کرتا رہا۔ سال بھر کے بعد خبر ملی کہ چچا کے یہان لڑکی پیدا ہوئی۔ تو کچھ تشویش پیدا ہوئی۔ تیسرے سال معلوم ہوا کہ ایک

لڑکی اور پیدا ہوئی تو لوگون نے اسے قرضہ دینے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ اور چند روز مین دانے دانے کو محتاج ہو گیا۔ تو چچا کے پاس ایک معذرت نامہ لکھکر بھیجا جس مین اپنی تقصیرون کا اعتراف کیا۔ اور اس بات کی خواہش کی کہ بیس۲۰ روپیہ ماہوار جو آپ نے دینے کو کہا ہے۔ سر دست مرحمت فرمایئے۔

لیکن چچا نے نہایت نفرت اور حقارت سے بھتیجے کی عرضی واپس کر دی اور کہا اس نابکار کو مین ایک کوڑی نہ دونگا۔ ابھی دو برس نہ گذرے تھے کہ نواب صاحب کے یہان خدا نے ایک بیٹا مرحمت فرمایا۔ سوکھے دھانون پانی پڑا۔ اور نا امید کو خدا نے نوازا۔ اس خوشی کا پوچھنا کیا ہے۔ سارے عملے کو چھٹی کے روز جوڑے تقسیم ہوئے ہر ملازم کو پچاس پچاس۵۰ روپیہ انعام دیا گیا۔ مسجدون مین طاق بھرے گئے۔ پرجون کو بہت کچھ انعام تقسیم ہوا۔ مساکین کو خیرات دی گئی۔ اس خوشی مین ایک جلسہ منعقد کیا گیا نوبت خانہ رکھا گیا۔ ناچ گانا ہوا۔ دوست احباب اعزا کی تورہ بندی سے دعوت کی گئی یتیمون بیواؤن کو ہزارون روپیہ بانٹا گیا۔ دو دو انائین نوکر رکھی گئین۔ سلیقہ دار کھلائی بلائی گئی۔

بہادر حسین غریب کی امیدون پر پانی بھر گیا۔ وہ کمبخت تو کہین کا نہ رہا۔ اس کی دعا تو یہ تھی کہ چچا کی اولاد مر جائے تو ہمارے دن پھرین۔ ایک ایک سے فال کھلواتا تھا عمل پڑھواتا تھا۔ تعویذ پر تعویذ لاتا مگر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ اس کی حالت بہت ردی ہوتی گئی۔ قرضخواہون کو اپنا روپیہ ملنے سے مایوسی ہو گئی۔ دوست احباب نے منھ پھیر لیا۔ رنڈیون نے اپنے گھر سے نکال دیا۔ یا تو نواب صاحب انگریزی ڈریس مین کیسے کسائے پھرتے تھے یا چند روز مین یہ حالت ہو گئی کہ ساری رونق چہرے کی جاتی رہی۔ پھٹے پیوند لگے ہوے میلے کپڑے حجامت بڑھی ہوئی۔ جوتا ٹوٹا ہوا۔ بدن پر میل جما ہوا۔ بال پریشان رہنے کا ٹھکانا نہ بیٹھنے کی جگہ۔ بیچارہ ایک عزیز کے یہان رات کو پڑ رہتا تھا اس نے بھی یہ کہکر گھر سے نکال دیا کہ میان تمھارا ہمارے یہان گذر نہین ہے۔ جب چچا ایسے محسن سے تم نے سرکشی کی تو ہم کس گنتی کس شمار مین ہین تم

کہین اور اپنا ٹھکانا کر لو۔
اب بوڑھے چچا کی عمر ستر برس کے قریب ہے۔ان کی بیوی حیدری بیگم۔ایک وجیہ اور حسین عورت ہے اور وہ اپنے شوہر کے خوش رکھنے مین بہت مستعد عورت ہے۔اور وہ اپنے فرائض ایسی آسانی اور عمدگی سے ادا کرتی ہے کہ گویا وہ بچپن سے امیر گھر مین پیدا ہوئی تھی۔کبھی شوہر کو اس بات کے خیال کرنے کا موقع نہین ملا کہ اس نے ایک معمولی سید کی لڑکی سے شادی کی ہے جو ہمیشہ پست خیال اور کنجوس ہوتے ہین۔میان بی بی مین اس درجہ موافقت تھی کہ دونون ایک دوسرے کی خوشی و رضامندی چاہا کرتے تھے۔

نواب صاحب کی دونون لڑکیون مین۔بڑی کا نام کبرا بیگم۔اور چھوٹی صاحبزادی کا نام صغرا بیگم تھا۔جب ان کا چھوٹا لڑکا گیارہ برس کا ہوا۔تو وہ دفعتاً بیمار ہوئے اس وقت ان کی عمر اسّی برس کی تھی۔ڈاکٹر طبیب نامی نامی طلب کیے گئے۔اور علاج معالجے مین کوئی کسر نہین اُٹھا رکھی گئی۔مگر طبیعت مین باعتبار سن کے ضعف بہت آگیا تھا۔ایک روز کسی قدر سکون ہوا۔اُٹھکر بیٹھے۔لوگون نے مزاج پوچھا۔کہنے لگے الحمدللہ آج کچھ اچھا ہون۔کھیر کھانے کو جی چاہتا ہے۔اسی وقت کھیر پکائی گئی۔تشتری مین نکال کر سامنے لائی گئی۔دو چمچے کھائے تھے کہ طبیعت تلے اوپر ہونے لگی۔آنکھین پھر گئین سر کا ڈھل گیا۔حواس کچھ باقی تھے۔بی بی کو سامنے بلایا۔اولاد کے بارے مین نصیحت کی اور کہا میرے پیچھے ان کو بہت دلاسے سے رکھنا۔گھر پر تعلیم دلانا۔لڑکے کو اسکول مین نہ بھیجنا۔تعلیم تو اچھی ہوتی ہے۔مگر تربیت کا مطلق خیال نہین ہوتا۔صحبت بُری ہے۔خارجی امتحان دلا کر پاس کرانا۔اردو مین مسائل اور حدیث کی کتابین ضرور پڑھانا کہ خدا اور رسول سے واقف ہو۔نہین تو آزاد مزاج حریت پسند اور دہریہ ہو جائیگا۔انگریزی لباس کبھی نہ پہنانا۔اول تو وہ ہمارے مزاج کے موافق نہین۔موٹے کپڑون مین ہندوستانیون کا دماغ خراب ہو جاتا ہے۔دوسرے خرچ زیادہ۔تیسرے لباس کے ساتھ مشرقی تہذیب بھی دل مین سما جاتی ہے۔بیشک مین جانتا ہون کہ اس کے ذمہ دار ہندوستان کے اضلاع

کے حاکم ہین۔ جب سے اپنی آسانی کے لیے کچہریون سے اردو زبان کو خارج کیا ہے۔ ہر شخص کو انگریزی بولنے اور انگریزی لباس پہننے کی خواہش ہوگئی ہے۔ اور وہ جانتے ہین انگریزی بولنے اور انگریزی لباس سے یوروپین بہت خوش ہوتے ہین۔ اردو بولنے والے اور ہندوستانی پوشاک والے کو انگریز حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ اور اتنی بات سچ بھی ہے۔ کہ اب بیس برس سے جتنے حاکم ہندوستان مین آتے ہین۔ وہ اردو بات چیت اچھی طرح سمجھ نہین سکتے۔ اس لیے ہندوستانی زبان سے نفرت کرتے ہین کیونکہ اس زبان کے سمجھنے مین ان کو دقت ہوتی ہے۔ اور کچہری کا عملہ بقدر ضرورت انگریزی بول لیتا ہے۔ اس لیے ان کو ہندوستانی زبان سے ایسا کام نہین پڑتا۔ مقدمے مین اگرچہ مدعی اور مدعا علیہ کی تقریر ان کی سمجھ مین نہین آتی۔ مگر دونون کے وکیل کچھ اُلٹا سیدھا حاکم کو سمجھا دیتے ہین۔ مقدمے کا فیصلہ حق ہو یا ناحق۔ لوگ حکم حاکم مرگِ مفاجات سمجھکر خاموش ہو رہتے ہین۔ اور اس صدمے کو دل پر برداشت کرتے ہیں۔ اس غلط فہمی کا اگر انسداد ہو جاے تو ملک مین آج خوشحالی کے آثار پیدا ہو جائین۔ ان باتون کا لحاظ کرکے لوگون کا خیال بیجا نہین ہے کہ انگریزی زبان کو تو بے شک حکام پسند کرتے ہین کہ ان کے پاس سوائے اس کے تبادلۂ خیالات کا دوسرا ذریعہ نہین ہے۔ ہندوستانی زبان کے سمجھنے مین وہ قاصر ہین۔ اس لیے میرے لڑکے کو تم انگریزی بقدر ضرورت عدالت پڑھوانا۔ لیکن لباس انگریزی نہ پہنانا۔ بہادر حسین سے کچھ سلوک کرنا۔ اسکے بعد کلمۂ طیب پڑھتے ہوے دنیا سے انتقال فرمایا۔ گھر مین کہرام مچ گیا۔ بی بی نے ان کا فاتحہ درود بہت اچھی طرح کیا۔

بیچارہ نواب بہادر حسین باوجود قابلیت کے سرکاری ملازمت سے محروم رہا بہت کچھ دوڑا لیکن ملازمت حکم عنقا کا رکھتی ہے۔ میسر نہ آئی۔ ایک روز ایک خدا کے بندے نے واجب الرحم سمجھ کر پانچ روپے نذر کیے۔ اس نے بہت دعائین دیکر قبول کیے۔ اور خیال کیا۔ اگر مین ان کو کھا جاؤنگا تو پھر کیا کرونگا۔ بہتر ہے کہ اس پونجی سے کوئی دھندا پھیلاؤن۔ تھوڑی پونجی سے چھوٹا کام شروع کیا جائے۔ بیسن اور تیل لاکر کچھ پھلکیان تلین

دہی مین بھگو کو نڈا سر پر رکھ بازار مین بیچنے نکلا۔ لوگ ہنسنے لگے۔ اور مذاق سے نواب پھلکی قدر کہنے لگے۔ دو چار روز تو ان کو اِس نام سے شرم آئی۔ آخر جھیپ نکل گئی تو یہی اُنکا عرف ہو گیا۔ نواب پھلکی قدر دن بھر پھلکیان بیچتے ہین۔ اور شام کو ایک دکان مین سو رہتے ہین۔ اب اُن کو دولت اور راحت کی قدر معلوم ہوئی۔ خدا کی شان ہے۔ وہی نواب بہادر حسین جو بانسو روپیہ ماہوار پر رنڈی نوکر رکھتا تھا۔ آج پھلکیون کا کونڈا سر پر رکھے ہوے "کیا دہی کی بھیگی پھلکیان ہین" گلی گلی پکارتا پھرتا ہے۔

ایک روز ایک دوست نے طعنہ دیا کمبخت تو نے چچا کے حق خدمت کو لات ماری اور ان سے گستاخی کی اس کا نتیجہ اب بھگتنا پڑا۔ کہنے لگا شکر ہے خدا کا ہمارا منھ اس لائق نہ تھا۔ ہماری بات یاد رکھو بچپنے مین کبھی اولاد کو بُری صحبت مین بیٹھنے نہ دینا۔ چچا نے تعلیم دلائی روپیہ صرف کیا۔ لیکن ابتدا مین ہماری صحبت کا خیال نہ رکھا مذہبی تعلیم سے بالکل کورا رکھا۔ اس سبب سے ہم بے ادب اور گستاخ ہو گئے۔ کاہل تو ہمیشہ کے تھے۔ لیکن مصیبت نے سب بھلا دیا۔ "قدر عافیت کسے داند کہ بمصیبتے گرفتار آید" اب جو کولھو کے بیل کی طرح محنت کر کے صبح سے شام تک دو چار پیسے کما لیتے ہین۔ ان کو سیکڑون روپے سے زیادہ سمجھتے ہین۔ خدا کی قسم ہے چچا کے ہزار دو ہزار کی بھی اتنی قدر نہین کی جتنی پھلکیون کے چھ ٹکے کی۔ لیکن اس وقت چچا اگر زندہ ہوتے تو اُن کے قدمون پر گر کر ضرور اپنی خطا معاف کراتا۔

اُنھون نے کہا۔ اب چچی کی تابعداری کرو۔ کہنے لگا۔ چچی کی تابعداری میرے لیے باعث فخر و عزت ہے۔ لیکن چچا کی اور بات تھی۔ سب گوشت پوست اُن کا پرورش کیا ہوا ہے۔ اُن کو ضرور خون کا جوش آجاتا۔ اور یقین تھا کہ وہ ہماری خطاؤن کو معاف کر دیتے۔ چچی کو مرحوم چچا کی طرف سے خطا معاف کرنے کا کوئی اختیار نہین ہے۔ وہ میری صورت سے بھی واقف نہین۔

پھر دفعۃً خدا جانے کیا خیال آگیا۔ ایک دن بیٹھے بیٹھے کپڑے بدلے اور آدمی بنکر چچی کے گھر گیا۔ چچا کا ماتم پرسا کیا۔ اور اپنی آوارگیون پر پشیمانی ظاہر کر کے رونے لگا۔

پھر چچا صاحب مرحوم کے احسانات کا ذکر کرکے کہنے لگا۔ مجھ کو چچا نے جس ناز و نعم سے پالا وہ دنیا پر روشن ہے۔ اور اول درجے کی نمک حرامی ہے اگر مین اُنکو بھول جاؤن۔ مگر ہائے ان کے لاڈ۔ ان کے پیار۔ ان کی محبت نے مجھے دین و دنیا کہین کا نہ رکھا۔ اس مین شک نہین۔ تعلیم حاصل کرنے کا عمدہ ذریعہ انگریزی مدارس ہین۔ لیکن ان مدرسون مین جہان عموماً تعلیم ایسی اچھی ہے۔ کہ اس کا محتاج ہر ایک آدمی ہے۔ وہان کہین کہین تربیت ایسی خراب ہے جس کا ذکر کرتے ہوے شرم آتی ہے۔ بعض ماسٹر ادنےٰ درجے کے رذیل ہین۔ جن کی خصلتین جن کی عادتین کمینی اور پست ہین۔ اور جن کے افعال تو ایسے خراب ہوتے ہین کہ قابل بیان کے نہین۔ لڑکون کے لیے ایسے ماسٹر ایسے معلم زہر کا حکم رکھتے ہین۔ بچون کی طبیعت مین ایسی صحبتون کا بہت جلد اثر ہوتا ہے۔

مہتممین و افسران مدارس کو بارہا ماسٹرون کی استعداد علمی سے دھوکا ہو جاتا ہے میری راے مین ان کو نہایت احتیاط سے دریافت کرلینا چاہیے کہ استاد کے عادات اطوار کیسے ہین وہ کوئی خاندانی آدمی ہے یا نیچ ذات۔ وہ شرابی تو نہین ہے وہ جواری تو نہین ہے۔ وہ بد افعال بدچلن تو نہین ہے۔ یہ تحقیق و جانچ اس لیے ضروری اور مناسب ہے کہ بد افعال استاد طلبار کو اپنے رنگ پر لے آتا ہے۔ اور اگر طالب علم اس کا حکم نہین مانتا تو اسکول سے اس کا نام خارج کردیا جاتا ہے۔ اس کا درجہ گرا دیا جاتا ہے۔ ہمارے درجے کا ایک استاد بی۔ اے۔ دائم الخمر تھا۔ ہر ایک طالب علم سے خفیہ طور پر شراب منگواتا تھا۔ اور ذرا سی اس کو بھی پلا دیتا تھا۔

اسی کی صحبت مین ہم نے شراب پینا سیکھی۔ ایک لڑکے نے ایک دفعہ شراب لانے سے انکار کیا تھا۔ اس وقت تو ماسٹر چپ ہو رہا۔ لیکن کچھ دنون کے بعد اس کو درجے سے گرا دیا۔ حالانکہ اپنی جماعت مین وہ سب سے اول رہتا تھا۔ اس دن سے سب لڑکون کے کان ہوگئے۔ اور مدرسین کا حکم بے چون و چرا بجا لانے لگے۔ میرے نزدیک آپ اپنے لڑکے کو گھر پر تعلیم دلا کر سرکاری امتحان مین شریک کرا دیجیے گا۔

حیدری بیگم نے بھتیجے کی بہت خاطر کی - اور کہا مین نے سنا ہے تم بہت پریشان ہو - اور کوئی ذلیل پیشہ کر کے باپ دادا کا نام مٹا رہے ہو - تم کو ایسا نہ کرنا چاہیے تھا

بہادر حسین نے شرم و غیرت سے سر جھکا لیا -

پھوپھی نے فرمایا آج سے مین تمھارے گذارے کے لیے بیس۲۰ روپیہ ماہوار مقرر کرتی ہون - لو ایک مہینے کی رقم یہ موجود ہے - اب تم کو لازم ہے کہ اپنی حالت کو سنبھالو - اگر تم نے میرے کہے پر عمل کیا - تو مین آیندہ تمھاری تنخواہ کو اضافے کے ساتھ برقرار رکھون گی -

اسی روز سے خدا نے نواب پھلکی قدر کے دن پھیر دیے - اور گھر آتے ہی جوان نے پھلکیون کا کونڈا توڑ تاڑ کر پھینک دیا - اور حیثیت درست کرنے کے لیے کچھ کپڑے بنائے - نیا جوتا پہنا - مگر لباس ہندوستانی وضع کا اختیار کیا جو کم خرچ اور بالانشین تھا

انھون نے بہت کوشش کی کہ لوگ مجھے پھلکی قدر نہ کہین - دوست احباب عزیز اقارب تو نواب بہادر حسین کہتے تھے - مگر عوام مین "نواب پھلکی قدر" کے نام سے شہرت حاصل کر چکے تھے - وہ نام نہ مٹنا تھا نہ مٹا -

جب حیثیت درست ہو گئی تو کچہری کے کسی محکمے مین حسن تقدیر سے پچاس روپیہ کی جگہ مل گئی - اُدھر حیدری بیگم نے شوہر کی وصیت کا خیال کر کے - اور لوگون کی سعی سفارش سے پچاس روپیہ ماہوار مقرر کر دیا -

اپنی حرکتون کی سزا پانے اور ذلت اُٹھانے کے بعد خدا نے بڑھاپے مین نواب پھلکی قدر کے دن پھیر دیے - اب سو روپیہ ماہوار ان کے خرچ کے واسطے کم نہین ہے یہ قول صحیح ہے کہ ہر مصیبت کے بعد راحت ملتی ہے - نواب بہادر حسین کے دو نیتھ اچھے کٹے بچپنا - اور ضعیفی - جوانی مین تکلیف اُٹھائی - لیکن عیش پیری بہت غنیمت ہے - خدا سب کو نصیب کرے -

انوکھا جھانسا

(۱)

ابھی کل کی بات ہے لکھنؤ کے راجہ اندر اودھ کے تخت حکومت پر براج رہے تھے سارا شہر پرستان بنا ہوا تھا دربار مین وہ چہل پہل تھی کہ دیکھنے والون کی آئی بھوک بھاگتی تھی۔ پچاس روپے کے تنخواہ والے تو امیر ہوتے تھے۔ لیکن پانچ روپے کا نوکر بھی وہ ٹھاٹھ رکھتا تھا کہ آجکل کے لکھپتی کو بھی یہ ساز و سامان ملنا مشکل ہے۔ وجہ یہ تھی کہ ہر چیز سستی تھی۔ غلہ بکثرت پیدا ہوتا تھا۔ اودھ کی پیداوار باہر نہین جاتی تھی لوگون مین ہندوستانی دستکاریون کی قدر تھی۔ مزاجون مین آرام طلبی کاہلی نہ تھی وضع مین سادگی تھی۔ تکلفات نہ تھے۔ ٹکے سیر سے زیادہ کوئی اناج نہ تھا۔ غریب سے غریب گھر مین آئے دن مہمان رہتے تھے۔ فقیرون کے چہرے سے آسودگی اور بحالی ٹپکتی تھی گھر گھر شادیان رچا کرتی تھین۔ گلی گلی جلسے ہوتے تھے۔ قیصر باغ کے رہس کی دھوم تھی بادشاہ خود ہمہ دان اور قدر دان تھے جس فن کا کامل آتا تھا کھپ جاتا تھا۔ اور یہ مادہ اودھ کے بادشاہون مین ہمیشہ سے تھا۔ ایک مثل مشہور ہے کہ دلی اجڑ کر لکھنؤ آباد ہوا یہ سچ ہے۔ آج دہلی کے تمام مایۂ ناز شاعر۔ تمام صناع۔ تمام گوئیے۔ تمام سلطنت کے لخت دل لکھنؤ کے دامن مین میٹھی نیند سو رہے ہین۔

ملک الشعرا میر تقی میر۔ مرزا سودا۔ میر سوز۔ جرأت۔ انشا۔ صاحبقران۔ جعفر زٹلی۔ یہ سب اسی لکھنؤ مین خاک ہوئے۔

آخری شاہ اودھ کی بھی قدر دانی کا یہی حال تھا۔ ان کے زمانے مین دہلی کے ایک شریف خاندان کے چشم و چراغ نے آوارہ وطن ہو کر لکھنؤ کا سفر کیا۔ اُن دنون ریل تو تھی نہین۔ بہلی پر سوار ہو کر ڈیڑھ مہینے مین لکھنؤ تک پہونچنا نصیب ہوا۔ شہر کی آئینہ بندی دیکھ کر ہکا بکا ہو گیا۔

ایک قدیم رشتہ دار کی وساطت سے دربار شاہی دیکھنا نصیب ہوا۔ مردہے نے

کمال ادب سے نصف قد خمیدہ کرکے سلام کرایا۔ اور کہا نیچی نظر کیے ہوئے مؤدب کھڑے رہو۔ منھ سے نہ بولنا۔ نظر اُٹھا کر نہ دیکھنا۔ ہاتھ پاؤن نہ ہلانا۔ حرکت نہ کرنا ہنسی نہ آئے۔ کھنکھارنا نہین۔ ہونٹ نہ ہلانا۔ اشارہ نہ کرنا۔ ان تمام قیود نے ایسا متاثر کیا کہ غریب سارے جسم سے تھرتھر کانپنے لگے۔ اور عرض بیگی نے ہاتھ باندھکر عرض کیا۔ منشی قمر علی دہلوی حاضر ہے۔ نگاہ روبرو۔

بادشاہ نے اشارۂ ابرو سے سلام لیا۔ اور منشی صاحب بیت الانشا کے منشیون مین تیس ۳۰ روپیہ ماہوار کے ملازم ہو گئے۔ اب حیثیت اور سے اور ہوگئی۔ معالی خان کی سرائے مین زمین مول لیکر مکان بنوایا۔ اور اہل خانہ کو بھی لکھنؤ مین بلوا لیا۔ منشی صاحب بہت نیک طینت اور خوش اخلاق آدمی تھے۔ سارا عملہ ان سے خوش تھا۔ خوشنویس بے بدل تھے۔ ایک لڑکا تھا۔ جو باپ کی طرح نیک اور خوش سلیقہ تھا۔ ماں باپ کی آنکھون کا تارا تھا۔ اس کے بعد کوئی اولاد نہوئی۔ اس سبب سے بہت لاڈ پیار تھا۔ اسپر بھی پندرہ برس کے سن مین اردو فارسی کے علم سے کماحقہ فراغت کرکے تحصیل عربی کی طرف مشغول ہوا ابھی یہ زیر تحصیل تھا کہ زمانے نے دوسری کروٹ لی اور غدر ہوگیا۔ گھر لٹ گیا اور تمام شرفا تباہ اور برباد ہوے۔ منشی صاحب بیک بینی دو گوش چھ مہینے کے بعد گھر واپس آئے

(۲)

مدت کے بعد لڑکے کی شادی ایک عزیز قریب کے یہان جو انھین کی طرح آوارہ وطن تھے اور کسی قدر آسودہ حال تھے۔ ہوگئی۔ لڑکی بھی اپنے ماں باپ کی اکلوتی تھی اور نازون کی پلی ہوئی۔ پھر امیر گھر کی بیٹی۔ میان بیوی مین کچھ اچھی طرح میزان نہ بیٹھی اور ان بن رہنے لگی۔

میان چاہتے تھے محنت مزدوری کرکے پیسا کماؤن اور بقدر ہمت ضعیف والدین کی خدمت کرون۔ بیوی چاہتی تھی کہ میان لباس پوشاک سے آراستہ رہین اور سارے گھر پر حکومت کرین دن رات گھر مین پڑے پڑے مکان کی اینٹین بجین۔

میان مہترانی تک کو جھک جھک کر تسلیم و سلام کرتے تھے۔ بیوی نے عید بقرعید

بھی ساس سسر کو ہاتھ اُٹھا کر سلام نہین کیا۔ اور اُن کو حقیر سمجھکر منھ نہین لگایا تو بھلا دوسرا کیا چیز تھا۔ سسرال کی ہر چیز کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ کوئی اچھے سے اچھا کپڑا خاطر مین نہ آتا تھا۔ ایک روز غریب شوہر نے عید کی تقریب پر بیوی کے لیے اودی گرنٹ کا کپڑا پائجامے کا خرید کیا اور خیال تھا کہ بیوی دیکھکر شاد شاد ہوجائین گی بیوی نے دیکھکر کہا اوئی یہ کس کام کی گرنٹ نگوڑی ہے نہ کیسی بدرو ہے اور اسپر رنگ ایسا گہرا ہے کہ بالکل سیاہ معلوم ہوتی ہے۔

میری ماں نے بھی ایک دفعہ ایسا ہی پائجامہ بنایا تھا۔ مجھے پھوٹے دیدون بھی نہ بھایا آخر بسنتی کو دیدیا۔ میان نے سنکر ایک آہ سرد بھری۔ اور دل مین کہا اگر ایسے ہی دماغ ہین تو اس غریب گھر مین بسر ہونا مشکل ہے۔ جان پر کھیل کے بیوی کے واسطے دوسرا کپڑا اسکی پسند کا لایا۔ اور بہت تکلف سے پائجامہ ماں نے سی سلا کر تیار کیا۔ لیکن بیوی بنو کو عید کے دن وہ بھی پہننا نصیب نہوا۔ کہنے لگی برس برس کے دن مین تو ایسی سردی مین سویرے سویرے نہین نہا سکتی۔ اگر پائجامہ دو چار دن پہلے سے تیار ہو گیا ہوتا تو ایک دن پہلے نہا کر بدل لیتی۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ عید پر نئے کپڑے بدلنے کی خوشی نہین ہے۔ اور نہ ترسی ملکی ہون کہ اچھے اچھے کپڑے دیکھکر رال ٹپک پڑے وہ نگوڑا پائجامہ ہے کیا۔ مین نے اس سے اچھے اچھے کپڑے پہن کر پھاڑ ڈالے ہین۔

ماں باپ کے خوف سے غریب مہر علی یہ سب نکھوڑے اُٹھایا کیا۔ اور ایسی ایسی باتون پر خاک ڈالتا رہا۔ لیکن وہ سمجھتا تھا یہ سب نخرے مجھ سے نہ اُٹھین گے۔ شادی کو دس برس گذر گئے۔ ماں باپ نے انتقال کیا۔ اور میان مہر علی یکہ و تنہا بیک بینی و دوگوش ہین اور وہی بدمزاج بیوی ہے۔ بیوی کے سر سب کام آپڑا۔ اور اس کی امید مہر علی کو نہ تھی اس لیے اس نے ایک ماما نوکر رکھی جو اس کو وقت پر کھانا پکا دیا کرے۔ مگر اسپر بھی کوئی دن کمبخت ایسا نہ ہوتا تھا جس مین میان بی بی مین دو چار مرتبہ ٹھائین ٹھائین نہ ہوتی ہو اور بیوی لڑ جھگڑ کر میکے نہ چلی جاتی ہون۔ اسپر خرچ کی وہ زیادتی کہ توبہ ہی بھلی تھی آخر مکان رہن ہو گیا۔ اور جب وہ روپیہ بھی صرف ہو گیا تو میان بیوی مین جوتی پیزار

بٹنے لگی۔ بیوی اُٹھکر اپنے میکے چلی گئین۔ اور میان بھی کچھ ایسے عاجز آ گئے تھے کہ گھر کی ماما کو جواب دیکر اور اپنا اسباب خانگی فروخت کر کے ؎

نہ سُدھ بُدھ کی لی اور نہ منگل کی لی نکل گھر سے پھر راہ جنگل کی لی

(۳)

حیدرآباد کی ریاست مین میان مہر علی وکالت کر رہے ہین اور تقدیر کچھ ایسی موافق ہے کہ لاکھون کے وارے نیارے ہو رہے ہین۔ شام کو امیرانہ دربار ہوتا ہے مگر بندۂ خدا نے وطن مین بھول کر بھی کسی کو خط نہ لکھا۔ اور نہ اپنی موت زندگی کی خبر دی۔ بیوی بھی صبر شکر کر کے بیٹھ رہی اور بس دو برس میکے مین رہکر اسے تجربہ ہو گیا کہ میان کے سوکھے ٹکڑے میکے کے خوان نعمت سے کہین بہتر تھے۔ لیکن اب پچھتائے کیا ہوتا ہے جب چڑیان چگ گئین کھیت۔

کچھ دنون کے بعد میان مہر علی نے اپنی دوسری شادی ایک غریب گھر مین کر لی۔ یہ بیوی بہت نیک بخت اور سعید ملی۔ گویا تلافی مافات ہو گئی۔ اور دونون عیش و عشرت مین زندگی بسر کرنے لگے۔

(۴)

موسیٰ ندی مین ایک یوروپین لڑکا نہایت حسین گر پڑا۔ اور ڈبکیان کھا رہا ہے جم غفیر ہے۔ لیکن کسی کی یہ ہمت نہین ہوتی کہ کود کر نوجوان کی جان بچائے۔ اتفاق سے ایک رئیس عمدہ لباس مین جا رہے تھے۔ بھیڑ دیکھکر وہ بھی اس طرف آ نکلے اور لڑکے کو ڈوبتا دیکھکر انسانی ہمدردی کے لحاظ سے آپ بھی دھڑام سے کود پڑے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا بہت ہوتا ہے۔ لڑکے نے ایک رفیق پایا تو وہ ایسا بدحواس ہو کر ان سے لپٹ گیا کہ قریب دونون آدمی ڈوبنے لگے۔ مگر رئیس پیراک تھا اس نے اپنے حواس قائم رکھے۔ سارے تماشائی دعا مانگ رہے تھے۔ خدا نے دعا قبول کر لی۔ لڑکا کمر سے لپٹا ہوا ہے اور وہ مرد آہستہ آہستہ کنارے کی طرف آ رہا ہے خدا خدا کر کے دونون نے نجات پائی۔ اور تمام لوگ خوش ہوئے۔

ایک روزانہ اخبار کے ایڈیٹر صاحب بھی اسی بھیڑ مین تماشا دیکھ رہے تھے لوگون سے حضرت کا نام نامی دریافت کیا۔ایک صاحب نے کہا آپ انکو نہین جانتے۔منشی مہر علی صاحب وکیل دہلوی ہین۔آج ہندوستان مین کافی شہرت رکھتے ہین۔بہت نیک اور شریف آدمی ہین۔اڈیٹر خاص یوروپین تھا۔اس کی غیرت نے تقاضا کیا کہ ایک محسن قوم کے احسانات پر پردہ پڑا ہے فوراً ان کا فوٹو لے لیا اور دوسرے دن کچھ مزید حالات دریافت کر کے نہایت چٹ پٹی عبارت کے ساتھ اس خبر کو شائع کیا اور منشی مہر علی کی تصویر بھی شائع کر دی۔اخبار ہاتھون ہاتھ فروخت ہوا۔منشی مہر علی نے بھی دیکھا جامے سے باہر ہو گئے۔اور بہت غصہ کیا۔منھ مین کف بھر لائے۔ایڈیٹر کو ہزارون گالیان دین اپنا منھ نوچا۔کیا بری ساعت سے مین نکلا تھا کہ اس آفت کا سامنا ہوا خدا اپنا رحم کرے دیکھیے اب کیا ہوتا ہے۔افسوس ہزار افسوس مین تو کہین کا نہ رہا۔اور اسی بدحواسی مین اُٹھے ہوے اپنے ایک دوست ڈپٹی صاحب کے پاس گئے اور اُن سے کہنے لگے خدا کے واسطے میری مدد کرو مین ایک بلا مین گرفتار ہو گیا ہون۔اب کیا ہو گا بات یہ ہے کہ کل کا اخبار تو آپ نے ملاحظہ فرمایا ہو گا۔اس کمبخت نے میری تصویر بھی چھاپ دی اور میرے خاندانی حالات لکھ دیئے۔لکھنؤ مین میرے خاندان کی ایک بیوی تھی نہایت بد مزاج بدبخت۔فسادن۔فتنہ انگیز۔بلاے بد۔مین اس کے ہاتھ سے بہت نالان تھا آخر اس کمبخت کے ہاتھون لکھنؤ چھوڑ کر حیدرآباد چلا آیا۔اور آج تک کسی دوست آشنا کو کوئی خط نہ لکھا۔پہلے میرے خسر نے ایک اعلان شائع کیا تھا کہ ہمارا عزیز اس صورت کا گم ہو گیا ہے۔جو کوئی پتہ لگا دیگا۔پانچ سو روپیہ انعام دیے جائین گے۔مین نے کچھ دنون کے بعد یہ چالاکی کی کہ ایک دوست کی معرفت ان کو خط بھیجا کہ اس آدمی کا انتقال ہو گیا۔وہ لوگ رو پیٹ کر خاموش ہو رہے۔اب اس خبر کے شائع ہونے سے مجھے اندیشہ ہے کہ کہین میری پہلی عورت آتی ہو تو میری عزت خاک مین مل جائے اور گھر بھی برباد ہو۔اس مین کوئی صلاح بتائیے۔ڈپٹی صاحب نے کہا اچھا مین آپ کی اس امر مین مدد کرون گا۔اسٹیشن ماسٹر میرا دوست ہے مین اُس سے کہدونگا کہ اگر لکھنؤ

سے کوئی مسافر زنانی سواری کے ساتھ آئے تو مجھے اطلاع دے۔ منشی صاحب نے کہا لیکن میرا نام نہ بتائیے گا۔ ڈپٹی صاحب بولے استغفر اللہ کیا آپ نے مجھے نرا بیوقوف سمجھ لیا ہے

(۵)

سہپر کا وقت ہے ڈپٹی صاحب کی گاڑی اسٹیشن پر کھڑی ہے۔ اور ڈپٹی صاحب اسٹیشن ماسٹر سے کچھ سرگوشی کر رہے ہین۔ اور اسٹیشن ماسٹر سن سن کر گردن ہلا رہے ہین۔ جب سن چکے تو کہنے لگے اسمین کچھ دال مین کالا معلوم ہوتا ہے مجھ سے صاف صاف حال کہو تو رہائی ممکن ہے ورنہ ادھوری بات سے میری تشفی نہین ہوتی اور مجبور ہو کر مجھے آپ کے بیان کی پولس مین رپورٹ کرنا ہوگی۔ ڈپٹی صاحب نے جب اسٹیشن ماسٹر کے تیور بدلتے ہوئے دیکھے تو کہا معاذ اللہ مین تمھین ایسا بد باطن نہین سمجھا تھا۔ تم نے آج برسون کی ملاقات کو خاک مین ملا دیا۔ لوسن لو خیر میرے ایک دوست کا راز ہے تم جانتے ہو کہ منشی مہر علی صاحب ایک وکیل میرے دوست ہین وہ اپنے گھر سے روپوش ہو کر یہان چلے آئے اس کو ایک مدت دراز ہوئی۔ اور آج تک لوگون کو یہ بھی نہین معلوم تھا کہ وہ زندہ ہین لیکن ایک ڈوبتے ہوئے یوروپین لڑکے کی جان بچانے کے صلے مین ایک انگریزی اخبار نے بلا اطلاع اُن کا فوٹو شائع کر دیا جس سے اُن کو یہ خوف ہے کہ کہین اُن کی پہلی بیوی صاحبہ اُن کی جان پر نازل نہ ہو جائین اِس خوف سے اُنھون نے مجھ سے مدد چاہی تھی۔ نہ میرا کوئی خاص معاملہ ہے نہ یہ کوئی جرم کی بات تھی۔ مگر تم اتنے بدگمان ہو گئے کہ مجھے یہ راز کھولنا پڑا۔ اسٹیشن ماسٹر صاحب نے فرمایا اچھا آپ اطمینان رکھین مین آپکا حکم بجا لاؤنگا اور جب ایسا موقع ہوگا براہ راست منشی صاحب کو اطلاع دونگا۔

(۶)

ایک دن نو بجے دن کو اسٹیشن ماسٹر نے ایک خط مین لکھا۔ ڈیر آج ایک عورت لکھنؤ کے فلان محلے سے آئی ہے اور تمھارا مکان دریافت کر رہی ہے۔ ذرا ہوشیار ہو جاؤ۔

منشی صاحب دیکھتے ہی سکتے کے عالم مین ہو گئے اور فوراً اُٹھکر اپنی بیوی سے سارا قصہ گڑگڑا کر بیان کیا اور کہا مین چادر اوڑھ کر چارپائی پر دراز ہوتا ہون تم کہنا مین ان کی

دور کی عزیز ہوں وہ تو آج مر گئے۔ صرف تجہیز و تکفین کے لیے آئی ہوں۔ کچھ دیر کے بعد ایک بگھی آئی اور ایک جوان عورت گھر میں اتری اور پوچھنے لگی منشی مہر علی صاحب کہاں ہیں۔ بیوی نے نہایت آبدیدہ ہو کر کہا وہ آج رات کو خدا کے ہاں سدھار گئے۔ انکا یہاں کوئی عزیز نہ تھا۔ مجھ سے دور کی عزیز داری تھی۔ اس لیے تجہیز و تکفین کی غرض سے آئی ہوں۔ عورت نے کہا ہے ہے یہ کیا غضب ہو گیا۔ لوگوں ذرا مجھے لاش تو دکھا دو۔ ایک بند کمرے میں لاش رکھی تھی۔ عورت کو لے گئے اور اندھیرے کے سبب سے اس نے ایک چراغ جلا کر میاں کا منہ دیکھا اور خوب روئی پیٹی۔ اس کے بعد اس نے آنسو پونچھ کر اور صرف زیور کا صندوقچہ لیکر۔ باقی اسباب میں قفل لگایا اور کہا اچھا ٹھہرو میرے دو چار عزیز بھی آئے ہوئے ہیں جو ایک مکان میں مقیم ہیں۔ یہ اسباب رکھکر ابھی آتی ہوں اور میں خود انکی تجہیز و تکفین کرونگی۔ یہ کہکر وہ صندوقچہ لیکر رفو چکر ہو گئی۔

میاں کو کچھ شک گذرا۔ بیوی سے کہا تم نے یہ کیا غضب کیا۔ میں تو کمرے میں تھا مجھے اس کی کیا خبر تھی کہ وہ اسباب بھی سمیٹ رہی ہے تم نے مجھے اطلاع کیوں نہ دی۔ یہ ہرگز میری بیوی نہیں تھی۔ کوئی بدمعاش عورت تھی۔ مجھے اس کی آواز پر شک ہوتا تھا۔ مگر جب تم مردہ کہہ چکی تھیں تو کیونکر شک کی حالت میں بول سکتا تھا۔

جب دن بھر کے بعد بھی دوبارہ وہ عورت واپس نہ آئی تو منشی صاحب کو یقین ہو گیا کہ واقعی وہ میری بیوی نہ تھی۔ اور اسٹیشن ماسٹر نے فریب سے میرا سارا گھر مسوالیا دو تین روز تک میاں بیوی میں جوتی چلا کی۔ ایک کو ایک بے وقوف بناتا تھا۔

منشی صاحب اور ان کے احباب۔ اور ڈپٹی صاحب نے سارا شہر چھان مارا اُس عورت کا پتہ کہیں نہ لگا۔

ایک ٹکٹ کلکٹر سے معلوم ہوا کہ اُس دن لکھنؤ سے کوئی آدمی نہیں آیا تھا ہو نہ ہو یہ اسٹیشن ماسٹر کی بدمعاشی ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے دوستوں کو زک دیا کرتا ہے اور اس دغابازی سے اس کی معقول آمدنی ہے۔ آخر منشی صاحب صبر شکر کر کے بیٹھ رہے۔ جس طرح انکی وطنی بیوی اپنی بدمزاجی کے کارن خاوند کو رو بیٹھ بیٹھ رہی تھیں۔ ؏

گرفتار بلا

معظم الدولہ سید امداد حسینؑ خان صاحب (مصاحب خاص حضرت سلطان عالم محمد واجد علی شاہ بہادر آخری شاہ اودھ) بڑے متدین اور نیک مزاج آدمی تھے۔ دربار والون کے جوڑ توڑ سے اُن کے روزگار مین بھی خلل آگیا تھا اور معزول ہوکر خانہ نشین ہو گئے تھے۔ لیکن بادشاہ کی نظر مین اُن کی وقعت ایسی ہی تھی جیسی کہ ایک نیک نیت ملازم کی ہونا چاہیے۔

جب تک زندہ رہے جو کچھ کمایا تھا۔ اُسی مین بسر اوقات کرتے رہے۔ اکثر خانہ نشین رہتے تھے۔ بیکاری کی حالت مین بھی سواری پر نکلتے تھے اور تادم حیات کسی کے قرضدار نہ ہوے۔ قرض کے نام سے اُن کے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے اور کہتے تھے خدا کسی شریف کو قرض کی بلا مین مبتلا نہ کرے اُنکا قول تھا ع

وام نستانند اگر وعدہ قیامت باشد

ضرورت کے وقت فاقے کو ترجیح دیتے تھے۔ جہان قرض سے انکار تھا وہان سود لینا اور سود دینا دونون کو حرام مطلق سمجھتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اس کے متعلق قرآن شریف مین خدانے ہم کو صاف صاف لفظون مین منع کردیا ہے اور اس وقت کے مسلمانون کے پاس اتنا روپیہ تو ہے نہین کہ وہ سود کھائین۔ لیکن مہاجنون سے سودی روپیہ لیکر اپنے باپ دادا کی موروثی جائداد تلف کر دیتے ہین۔ اور آخر مین بھیک مانگتے ہین خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ دفعتہ سلطنت اودھ کا تختہ اُلٹ گیا۔ شہر تباہ ہوگیا اور اچھے اچھے درباری لوگ نان شبینہ کو محتاج ہو گئے۔

معظم الدولہ بیچارے کس گنتی مین تھے۔ اب نہ وہ ساز تھا نہ وہ سامان نہ نوکر نہ چاکر نہ ماما۔ مگر ایک فینس دروازے پر رکھی رہتی تھی اور مہینے دو مہینے کے بعد جب گھر سے نکلتے تھے تو کرائے کے کہار بلوا کر چوک کی ہوا کھا آتے تھے۔

وہی گل مچھے اور وہی مندیل دار درباری ٹوپی۔ مرتے مرتے پرانی وضع نہ چھوڑی

گھر کی ضروری چیزیں پیسے کی دمڑی کو بیچ ڈالین مگر سودی روپیہ نہ لیا۔
غدر کے بیس برس بعد ستر برس کی عمر مین انتقال کیا۔ دو لڑکے اور ایک عظیم الشان
مکان چھوڑا۔ بڑا بیٹا تقی علی خان تو بالکل باپ کی وضع پر تھا۔
لیکن چھوٹے بیٹے کی وضع قطع جداگانہ تھی اور صحبت بھی خراب تھی۔ بھائی نے بہت
کچھ سمجھایا بجھایا۔ لیکن بدعادت مشکل سے چھوٹتی ہے پہلے تو بھائی کو مکان پر دھمکا کر
بہت سا روپیہ لے لیا اور آخر جب اُس غریب کے پاس بھی کچھ نہ رہا تو مکان پر قبضہ
کرنا چاہا۔ اُس نے یہ دیکھکر اپنے باپ کے ایک دوست کے نام مکان کا فرضی رہن نامہ
لکھدیا کہ نہ مکان ہوگا نہ جھگڑا ہوگا۔ جن کے نام مکان کا رہن نامہ لکھا تھا اُن کی نیت
مین کچھ فساد آگیا اور اس بات کی کوشش کرنے لگے کہ کسی دوسرے کے نام منتقل کردین
اور روپیہ لیکر اپنے مصرف مین لائین۔ تقی علی خان کو جب یہ خبر ملی تو اس کے پاس گیا اور
اپنی سابقہ معرفت کا ذکر کر کے کہا۔ مین نے آپ کو ابا جان کا دوست سمجھکر ایسا کیا تھا۔ اگر
آپ کو میری آبرو خاک مین ملانا ہے تو بہتر ہے۔ مگر جس کی نیت مین فتور آجاتا ہے وہ نہ
خدا کا خوف کرتا ہے نہ رسول کا۔ اُنھون نے صاف صاف کہدیا کہ مین یہ نہین جانتا
آپ میرا چار ہزار روپیہ ادا کردین۔ ورنہ رستوگی ٹولے مین لالہ بدری نارائن ء ء سیکڑے
پر چار ہزار روپیہ دیتے ہین اور مجھ کو اس وقت روپے کی ضرورت ہے۔ مین رہن نامہ
اُن کے نام منتقل کردونگا۔ آگے آپ جانین اور وہ۔ جو کچھ عذر کرنا ہو آپ اُن سے کر لیجیے گا
پہلے تو دیر تک تقی علی خان سناٹے مین رہا۔ اور اپنے چھوٹے بھائی نقی علی خان کو
ہزارون صلواتین سناتا رہا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ واقعی مرزا ارشاد حسین بے ایمانی پر
سراسر کمربستہ ہین تو منت خوشامد کر کے ڈرا کے دھمکا کے۔ ہاتھ پاؤن جوڑ کے ' ایک ہزار
روپیہ پر اُن کو رضی کیا۔ اب روپیہ آئے تو کہان سے۔ لاکھ کوشش کی۔ کسی نے ایک
پیسہ نہ دیا۔ ناچار رستوگی ٹولے کے ایک نامی مہاجن ہری داس سے ایک روپیہ
سیکڑے پر چار ہزار روپیہ قرض لیکر اور ایک ہزار روپیہ مرزا صاحب کو اپنی حماقت
کا فدیہ دے کر رہن نامہ مہاجن کے نام منتقل کرا دیا۔ خیر اس مین اتنا تو فائدہ ہوا کہ

مکان نقی علی خان کی دستبرد سے بچ گیا لیکن کچھ روپیہ بھی وہ لے مرے۔

ڈھائی ہزار کے قریب روپیہ گھر مین آیا۔ بیوی نے ہاتھ پاؤن پھیلائے۔ اور کہا مدت سے لڑکے کی بسم اللہ کرنا چاہتی تھی۔ لیکن تہی دست دیکھکر کچھ نہ کہہ سکتی تھی۔ اب خدا نے دیا ہے تو لگے ہاتھون اس فرض سے بھی سبکدوش ہو جاؤ۔ نقی علی خان نے سمجھایا کچھ احمق ہوئی ہو۔ مکان ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ یہ سود کا معاملہ ہے جو ہوا کی طرح سر پر دوڑتا ہے۔ خدا خدا کرکے مرزا صاحب کے پھندے سے جان بچی۔ نقی علی خان کو پانچ سو روپیہ دے کر باز دعوے لکھوالیا۔ اب اس فکر مین ہون کہ تکلیف اوٹھا کر محنت کرکے ڈیڑھ ہزار روپیہ جمع کرون تو مہاجن کے عذاب سے رہائی ہو اور رہنے کا ٹھیکرا بچ جائے۔ تم ایک نئی بیج نکالتی ہو۔ خدا کے واسطے برس دو برس خاموش ہو رہو۔

کہنے لگین جہان ڈیڑھ ہزار کی فکر کروگے وہان ایک ہزار کی اور فکر کر لینا۔ مجھکو اس تقریب مین ساری برادری کو جمع کرنا ہے۔ زندگی بھر مین یہی تو ایک کام کرنے چلی ہون۔ خدا اس کی تقدیر سے تم کو اور کہین سے دیدے گا۔ کیا تعجب ہے جو اسی کے نصیب سے تمھارے بھاگ کھل جائین۔ ایسی کنجوسی نہ کرو۔ ہوتے ساتے نہین اچھی نہین۔ تمھاری کنجوسی سے تو اور بھی اوڑیا پڑی جاتی ہے"۔ سال بھر مین سخی شوم برابر ہو جاتا ہے" آخر مرزا صاحب کے لیے روپیہ کہان سے نکل آیا۔ اپنا دل مضبوط رکھو۔ دئیے خدا ہی کے پورا پڑتا ہے۔ کوڑی کوڑی جوڑنے سے کچھ نہین ہوتا۔

آخر چار و ناچار نقی علی خان غریب نے ایک ہزار روپیہ لڑکے کی بسم اللہ مین صرف کیا۔ خوب دھوم دھام سے ناچ رنگ ہوا۔ ڈومنیان آئین۔ نوبت خانہ رکھا گیا۔ تورے بندی سے کھانا تقسیم ہوا۔

نقی علی خان کی کوئی ذاتی آمدنی تو تھی نہین۔ جہان سے غریب مہاجن کا روپیہ ادا کرتا۔ بہت کچھ ہاتھ پاؤن مارے اور ملازمت کی جستجو مین مارا مارا پھرا۔ چند مہینے تک در در کی خاک چھانی۔ کچھ ہاتھ نہ آیا۔ چالیس روپے ماہوار سود کہان سے ادا کرے اور

کھائے پیے کہان سے بھائی بھی اپنا پانچ سو روپیہ اُڑا کے انھین کے ٹکڑون پر آرہے۔ سال بھر کے بعد مہاجن کا حساب ہوا۔ پانچ سو اسّی روپیہ سود کا نکلا اور آیندہ سے سود در سود دینے کا وعدہ ہوا۔ ڈیڑھ برس کے اندر اندر مہاجن نے نالش کی دھمکی دی تو انھون نے عاجز آکر مکان جس مین آٹھ ہزار کا پانی لگا ہوگا۔ مہاجن کے حوالے کر دیا۔ اور آپ دو روپے مہینے کے مکان مین کرائے پر اُٹھ آئے۔ اب ان کی آنکھین کھُلین اور بیوی سے کہا۔ "دیکھا تم نے کہنا نہ مانا سود تو گھوڑے کی دوڑ دوڑتا ہے۔ ڈھائی برس مین مہاجن نے سات ہزار روپیہ نکالا۔ نالش کر دیتا تو عدالت کا خرچہ بھی دینا پڑتا۔ مکان تو اس طرح ہاتھ سے نکل گیا۔ روزگار کہین ملتا نہین پہلے سے یہ عقل نہ آئی نہین تو مہاجن سے صرف ڈیڑھ ہزار روپیہ قرض لیتے اور پچیس روپے مہینے پر مکان کرایہ دار کو دیدیتے تو اب تک اصل روپیہ اور سود دونون ادا ہو جاتے کچھ روپیہ زیور بیچ کر ادا کر دیتے۔ مگر اب افسوس کرنے سے کیا ہوتا ہے۔ جو کچھ تقدیر مین لکھا تھا پورا ہوا۔ اسی فکر و اندیشے مین تقی علی خان بیمار پڑ گیا۔ اور کامل چھ مہینے تک بیمار رہا۔ جو کچھ روپیہ بچا بچایا وقت بے وقت کے لیے رکھ چھوڑا تھا وہ اُس کی بیماری مین صرف ہوگیا۔ بیماری سے اُٹھا تو فاقون کا سامنا تھا۔ غریب نے منت سماجت کر کے مہاجن سے سوٗ روپیہ سودی لیا۔ اور بساط خانے کی ایک دکان کھولی اِس مین اس قدر نفع کہان سے ہوتا کہ گھر کا خرچ بھی چلتا۔ اور مہاجن کا سود اور مول بھی ادا ہو جاتا۔ بیٹے تو مانتا نہین۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سال بھر تک مہاجن کو سود بھی نہ ملا اور آخر قرقی لا کر اُس نے دُکان نیلام کرالی۔ مال نیلام ہونے کے بعد بھی پچاس روپیہ کی ڈگری باقی رہی۔ تین برس تک روپوش رہے پھر ......

معظم الدولہ کی عمارت سرِ راہ واقع تھی۔ مہاجن نے ایک ہزار روپیہ لگا کر از سرِ نو مرمت کرائی۔ ایک انگریز سوداگر نے موٹر کار کا کارخانہ کھولنے کے لیے سو روپیہ ماہوار پر بکرایہ لی ہے۔ کچھ باغ مین نئے درخت لگائے ہین۔ کچھ گملے منگوائے ہین۔

تقی علی خان ایک روز عالم یاس مین اپنے موروثی مکان کی طرف آنکلے مرمت

سے مکان کی رونق جو گئی ہو گئی تھی۔ دیکھکر آنکھون مین آنسو بھر لائے۔ دیکھتے دیکھتے
اندر چلے گئے۔ صاحب کو سلام کیا۔ وہ ٹوٹی پھوٹی اردو جانتا تھا۔ انھون نے از سرتاپا
اپنی بپتا بیان کی۔ صاحب کو کچھ رحم آگیا۔ کہنے لگے ہمارے یہان کوئی جگہ تمھارے لائق
تو خالی نہین ہے۔ مگر تم کام سیکھو موٹر کے پرزے دیکھا کرو۔ تمھاری پرورش کے لیے بالفعل
پانچ روپیہ مہینا ملا کریگا۔ سال بھر تک جون تون کرکے بسر کی۔ سال بھر کے بعد ایک دن
صاحب کو خوش مزاج پاکر اپنی تکلیف اور پریشانی کا حال بیان کیا۔ انگریز بھا شریف
اُس نے دس روپیہ ماہوار مقرر کر دیا۔

دو برس کے بعد جب کچھ کام جاننے لگے۔ بیس روپیہ تنخواہ مقرر ہو گئی۔ موٹر کے تمام
پرزے کھولنے لگے اور مرمت کرنے لگے۔

تیسرے برس جب سب باتون سے ہوشیار ہو گئے۔ تو کسی ریاست مین ایک جگہ
موٹر ڈرایوری کی خالی ہوئی۔ صاحب نے اُن کو چالیس روپیہ ماہوار پر بھیج دیا۔ اب اگرچہ
تنخواہ بھی ضرورت کو کافی تھی اور گھر مین مصیبت بھی نہ تھی۔ لیکن دونون میان بیوی
سود دینے کے ایسے خوگر ہو گئے تھے کہ ریاست سے چھ چھ مہینے کے بعد تنخواہ ملتی تھی۔
یہ لوگ دس دس روپیہ اُدگاہی لیکر دس کے بارہ مہاجن کے حوالے کرتے تھے۔ اور
بھول چوک بھی اُن کے ذمے رہتی تھی۔ اور مہاجن کا آدمی جو روز روز باتین سناتا تھا
وہ گھاتے مین۔ لیکن اوگاہی اور سود کا مزہ پڑ گیا تھا۔ جب پیسا پاس نہ ہوتا تھا
دس بیس روپے لے آتے اور روز ہی ادا کیا کرتے اس سبب سے گھر کی برکت اوڑ گئی
تھی۔ آدھی تنخواہ مہاجن کے کٹے لگ جاتی تھی اور گھر مین ایک پیسہ نہ بچتا تھا۔

یہان تک کہ جب تقی علی خان غریب نے اختلاف آب وہوا سے بیمار رہو کر
انتقال کیا۔ تو گھر مین ایک پیسہ نہ نکلا۔ بیوی نے تین اُگاہیان لے کر میان کا کفن دفن
کرایا۔ آخر جو عادت جان کے ساتھ آئی تھی۔ جنازے کے ساتھ گئی۔ اور ایک
شریف باپ کا بیٹا آپ سے آپ گرفتار بلا ہو گیا۔

فیاض علی

شیخ فیاض علی پورب کے رہنے والے زمیندار اپنے گھر سے خفا ہو کر پچیس برس کے سن میں لکھنؤ چلے آئے۔ یہان طالب علم بن کر مسجد کے ٹکڑون پر بسر کی۔ لیکن نام کی برکت کہو یا طبیعت کی اُفتاد۔ سخاوت اور فیاضی مزاج مین کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اس سے زیادہ مصیبت کیا ہوتی کہ توکلاً علے اللہ مسجد کی خیرات پر بسر تھی۔ کہین سے کھانا آگیا تو روزی نہین تو روزہ۔ کسی نے مسافر جان کے مسجد مین کھانا بھیجدیا۔ دعوت کردی تو پیٹ بھر کھانا نصیب ہوا۔ ورنہ مہمانِ خدا تھے۔ اس حالت مین بھی اگر کہین سے کھانا زیادہ آگیا تو بندۂ خدا دوسرے وقت کے واسطے اُٹھا نہین رکھتا تھا۔ بلکہ محلہ کی بیوہ عورتون۔ یتیم بچون۔ لاوارثون کو بانٹ دیتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا اتفاق بھی ہوا کہ آپ فاقے سے بیٹھے ہوے ہین کھانا بھی آیا۔ اور کوئی غریب ناچار اندھا بڈھا بھیک مانگتا ہوا آنکلا تو اپنا کھانا اُسے اُٹھا دیا اور آپ بھوکے سو رہے۔

اس طرح فاقے پر فاقہ کر کے تین برس کی مدت مین علم طب حاصل کیا۔ اور جب سند مل گئی تو دل مین سوچے کہ لکھنؤ مین تو ہزارون نامور حکیم ہین۔ یہان تو کالے کے سامنے چراغ جل نہین سکتا۔ اب اگر کسی دوسرے شہر مین جا کے مطب کھولون تو میرے پاس سامان کہان ہے جو لباس پوشاک سے آراستہ ہو کر بیٹھون۔ ایک خدمتگار رکھون۔ چار کہار ہون۔ ایک فینس ہو۔ تب لوگ حکیم صاحب کہین گے ورنہ دنیا عالم اسباب ہے۔ یہان تو جب تک اسباب جمع نہ ہون ترقی ہونا معلوم۔

کوئی بات سمجھ مین آتی نہ تھی۔ حکیم صاحب سے مشورہ لیا۔ انھون نے کہا بے تنک مطب کرنے کو تو بڑا منہ چاہیے تم کہین چھوٹی موٹی نوکری کرلو۔

مگر اس زمانے مین تو نوکری کا دوسرا نام عنقا ہے۔ اس بات کو بھی چھ مہینے گذر گئے اور فیاض علی کے افلاس نے قدم پیچھے نہ ہٹایا۔

ایک دن کوئی تعلقدار نواب گنج ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے ظہر کی نماز ادا کرنے

مسجد مین آئے تو اس وقت فیاض علی بھی نماز پڑھ رہے تھے ان کو غریب اور شریف سمجھکر نام پوچھا - وطن پوچھا - لکھنؤ مین آنے کی غرض دریافت کی - اور جب یہ معلوم ہوا کہ علم طب مین فارغ التحصیل ہین اور فکر معاش مین مبتلا ہین - آدمی شریف اور بات چیت کے درست ہین - تو ہمدردی کے لحاظ سے کہا کہ فی الحال اگر آپ دس روپیہ ماہوار قبول کرین تو ہمارے ساتھ چلیئے نواب گنج کے علاقے مین ہماری زمینداری ہے - چونکہ زمینداری کا جزو اعظم مقدمات ہین اس لیے ہمارا قیام خاص نواب گنج مین رہتا ہے ہماری کوٹھی وسط بازار مین ہے - اسی کا ایک کمرہ آپ کو الگ مطب کے واسطے دیدیا جائے گا - آپ وہین مطب بھی کیجیے گا - اور وقتاً فوقتاً ہم کو بھی آپ سے طبی مشورہ مل جایا کریگا - خدا نے چاہا تو آپ کا مطب وہان چل جائیگا - کیونکہ آجکل وہ جگہ حکیمون سے خالی ہے - ڈاکٹر تو بہت سے ہین

یہ محض آپ کی ہمدردی کی وجہ سے مین نے تجویز کیا ہے اگر مناسب ہو تو آپ چلے آئیے گا -

فیاض علی نے تعلقدار صاحب کی نوازش اور مہربانی کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور کہا فی الحقیقت اس چودھوین صدی مین بھی ایسے ایسے نیک نفس لوگ موجود ہین مگر مین ذرا اپنی حالت کا فوٹو بھی آپ کے سامنے کھینچ دینا مناسب سمجھتا ہون - سچ یہ ہے کہ ایک تنہا آدمی کو دس روپیہ ماہوار کھانے کو کسی قدر کافی ہے - لیکن مطب کے واسطے جس اسباب کی ضرورت ہے اسمین سے میرے پاس ایک بھی نہین ہے - کم از کم سو روپیہ ہو تو مین اپنی حیثیت درست کر کے مطب مین بیٹھ سکتا ہون - میری حالت تو یہ ہے کہ مسجد کی بدھنی میرا لوٹا - اور مسجد کی چٹائی میرا بستر - اور مسجد کے چراغ کی روشنی میری آنکھین اور مسجد کی اینٹین میرا تکیہ -

نہ میرے پاس کوئی فرش ہے نہ لوٹا ہے نہ کپڑے اس لائق ہین کہ حکیم صاحب معلوم ہون - نہ کتابین نہ دری نہ تکیہ ایسی حالت مین جا کر خالی زمین پر بیٹھ گیا تو مجھے کون پوچھیگا

رئیس کو ان کا بیان سن کر کچھ ایسا خوف خدا آ گیا کہ ان سے کہا اچھا اتنا سامان

بھی ہم کر دین گے۔ انھون نے بھی وقت کو غنیمت جانا اور بغیر کسی سے کہے سنے ان کے ساتھ ہو لیے۔

نواب گنج پہونچ کر رئیس نے حسب وعدہ سو روپیہ ان کو دیا جس سے انھون نے اپنی حیثیت درست کی اور مطب کرنے لگے۔ بہت سے ہواخواہ ہمدرد پیدا ہو گئے۔ اور مطب کی آمدنی بھی معقول ہو گئی۔ حکیم صاحب چھڑے بہت تھے۔ اور آپکی طبیعت احباب پرست واقع ہوئی تھی۔ دن بھر مطب کے بعد کھانا پکانے مین مصروف رہتے اور شام کو ایک آدھ دوست کی دعوت ضرور کرتے۔ کھانے والے تو بہت سے جمع ہو جاتے ہین ان کو کہین ڈھونڈھنا نہین پڑتا۔ حکیم صاحب کا گھر باورچی خانہ بنا ہوا ہے۔ سب اپنے ہاتھ سے پکاتے ہین کھاتے ہین

مطب بھی ترقی کر رہا ہے۔ اس حالت مین ایک روز سہ پہر کو ایک شریف آدمی پردیسی آئے اور انھون نے اپنی کیفیت بیان کی کہ مین ریل کے سفر مین تھا۔ پنجاب کا رہنے والا ہون۔ اخبار مین کچھ دنون اڈیٹر رہ چکا ہون۔ اتفاق سے رات کو ریل مین سو گیا۔ کوئی کپڑون کا بکس۔ بستر۔ لوٹا۔ کٹورا۔ توا۔ پتیلی۔ منی بیگ لیکر چمپت ہو گیا۔ میری آنکھ کھلی تو حواس جاتے رہے۔ اسٹیشن پر اُتر کر رپورٹ لکھوائی۔ کچھ پتہ نہ چلا۔ آپ سے ایک مرتبہ لکھنؤ کی مسجد مین ملاقات ہوئی تھی۔ اس لیے آیا ہون کہ اگر ایک روز اپنے مطب مین جگہ دیجیے تو تار دیکر اپنے گھر سے کچھ روپیہ منگوا لون۔

حکیم صاحب کا دل ان کا احوال سنکر بھر آیا۔ اور کہا جناب آدمی ہی آدمی کے کام آتا ہے جو جگہ ہے حاضر ہے۔ مطب کے کوٹھے پر مین رہتا ہون۔ مطب خالی ہے اس مین آپ سو رہین۔ ایک ہی چارپائی تھی وہ انکے واسطے خالی کر کے مطب مین بچھوا دی۔ بستر تکیہ۔ لحاف بھی انکو دیدیا۔ کھانا پکوایا ان کو کھلایا۔ رات کو وہین سو رہے۔ صبح کو چلے گئے کہ تار گھر جا کر تار دے آؤن۔ وہان سے دس بجے واپس آکر کھانا کھایا۔ شام کو حکیم صاحب ان کے واسطے کھانا پکوا رہے تھے۔ آپ نے تمام اسباب مطب کا باندھا اور مزدور کر کے چپکے سے چلتے ہوے۔ حکیم صاحب نے نیچے آکر دیکھا کہ مطب کا فرش تک غائب ہے۔

دل مین کہا معلوم ہوتا ہے اس غریب نے مجبوری سے تنگ آکر اسباب پر قبضہ کرلیا کہ اسے
بیچ کر وطن چلا جائے۔ مگر کم بخت نے مجھ سے کہا ہوتا تو آئندہ وبست مین خود کر دیتا اور
کم سے کم کھانا تو کھالیا ہوتا۔ اب فاقے سے رات بسر کرے گا۔ اس کا مجھے سخت افسوس
ہے۔ یہ سونچکر اسکی تلاش مین نکلے اور خیال آیا کہ غالبًا اسٹیشن پر ملے۔

اُس ظالم نے یہ تدبیر کی تھی کہ سب چیزین بیچ کر نقد روپیہ کمر مین کیا تھا۔ اور آپ
ایک کنوین پر بیٹھا ہوا منتظر تھا کہ ریل کا وقت آئے تو چپکے سے ٹکٹ لیکر روانہ ہوجائے
ابھی سے اسٹیشن پر جانا مناسب نہین۔

اتفاق سے چاندنی رات تھی۔ حکیم صاحب ڈھونڈتے ڈھونڈتے اس کنوین کے
قریب پہونچے اور اپنے دوست کو دیکھکر بہت خوش ہوے۔

کہنے لگے۔ بھائی تم نے ہم کو بہت پریشان کیا۔ یہ بات صحیح ہے کہ مجبوری آدمی کو ایسی
حرکت پر مائل کرتی ہے مگر تم نے ہم سے اپنا حال تو کہا ہوتا۔ دس پانچ روپیہ تمکو ہم
دے سکتے تھے۔ کم سے کم تم نے کھانا تو کھالیا ہوتا۔ ہم کو تو اس بات کا افسوس تھا
کہ ہم نے اپنی جان مار کر اس اہتمام سے کھانا پکوایا اور تم ہم سے بغیر ملے اور بغیر کھانا
کھائے چلے آئے۔

جو کچھ تم اسباب لے کر آئے ہو ہم نے تمھین معاف کیا اور جو کچھ درکار ہو۔ ہم تمھاری
خدمت کر سکتے ہین۔ گھر چلو کھانا کھاؤ۔ آرام کرو۔ صبح کو تمھین ٹکٹ دلوا دین گے۔ ابھی
جلدی کیا ہے۔

اُس نے کہا بے شک جناب مجھ سے یہ خطا ہوئی کہ مین نے آپ کو خبر نہین کی اور
چلا آیا۔ لیکن واللہ ہے کہ مین نے آپ کا کوئی اسباب نہین اُٹھایا۔ اتنی غلطی ضرور ہوئی
کہ دروازہ کھلا چھوڑ کر چلا آیا۔ یہ کسی دوسرے شخص کا کام ہے۔ اب مجھے جانے کی اجازت
دیجیے۔ میرا دم بہت گھبراتا ہے اور مجھے اپنا وطن یاد آتا ہے۔ رات کا وقت ہے بغیر ٹکٹ
سوار ہوجاؤنگا۔ اور گھر پہونچ کر ریل کا ٹکٹ ادا کر دونگا۔

حکیم صاحب نے کہا خیر اسباب جاتا رہا تو جوتی کے صدقے سے مگر یہ کیونکر ہوسکتا ہے

کہ تم کو اپنے گھر سے بھوکا پیاسا روانہ کردون۔ اب تم کل جانا مین ٹکٹ کا بندوبست کردونگا۔
اس نے دل مین خیال کیا کہ حکیم صاحب مجھ سے چال چلتے ہین۔ گھر لیجاکر پولیس
کے حوالے کردین گے اور کم سے کم مجھے چھ مہینے جیل خانے مین پڑے رہنا ہوگا۔ اس
وقت مجھے دم دے رہے ہین۔ اب کوئی چال ان سے چلنا چاہیے۔ ورنہ جان بچنا
محال ہے۔ سونچ سمجھکر ایک مہلک رائے تجویز کی۔ اور کہا :۔
حکیم صاحب دیکھیے تو اس کنوین کے اندر یہ روشنی کیسی معلوم ہوتی ہے۔ معلوم
ہوتا ہے کہ چراغ جل رہا ہے۔
حکیم صاحب متعجب ہوکر کنوین مین جھانکنے لگے۔ اس ظالم نے زور سے دھکا دیا
کہ بیچارے کنوین مین جاگرے۔ اور آپ چلتے ہوے۔
اور ان کے گھر پر جاکر قفل توڑ کر کھانا بھی کھالیا۔ اور بقیہ تمام اسباب لے لواکر
رفوچکر ہوئے۔
حکیم صاحب بیچارے کنوین مین گرے سردی کا زمانہ تھا پہلے تو ایک غوطہ کھایا
لیکن کنوان تھا اچھا۔ یا ان کی نیت کی برکت کہو کہ اس کا پانی سوکھ گیا۔ اور یہ ایک
کونے مین چپکے بیٹھے رہے۔
خدا کا کرنا ایسا ہوتا ہے کہ آدھی رات کو دو کامل فقیرون کا اسی کنوین پر گزر ہوا اور
کچھ رمز و معرفت کی باتین ہو رہی تھین۔ اسی اثنا مین ایک فقیر نے کہا ہمارے علاقے
مین صفدر گنج ایک مقام ہے وہان ایک زمیندار تفضل خان نام ہے۔ اس غریب
کی ایک ہی لڑکی ہے کوئی لڑکا نہین ہے۔ اسے تپ دق ہوگئی ہے۔ باپ بیچارے
نے تمام ڈاکٹر تمام حکیم ایک کردیے مگر کسی طرح اسے فائدہ نہین ہوتا۔ اور اب اس کا مرض
تیسرے درجے پر پہونچ گیا ہے۔
دوسرا فقیر بولا بابا ہم لوگون کو دنیا کے ذکر سے کیا کام۔ مرضی مولیٰ از ہمہ اولیٰ
جو کچھ خدا کرتا ہے بہتر کرتا ہے اور جو کریگا بہتر ہی کرے گا۔ فقیرون کو دنیا سے کیا غرض۔
لیکن اگر خدا کو اسے صحت دینا منظور ہوگی۔ تو ایسا ہی کوئی حکیم اس کے واسطے

بھیجدیگا - اب اس کی صحت اس پر ٹھیری ہے کہ کوئی کیکڑا کھانے کو بتائے اور گدھی کا دودھ پینے کو دے یہ دوا ایسی ہے جو چالیس دن استعمال کرے اور سوا اس کے نہ کھانا کھائے نہ پانی پیے تو خدا کی ذات سے امید ہے کہ بیمار اچھا ہو جائے - یہ کہکر وہ فقیر تو روانہ ہو گئے - حکیم صاحب نے اس بات کو سن سمجھ لیا -

اور جب صبح کو ایک مسافر پانی بھرنے آیا تو اس کا ڈول پکڑ لیا - اور پکار کر کہا تم ڈرنا نہین - مین آدمی ہون - رات کو کنوین مین گر پڑا ہون - تم کو ثواب ہوگا - دو چار آدمیون کو اور بلا لو - مین رسی کے سہارے سے باہر نکل آؤن -

وہ بیچارہ خدا ترس تھا اس نے راہگیرون سے جا کر سب واقعہ کہا - لوگ کار خیر سمجھکر اس کے شریک ہو گئے - اور سب نے بمشکل تمام رسی کھینچکر حکیم صاحب کو باہر نکالا یہ بہت خستہ تھے اور گرنے سے چوٹ بھی آگئی تھی - زمین پر دیر تک پڑے رہے - جب آفتاب نکلا تو دھوپ مین پڑے رہے - کچھ دیر کے بعد ان کی جان مین جان آئی - اور افتان و خیزان گھر پر آئے - یہان آکر دیکھا تو گھر مین جھاڑو پھری ہوئی ہے - اور ایک چیز بھی باقی نہین رہی -

نواب گنج کے تعلقدار کو ان کی حالت معلوم ہوئی - اور خبر ملی کہ حکیم صاحب کے یہان چوری ہو گئی ہے - انھین یقین نہ آیا اور سمجھے حکیم صاحب نے اپنا مایۂ بساط بیکاری مین پھونک دیا ہے کچھ خیر ہوے اور کہا ایسے آدمی کی یہی سزا ہے ان کو روٹیان لگی ہین - اپنے دن بھول گئے - ہم نے ان کو خاک سے پاک کیا - خاصی طرح حکیم بنا دیا مگر ان کی تقدیر مین تو بھیک کے ٹکڑے ہین جو ایسی حرکتین کرتے ہین - اب ہم ان کی کسی طرح مدد نہین کر سکتے -

مجبوراً حکیم صاحب نے زمین پر بیٹھکر مطب شروع کیا - اور بہت سے اللہ کے بندون نے رحم کھا کر ان کی کچھ خدمت کی جب دو چار جوڑے کپڑے کے بن گئے اور کچھ سامان درست ہو گیا - تو سیدھے ناک کی سیدھ پر صفدر گنج پہونچے - وہان کے زمیندار تفضل حسین خان کا پتہ پوچھا - ان کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوے - یہ وہ وقت ہے کہ ان کی

لڑکی کو سب ڈاکٹروں اور حکیموں نے ایک زبان ہو کر جواب دیدیا ہے اور کہدیا ہے
کہ اب دو چار روز کی مہمان ہے۔ جو کچھ کھانے پینے کو مانگے دیدو۔ بیچارے اسی رنج کی
حالت مین مبتلا تھے کہ حکیم صاحب نے عرض کیا مین نے سنا ہے کہ آپ کی صاحبزادی
سخت بیمار ہین اور ان کے بچنے کی توقع نہین ہے۔ لیکن اگر جناب مجھے اجازت دین تو مین انکا
علاج کرون شاید خدا صحت عطا کرے۔

تفضل خان نے کہا اسکا علاج تو اب ملک الموت کر رہا ہے آپکا کام نہین۔

حکیم صاحب نے کہا جناب خدا کی ذات سے انسان کو نا امید نہ ہونا چاہیے۔ جب
تک سانس ہے تب تک آس۔ وہ مردے کو زندہ کر سکتا ہے۔ ایک دم مین ہزار دم
ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مین آپ سے کوئی فیس نہین مانگتا۔ پہلے سے کوئی معاوضہ
خدمت نہین طلب کرتا۔ آپ کا اس مین کیا نقصان ہے۔ دو چار روز تک میری دوا
کر لیجیے۔ تفضل خان نے کہا یہ سچ ہے مگر اب مُردے کو زیادہ تکلیف دینا مین نہین چاہتا
اس نیک بخت لڑکی پر مین نے سختی کی اب تک ایسا پرہیز کرایا کہ کوئی چیز بغیر ڈاکٹر حکیم
کی اجازت کے نہین دی۔ اور ڈاکٹرون کو اسکی برابر روپیہ تول دیا۔
اب اس کا آخری وقت ہے اس وقت مین بھی اس کی خوشی پوری نہ کرون اور
جو چیز وہ مانگے اسے نہ دون۔ یہ تو مجھ سے نہین ہو سکتا۔
حکیم صاحب نے کہا ایسے مین تو اللہ کی قدرت کا اندازہ انسان کو ہو سکتا ہے۔
جس مریض کو تمام ڈاکٹرون نے جواب دیدیا ہے۔ خدا اُسے بھی اپنی قدرت سے اچھا
کر سکتا ہے۔ اب میرے کہنے سے ایک ہفتہ میری راے پر علاج کیجیے اسکے بعد اگر مریض
کو فائدہ نہو تو آپ کو اختیار ہے۔
دوست احباب نے بھی خان صاحب کو سمجھایا کہ جب تم مریض سے ہاتھ دھو چکے ہو
اور اس کی زندگی سے نا امیدی ہے تو اس غریب کا بھی علاج کر دیکھو۔ عطائی نہین ہے
حکیم ہے اس کا مطب تو اب گنج مین خوب چلتا ہے۔ لکھنؤ سے طب کی سند لیکر آیا ہے
جاہل نہین ہے کچھ تو اس نے سمجھ لیا ہے جو اتنا اصرار کرتا ہے۔

خانصاحب نے طوعاً کرہاً حکیم صاحب سے اتفاق کیا۔ حکیم صاحب نے نبض دیکھی قارورہ ملاحظہ کیا۔ براز کی کیفیت دیکھی۔ تمام علامتین ردی پائین۔ تو بھی خدا کا نام لیکر حکم دیا۔ مریضہ کو گدھی کا دودھ دیا جائے۔ اور کیکڑے منگوا کر بھونیے۔ اور وہی کھلائیے۔

اب مریضہ کو کچھ نہین ملتا۔ وہی گدھی کا دودھ اور کیکڑے۔ اس کے علاوہ نہ کوئی غذا ہے۔ نہ کوئی دوا ہے۔ چھ روز کے بعد مریضہ کو متلی معلوم ہوئی۔ اور شدت سے قے ہوئی۔ اس قے مین ایک زندہ جانور چھپکلی کی طرح کا پیٹ سے نکلا۔ مریضہ نے اس کے بعد آنکھ کھولی اور کچھ اشتہا معلوم ہوئی۔ حکیم صاحب نے وہی کیکڑے کھلائے اور پانی کے بدلے گدھی کا دودھ دیا۔

چند روز مین حکیم صاحب کی دوا سے ایسا فائدہ ہوا کہ مریضہ اُٹھنے بیٹھنے لگی۔ اور بات چیت کرنے لگی۔ کسی قدر توانائی آئی۔ اب تو سارا گاؤن حکیم صاحب کے معجز نما علاج کا قائل ہوگیا۔ خود صاحب خانہ نے حکیم صاحب کی خاطر مدارات مین اضافہ کیا اور ان کے ساتھ بہت نوازشین ہونے لگین۔

تین مہینے تک تو حکیم صاحب نے یہی دوا قائم رکھی اور کوئی غذا نہ دی۔ جب مرض کا بالکل شک وشبہہ نہ رہا تو ہلکی غذا دینا شروع کی۔

جب کچھ قوت آئی اور مریضہ کو غسل صحت کرایا گیا۔ تو تجویز ہونے لگی کہ حکیم صاحب کو کیا انعام دیا جائے۔

بی بی نے کہا انعام کے قابل تو ہمارا منھ نہین رہا۔ سال بھر سے برابر ڈاکٹرون کی فیس حکیمون کی فیس۔ دوا علاج کے مصارف برداشت کر رہے ہین۔ گاؤن کی آمدنی مین خلل آگیا۔ گاؤن کا بندوبست خراب ہوگیا۔

مین نے سنا ہے کہ حکیم صاحب کی شادی نہین ہوئی ہے۔ جوان جہان ہین آخر کہین شادی کرین گے۔ آدمی نیک مزاج شریف پڑھے لکھے عالم فاضل ہین۔ ان سے بہتر ہم کو کون لڑکا مل سکتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ انھین کو لڑکی بیاہ دی جائے

دوسری بات یہ ہے کہ پردیسی ہین یہان ان کا کوئی نہین ہے۔ یہین رہین گے۔میری رائے تو یہی ہے آیندہ جیسی تمھاری مرضی۔

تفضل خان نے بھی اس رائے کو پسند کیا۔اور اپنے دوست احباب کے ذریعے سے حکیم صاحب تک یہ بات پہونچائی۔

حکیم صاحب نے اس بات کو خوشی سے منظور کیا۔

الغرض اچھی تاریخ دن دیکھکر حکیم صاحب کا نکاح ہوگیا۔اور دونون میان بیوی خوشی سے بسر کرنے لگے۔

اب وہی دوست جس نے حکیم صاحب کو کنوین مین ڈھکیلا تھا۔یہ خبر سُن کر حکیم صاحب سے پھر ملا۔اور ان کے اس اعزاز و مرتبے پر مبارکباد دی۔اور معذرت کی کہ اس دن خدا جانے مجھے کس نے زور سے دھکا دیا تھا۔جو میرا دھکا آپ کو لگا۔وہ تو کہیے دونون کنوین مین گر پڑتے کہ میرا پانون کنوین کی جگت مین اٹک گیا۔

آپ کے نکالنے کی فکر مین مین نے رات وہین کاٹی آپ کے مکان پر گیا تو دیکھا مکان خالی پڑا ہے۔اور اس مین کوئی نہین ہے۔ مجھے بہت فکر تھی کہ خدا جانے حکیم صاحب کنوین سے نکل کر کہان چلے گئے۔

حکیم صاحب نے ان واقعات کو سنکر یقین تو نہین کیا۔مگر کسی کو رنج پہونچانا بھی ان کی طبیعت کے خلاف تھا۔اس لیے بخندہ پیشانی ملے اور ان کو اپنا مہمان رکھا یہ دشمن دوست نما بھی یہین قیام پذیر ہو گئے۔

اب حکیم صاحب نہایت آرام سے زندگی بسر کرتے ہین۔بیوی پڑھی لکھی لائق فائق اطاعت گذار ملی۔سسرے مالدار اور ان کو بہت عزت سے رکھتے ہین۔صدہا روپیہ ماہوار کا حکیم صاحب کا خرچ ہے وہ سب برداشت کرتے ہین۔

ایک دن اسی دوست نے حکیم صاحب کی غیبت مین۔ ان کے سسرے تفضل حسین خان سے کہا۔جناب آپ نے کیا حماقت کی جو اس نیچ ذات کسگر کے ساتھ اپنی لڑکی کی شادی کر دی۔

مین تو اس کے باپ دادا سے واقف ہون - ہم محلہ ہون - آج یہان حکیم بنا ہو
ہے - گھر پر گدھے لیکر میدان مین جاتا تھا - اور وہان سے مٹی لاکر برتن بناتا تھا
اس کے اور بھائی گورکن ہین - اور یہی کام اب تک کرتے ہین -
خان صاحب نے جو یہ واقعات سنے تو مارے غصے کے تھر تھرانے لگے - اور
بیوی سے اکر تمام قصہ بیان کیا - اور کہنے لگے ہماری تو ناک کٹ گئی - ساری آبرو
خاک مین مل گئی - بھائی بند مین آنکھ چار نہین کر سکتے -
عورت نے کہا - ایسی بات منھ سے نہ نکالو صورت شکل سے تو شریف معلوم ہوتا
ہے - خدا جانے تم کیا کہہ رہے ہو کسی نے دشمنی سے نہ کہدیا ہو -
خان صاحب نے کہا کوئی ایسی بات بغیر سمجھے بوجھے منھ سے نکالتا ہے - یہ
راز تو خود حکیم صاحب کے دوست نے کھولا - جو ان کے پرانے ملنے والے ہین - اور
انھین کی روٹیان مہینے بھر سے کھا رہے ہین - کوئی وجہ نہین کہ وہ ایسا جھوٹ
بولتے - میرا دل تو حکیم صاحب کی طرف سے کھٹا ہو گیا - اور اب مین اس بات کا روادار
نہین کہ وہ یہان رہین -
کچھ دنون مین یہ کشیدگی ایسی بڑھ گئی کہ بسم اللہ خانم حکیم صاحب کی بی بی نے
خود کہا کہ صاحب اب ہماری تمھاری اس گھر مین بسر نہین ہو سکتی بہتر یہی ہے کہ جہان
تمھارا سینگ سمائے ہمین لیکر چلے چلو -
ناچار حکیم صاحب خود اپنی بی بی کو ہمراہ لے کر نواب گنج مین واپس آئے
اور تعلقدار سے مل کر پھر اپنا قدیمی مطب کھولا - یہان ان کی اس قدر شہرت تھی کہ
لوگ ان کی تلاش مین تھے - چارون طرف سے خلقت ادھر رجوع ہو گئی - اور حکیم
صاحب کو ہزار بارہ سو روپیہ ماہوار کی آمدنی ہونے لگی - ایک کوٹھی شقامنزل بنوائی
موٹر کار خریدا - ملازم رکھے - سال بھر کے بعد ایک لڑکا بھی پیدا ہوا -
لوگون کا خیال تو یہ ہے کہ یہ سب ترقی حکیم صاحب کو بی بی کے قدمون کی
برکت سے ہوئی - ورنہ یہی حکیم صاحب پہلے بھی نواب گنج مین علاج کرتے تھے - کوئی

لے کو بھی نہ پوچھتا تھا۔ کچھ بھی ہو۔ بہر حال ایسی ترقی ان کی ہوئی کہ جس سسر نے ان کو اپنے گھر سے نکالا تھا وہی مہینون داماد کے یہان مہمان رہتے تھے۔ اور حکیم صاحب کی ذات سے خان صاحب کی بھی لوگ عزت کرتے تھے۔

تین چار برس کے بعد تفضل حسین خان بیمار پڑے۔ پہلے تو گھر پر علاج کیا مگر آخر داماد کے یہان سخت بیماری کی حالت مین آئے۔ حکیم صاحب نے بہت کچھ علاج کیا لیکن دوا نے فائدہ نہ کیا۔ اور خان صاحب نے کئی مہینے کی بیماری اُٹھا کر انتقال کیا۔ لوگ تو کہتے ہین اس مین حکیم صاحب کی حکمت تھی۔ انھون نے سسر کے ساتھ پرانا بغض نکالا۔ اور ان کو زہر دیکر مار ڈالا۔ مگر حکیم صاحب کے افعال سے ہم کو اس بات مین شک ہے۔ کیونکہ حکیم صاحب مین ذرا بھی کینہ پروری نہ تھی۔

اگر ان کو بدلا لینے کی عادت ہوتی تو سب سے پہلے اپنے اس دشمن کو جس نے پہلے ان کا گھر موس لیا اور پھر ان کو کنوین مین دھکیلا تھا۔ پھر ان کو بدنام کر کے سسرال سے نکلوایا تھا۔ اسی کو جیل خانہ دکھاتے۔

بہر حال سسر کے مرنے کے بعد ان کی سب جائداد حکیم صاحب کے قبضے مین آئی تو اور بھی اطمینان ہو گیا۔

اب حکیم صاحب معرکون کے علاج پر بلوائے جاتے ہین اور ڈاکٹرون کے مقابلے مین ان کا علاج کارگر ہوتا ہے۔ دست شفا بھی خدا نے دیا تھا۔

لیکن ان کا پرانا دشمن ان کی تاک مین لگا ہوا تھا۔ ان کے پاس پھر آیا۔ اور بہت تپاک سے ملا۔ اور ان کے یہان رہنے لگا۔

ایک دن ان کے ساتھ موٹر پر سوار جا رہا تھا کہ ایک میدان مین ان کا گلا دبا کر کہنے لگا۔ کہ اس وقت مجھے بتا دو کہ تم کو کونسا عمل معلوم ہے۔ جس کی وجہ سے تمھارا مطب چل رہا ہے۔ سچ سچ بتا دوگے تو زندہ چھوڑون گا۔ ورنہ تمھارا اسی وقت خاتمہ کیے دیتا ہون۔

حکیم صاحب نے بہت عذر کیے کچھ نہ مانا۔ آخر انھون نے کہا بھائی یہ دولت بھی

تمھارے صدقے مین ملی جس دن تم نے مجھے اس کنوین مین گرایا - آدھی رات
کے بعد وہان دو آدمی فقیر صورت آئے - میرا خیال ہے کہ وہ کوئی جن تھے - انھون
نے خان صاحب کی لڑکی کی دوا بتائی - مین نے اسی دوا سے علاج ان کی دختر کا
کیا - اور اس کو فائدہ کلی حاصل ہوگیا - اور شفاے کامل و تندرستی نصیب ہوئی - اس
دن سے جس کا علاج کرتا ہون وہ شفا پاتا ہے -

یہ ماجرا سن کر وہ ان کے سینے سے اتر کر چلتا ہوا - اور رات کو اوسی کنوین مین
خود اوتر کر بیٹھا رہا -

آدھی رات گئے - اسی صورت کے دو فقیر آئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ
آج ہمارا پورے دس برس کے بعد اس نوچندی جمعرات کو یہان گذر ہوا - مگر ہم کو ایک
بات کی سخت فکر ہے کہ ہم نے اس دن جو تم سے باتین کی تھین - ان کو نہ معلوم کون
شخص سنتا تھا - کہ جس نے اسی طرح علاج کرنا شروع کر دیا - اور اس دنیا کی بات کھدینے
مین ہم اپنے مرتبے سے گرا دیے گئے -

دوسرا فقیر بولا کوئی سامنے تو تھا نہین - شاید اس کنوین مین کوئی ہو تو ہو - کہنے
لگے - اچھا آج کنوین کو دیکھ لو پھر بات کرین -

یہ کہکر کنوین مین جھانک کے آواز دی - کوئی اس مین ہو تو بتا دے ورنہ اس کی
جان کا خطرہ ہے -

مارے خوف کے اس آدمی نے کنوین مین سے پکار کر کہا - جی ہان اس کنوین
مین مین ہون مظفر -

یہ سننا تھا کہ مارے غصے کے اس فقیر نے ایک بڑا پتھر اٹھا کر اس زور سے مارا کہ اس کا
بھیجا پھٹ گیا اور وہین مر گیا -

بہت دنون کے بعد کچھ شریف عزیز برادر جب حکیم صاحب کا پتہ لگا کر نواب گنج
آئے تو سب کو معلوم ہوا کہ حکیم صاحب بڑے شریف خاندانی آدمی ہین - اور ان کے
وطن مین ان کے عزیز دار بڑے بڑے عہدون پر پہونچے ہوئے ہین - تب ان کی

ساس کا بہت دل خوش ہوا جس نے سنا تھا کہ حکیم صاحب کسگر ہین۔

بسم اللہ خانم کی تقدیر دیکھو۔ کیسی سخت بیمار ہوئی کہ بچنے کی توقع نہ تھی۔ غیب سے دوا کا سامان ہو گیا اور مرتے مرتے بچ گئی۔ خاوند کیسا شریف ملا کہ باپ کے زمانے کا عیش و آرام بھول گئی۔

خاوند کے ساتھ گھر سے نکل کر آئی تو کس بے کسی کی حالت مین تھی کہ خاوند کو رہنے کا ٹھکانا بھی میسر نہ تھا۔ آج کوٹھیون مین آرام سے پاؤن پھیلا کر۔ رہتی ہے۔ دس خدمتگار گھر مین نوکر ہین۔ تمام رئیسانہ کارخانہ ہے۔ موٹر پر ہوا کھانے جاتی ہے۔

سب سے زیادہ خدا نے یہ فضل کیا کہ شادی کے کچھ زمانے کے بعد بیٹا پیدا ہوا ہے وہ تعلیم پا رہا ہے۔ اور اب میڈیکل کالج مین داخل ہوا ہے۔ کچھ دنون کے بعد نامی گرامی ڈاکٹر بن کر نکلے گا۔ کیونکہ حکیم صاحب کا خیال ہے کہ ڈاکٹرون کے سامنے حکیمون کی اب کچھ نہین چلتی۔ حکیم کیسا ہی حاذق ہو لوگ دس پانچ روپے سے زیادہ فیس نہین دیتے اور ڈاکٹر بات کرنے کی فیس مانگتے ہین۔ اور سو سو روپیہ فیس مین ملتا ہے۔ آجکل انگریزی زمانے مین ڈاکٹرون کی بہت قدر و منزلت ہے۔

ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے جس کی عمر ابھی سات برس کی ہے مگر نہایت سمجھ دار پڑھنے لکھنے سینے پرونے کا نہایت شوق۔ گھر پر استانی تعلیم دینے آتی ہین۔ وہ بھی کہتی ہین کہ لڑکی تو بہت ذہین اور عقلمند ہے پیشانی کیسی چمکتی ہے بڑی نصیبہ ور ہے یہ تو حکیم صاحب کو بھی پلی ہے۔

حکیم صاحب پر چارون طرف سے روپے کا مینھ برس رہا ہے۔

بی بی کا حسن انتظام دیکھو۔ گھر کا تمام عملہ ان کے اشارے پر چلتا ہے۔ نام سن کر دور دور سے رشتہ دار چلے آتے ہین اور حکیم صاحب کی سفارش سے نوکر ہو جاتے ہین۔

اب شفا منزل کوٹھی کو حکیم صاحب نے شفاخانہ بنا دیا ہے غریب غربا کو دوا مفت ملتی ہے۔ محتاج بیمارون کو کھانا دیا جاتا ہے۔

شہر مین حکیم صاحب نے فیس لینا موقوف کر دی ہے۔ ریاستون سے جو لوگ

طلب کرتے ہین اُن سے پانچ سو روپیہ روزانہ طے کر کے علاج کرنے جاتے ہین۔ بڑی شہرت ہے بڑے نام ہین۔حکام ضلع ان کی بڑی عزت کرتے ہین۔

بسم اللہ خانم کی خوش نصیبی کہو۔یا حکیم صاحب کی نیکی۔خدا ترسی۔حلم بردباری کا نتیجہ سمجھو۔بہرحال یہ بات طے ہوگئی ہے کہ خدا بھی کچھ دیکھکر عروج دیتا ہے۔ورنہ آج کل بھی حکیم صاحب سے زیادہ قابل زیادہ لائق فائق۔شہر مین سیکڑون حکیم پڑے ہوئے ہین جن کو کوئی ٹکے پر بھی نہین پوچھتا۔

خدا بے شک مہربان ہے اور اس کی مہربانی ایسے لوگون پر ہوتی ہے جو اس کی مخلوق پر مہربانی کرتے ہین۔اور ان کو عزیز رکھتے ہین۔اور اپنے دشمن سے بھی بدلا نہین لیتے۔اور کسی کو حقارت سے نہین دیکھتے۔اور کسی کو برا نہین کہتے جس پر خدا کا رحم خدا کا فضل۔خدا کی عنایت ہو۔سمجھ لو کہ اس مین ضرور کوئی بات تو ایسی تھی کہ اس کو خدا نے اس قدر نوازا اور اس قدر عروج دیا۔ذلت ہو یا عزت سب خدا ہی کی طرف سے ہے۔مگر خدا اسی کو عزت دیتا ہے۔جو اس کے نزدیک عزت کے قابل ہو بسم اللہ خانم اور حکیم صاحب دونون اس عزت اور اس عروج کے مستحق تھے۔دیکھو خدا نے ان کے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا۔

فہرست مطبوعات ایس عبد الرشید اینڈ برادرز
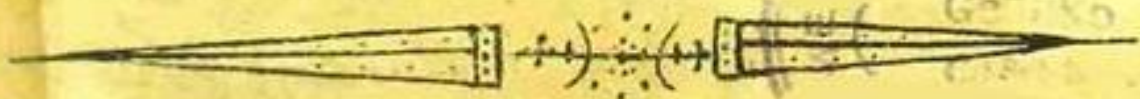
(تاجران کتب اندرون لوہاری دروازہ لاہور)

تصنیفات خان احمد حسین خان

صاحب چیف ایڈیٹر شباب اردو لاہور

سیرۃ احمدی } حضور سرور عالم کے حالات ہیں یہ کتاب علامہ شبلی کی سیرت کے بعد مانی گئی ہے۔ قیمت قسم اعلےٰ (ستے) قیمت قسم دوم دو روپے ... ... (عہ)

حسرت قیمت ...	عہ	گیتی آرا قیمت	۱۲ر
شمع سحر ...	۱۲ر	گلبدن ...	۱۲ر
سرخ حرف ...	۱۲ر	مکافات عمل ...	۱۲ر
اسرار امرت سر ...	۹ر	ابلیس وجمیلہ ...	۱۲ر
پری بانو ...	۱۲ر	داہ قیمت ...	ہر

وہ عورت جس نے گھر کو دکھایا قیمت ۱۲ر

نظیر بیگم قیمت	عہ	سوز قیمت ...	عہ
آپ بیتی ...	۱۲ر	آہ ...	عہ
نازنین مہ جبیں ...	۹ر	آئینہ روزگار ...	عہ
پارۂ دل ...	۱۲ر	درد ...	ہر
کوہ شملہ ...	۸ر	سادھو کی کرتوت	۸ر

مولانا محمد عبد الحلیم صاحب شرر لکھنوی کے

وہ مضامین جو دلچسپ دلکش اور بے نظیر ہیں

مضامین شرر یعنی عاشقانہ وشاعرانہ حصہ اول (عہ) حصہ دوم قیمت (عہ) حصہ سوم قیمت ... (عہ)
تاریخی وجغرافی مضامین حصہ اول قیمت ... (عہ) حصہ دوم قیمت (عہ) حصہ سوم قیمت .. (عہ)
سیر رجال مشہور اکابر کے حالات قیمت (ستے)
نامور خاتونوں کے سوانح عمری قیمت حصہ اول ایک روپیہ دس آنے (عہ) حصہ دوم قیمت (عہ)
جلد دلگداز ۱۸۹۷ء قیمت صرف ... (عہ)
جلد دلگداز ۱۸۹۹ء قیمت صرف ... (عہ)

تصنیفات جناب سدرشن صاحب

صبح وطن قیمت	عہ	بنگال بیتی حصہ اول	ہر
بے گناہ مجرم ...	عہ	؍؍ حصہ دوم	۱۲ر
عورت کی محبت	عہ	من کی موج ...	۱۲ر
وچھے سنگھ ...	عہ	سدا بہار کے پھول	۱۲ر

نہایت عجیب وغریب متفرق لاثانی قابل دید نادر کتابیں

مختصر تاریخ اسلامی } مسلمان لڑکوں خاصکر لڑکیوں کے لئے اپنے آباؤ اجداد کی اسلامی تاریخ کا بنیادی بہتر قیمت حصہ اول ۸ر حصہ دوم ۹ر حصہ سوم ۱۰ر حصہ چہارم (عہ) +

سیرۃ النعمان } مصنفہ علامہ شبلی نعمانی رح مرحوم جیسی یہ کتاب علامہ مرحوم نے اعلےٰ درجہ کی تصنیف فرمائی ہے اور کروڑوں حنفی مذہب مسلمانوں کو امام اعظم اور ان کے نامور اور ممتاز شاگردوں کے حالات اور مسائل سے آگاہ کیا ہے۔ ویسی نہ رہی تھی کیونکہ مختلف مطابع نے چھاپ کر ایسی ردی کر دی تھی کہ دیکھ کر دماغ پریشان ہوتا تھا۔ ہم نے اس کی نہایت عرقریزی سے صحت کی اور اس پر حاشیہ بھی تحریر کئے۔ اور دو قسم کے کاغذ پر چھپوائی۔ قسم اول دو روپے (عہ) قسم دوم ... ... (عہ)

بیاض آزاد } مشاہیر شعرائے ہند کے کلام کا انتخاب لاجواب (مسلم آزاد مرحوم کا کیا ہوا) نہایت خوشخط شعر ترچھے لکھے ہوئے جلی قلم معلوم ہوتا ہے کہ شنگرف سے لکھی ہوئی کتاب سامنے رکھی ہے۔ مولانا کا فوٹو بھی شامل ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ ... (عہ)

مستقبل اسلام ...	ہر	تصویر عبرت ...	۱۲ر
اسپینو یا مہدی ...	۶ر	ذکر فتح اندلس ...	۱۲ر
حسینہ ...	۶ر	یوسف پاشا ...	ہر

سمرنا کا چاند } مصنفہ مصنور عم مولانا راشد الخیری دہلوی۔ اس کتاب کی مقبولیت اس سے ظاہر ہو سکتی ہے کہ پہلی بار چھپتے ہی اتنی جلد ختم ہوئی۔ کہ چھ ماہ کے اندر اندر دوسری مرتبہ طبع کرانے کی دقت اٹھانی پڑی۔ اب پھر تھوڑی سی جلدیں ہیں جلد طلب فرمایئے قیمت ... (عہ)

ملنے کا پتہ:- ایس عبد الرشید اینڈ برادرز تاجران کتب لوہاری دروازہ لاہور